خودنوشت سرگزشت

پبلشرز

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

بار اول　　　　مئی ۱۹۲۹ء　　　　قیمت

فہرست مضامین

مسولینی کا پروگرام

انیسویں صدی کے آخیر اور بیسویں صدی کے آغاز میں لوگوں کا یہی خیال تھا۔ کہ اب دنیا میں ہر طرف جمہوریت اور پنچایتی راج کا دور دورہ ہوگا۔ اور مطلق العنان حکمرانوں کا زمانہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیگا۔ لیکن یورپ کے جنگِ عظیم کے خاتمہ پر یعنی سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء کے بعد جو کچھ دنیا کو دیکھنا پڑا۔ اس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۹ء کے بعد آج تک کے بیس سال کے عرصہ کو ڈکٹیٹروں کا عجب کہا جا سکتا ہے۔ سوویٹ روس کی حکومت ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھ میں ہے۔ جرمنی کے سیاہ و سفید کے تمام اختیارات ایک فرد واحد کے زبردست ہاتھوں میں ہیں۔ اٹلی۔ پولینڈ۔ سپین۔ پرتگال وغیرہ وغیرہ کئی ممالک کے کروڑوں باشندوں کی قسمت کی باگ ڈور بھی ڈکٹیٹروں کے ہاتھ میں ہے۔

زمانہ قدیم میں جب کسی قوم یا ملک کو غیر معمولی حالات یعنی جنگ یا قحط سالی۔ خانہ جنگی وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تو ان ایام کے لئے حکومت کی معمولی مشینری کو عارضی طور پر معطل کر کے ملک کے تمام اختیارات ایک ہستی کے سپرد کر دئے جاتے تھے۔ جسے ڈکٹیٹر کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ غیر معمولی حالات کے ختم ہوتے ہی حکومت کا انتظام پھر معمولی ڈھنگ پر چلنے لگ پڑتا تھا۔ لیکن جنگِ یورپ کے خاتمہ پر جس قسم کی ڈکٹیٹرشپ اکثر

یورپین ممالک میں قائم ہوئی ہے۔ وہ ایک نہایت مکروہ قابل اعتراض اور مستقل شکل اختیار کر چکی ہے۔ آج دنیا میں ڈکٹیٹروں کا ہی بول بالا ہے۔ سوویٹ روس کے ڈکٹیٹر سٹالن کا ذکر تو اخبارات اور پریس میں شاید کبھی کبھار آتا ہے۔ لیکن جرمنی کے نازی ڈکٹیٹر ہر ہٹلر اور اٹلی کے تانا شاہ حضرت مسولینی کے ذکر خیر کے بغیر تو دنیا کے کسی بھی ملک کا کوئی اخبار خالی نہیں ہوتا۔ فقط یورپ ہی نہیں۔ بلکہ تمام دنیا کے امن و جنگ کی چابی ہٹلر کے اور مسولینی کے ہاتھ میں آ گئی ہے

جنگ یورپ سے پیشتر اور جنگ کے دوران میں بھی مسولینی پکا سوشلسٹ تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ دولت کے پیدا کرنے والے کسانوں اور مزدوروں کے ہاتھ میں ہی دنیا کے معاملات کی باگ ڈور ہونا چاہیئے۔ لیکن چند ہی دنوں میں اس نے ایسا پینترا بدلا۔ کہ دنیا حیران رہ گئی ہے۔ اس نے قدیم اطالیہ کی عظمت اور رومن فاتحوں کی شاندار روایات کو از سر نو زندہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور سیاہ پوش سپاہیوں کی زبردست جماعت بنا کر فسطائی (پارٹی) کی بنیاد رکھ دی۔ اور آہستہ آہستہ تمام ملک کا واحد اور مطلق العنان ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔

جنگ یورپ کے خوفناک نتائج سے متاثر ہو کر تین نئی قسم کی آوازیں سیاسی دنیا میں سننے میں آنے لگیں۔ جمہوریت امریکہ کے صدر مسٹر ولسن نے اپنے چودہ تاریخی نکات کے ذریعے بین الاقوامی دائمی امن کا نسخہ تجویز کرتے ہوئے لیگ اقوام کے قیام اور ہر ملک و ہر قوم کے لئے Self determination آتم نرنے کے اصول پر زور دیا۔ دوسری طرف روس کے انقلاب پسندوں نے زار شاہی کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنی طرز کی نرالی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔ اور اعلان کیا۔ کہ

دنیا کے کسی بھی شخص یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ کسی دوسرے شخص یا قوم
پر حکمرانی کرے۔ اور اس کے پسینے کی کمائی پر خود گلچھرے اڑائے۔ تیسری طرف
ہندوستان میں مہاتما گاندھی جیسی ہستی نے اہنسا اور عدم تشدد پر غیر معمولی زور
دیکر بین الاقوامی تعلقات میں زبردست انقلاب لانے کی کوشش کی لیکن مسولینی
اس مٹی کا بنا ہوا نہیں تھا جس پر متذکرہ بالا اصولوں کا رتی بھر بھی اثر پڑتا۔ اپنے
جرمن ہمعصر ہٹلر کی طرح وہ بھی جرمن فلاسفر نٹشے کی اس تعلیم کا معتقد بن گیا۔ جو
علانیہ طور پر رحم۔ انصاف۔ دیا۔ مساوات۔ اخوت۔ آزادی۔ انسانی حقوق
وغیرہ صفات کو نوع انسان کی ترقی کیلئے زہر قاتل تصور کرتی ہے۔ نٹشے کی تعلیم
کا نچوڑ یہ بھی ہے۔ کہ عیسائیت جیسے مذاہب کا وجود انسانی ترقی کے حق میں
ایک لعنت ہے کیونکہ نٹشے کا آدرش تو Superman یعنی اعلیٰ ترین
انسان پیدا کرتا ہے۔ اور اسکے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ کمزور اور نکمے انسانی عناصر
کی زبردست کاٹ چھانٹ کیجائے۔ لیکن عیسائیت کے رحم اور اخوت وغیرہ کے
پرچار کیوجہ سے کمزور اور نکمے عنصر کو بھی زندہ رہنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور اسکا
نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ Superman پیدا نہیں ہو سکتے۔ مسولینی اسی
خیال کو لیکر اپنے ہم وطنوں یعنی اہالیان اٹلی کو دنیا کی اعلےٰ ترین اور برگزیدہ قوم
Supermen بنانے کا خواہشمند ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ جس طرح
کسی زمانے میں تمام مہذب دنیا پر رومن جھنڈا لہراتا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح
ان قدیم رومن فاتحوں کی یادگار کو تازہ کرتے ہوئے اطالوی پرچم چاردانگ عالم
میں لہرائے۔ مسولینی کی فلاسفی کے مطابق کسی بھی کمزور شخص یا کمزور قوم کو زندہ
رہنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ اٹلی کی عورتوں اور ماتاؤں کو بھی بہادر اور جانباز
سپاہیوں۔ جرنیلوں اور فاتحوں کی جنم داتا کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔

نہ کہ دفتروں کے کلرک یا مردوں کی فرصت کے وقت آرائشی کھلونے کی صورت ہیں۔

مسولینی کے طریقۂ کار سے کسی کو اتفاق ہو یا نہ ہو۔ لیکن اسکی صاف بیانی اور مردانہ روش قابل تعریف ہے۔ انگلستان اور فرانس کے سیاستدان جو کچھ جمہوریت کی آڑ لیکر کرتے رہے ہیں (اور تہذیب۔ جمہوریت اور ترقی کا نام لے لیکر نصف سے زیادہ دنیا کو بغیر ڈکار ہضم کر چکے ہیں) وہی کچھ مسولینی اپنی قوت بازو سے کر دکھلانا چاہتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جرمنی۔ اٹلی اور جاپان نے جمہوریت کے دعویدار انگلستان اور فرانس کی فریب کاریوں کو طشت از بام کرنیکی کوشش کی ہے۔ انکی منطق کے مطابق اگر انگلستان اور فرانس کی تمام طاقت دولت اور عظمت کا راز انکے وسیع مقبوضات اور عظیم الشان سلطنتوں میں ہے۔ تو جرمنی۔ اٹلی اور جاپان کو بھلا مقبوضات کی کیوں ضرورت نہیں؟ ہندوستان۔ فلسطین۔ مصر۔ آسٹریلیا۔ افریقہ کی آزادی کا اعلان کر لینے اور اپنی ضمیر کو پاک کر لینے کے بعد انگلستان کو یہ حق حاصل ہوتا ہے۔ کہ وہ مسولینی سے اس بات کی باز پرس کرے۔ کہ اس نے ابی سینیا کے نہتے لوگوں پر ظلم برسا کر انکے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں کیوں ڈالیں؟ اسیطرح مراکو۔ طرابلس۔ ٹڈغاسکر وغیرہ پر سے قبضہ ہٹا لینے کے بعد فرانس میں اٹلی یا جاپان سے انکی فتوحات کے پروگرام کے متعلق کچھ کہنے سننے کی اخلاقی جرأت ہو سکتی ہے۔ مسولینی کی تمام فلاسفی کا خلاصہ پنجابی شاعر کے الفاظ میں یہ ہے۔ کہ ؎

یہ دنیا منڈی اے زوراں نوں   لکھ لعنت ہے کمزوراں نوں۔

ہم میسرز لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لاہور کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اردو زبان میں زبردست قومی اور سیاسی لٹریچر شائع کرتے ہوئے اردو دان پبلک کی بڑی بھاری خدمت سرانجام دی ہے۔ اپنی سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے انہوں نے دنیا کی ایک زبردست ہستی مسولینی کے حالات زندگی کتابی صورت میں شائع کئے ہیں

لاجپت رائے بھون لاہور ۵ مئی ۱۹۳۹ء   چھبیلداس ممبر سرونٹس آف دی پیپل سوسائٹی

فی زمانہ ہر پڑھا لکھا شخص مسولینی کے نام سے بخوبی واقف ہے۔ مسولینی
اٹلی کا مطلق العنان ڈکٹیٹر اور ہر ہٹلر کا رفیق خاص ہے۔ اس کی تلوار نیام میں
رہنا نہیں جانتی۔ لڑائی کا بھوت ہر وقت اس کے سر پر سوار رہتا ہے۔ اس نے
اپنی طاقت کا لوہا ایک دنیا کو منوا دیا ہے۔ وہ طاقت کا پجاری ہر وقت اپنی سلطنت
کو وسیع کرنیکے منصوبے باندھا کرتا ہے۔ اسے اپنی قوتِ بازو پر۔ اپنے ملک پر اور اپنے
خونخوار درندہ صفت سپاہیوں پر پورا اعتماد ہے۔ اسی طاقت کے زعم میں وہ ایبے سینیا
کو ہڑپ کر گیا۔ اور ڈکار تک نہ لی۔ ابھی پچھلے دنوں یک۔بیک البانیہ کا رخ کیا اور
یورپ کی واحد مسلمانی سلطنت کو آن واحد میں صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔

یہ کتاب اسی مسولینی کی سوانح حیات ہے۔ اور لطف یہ کہ خود نوشت اور اب اسی
کتاب کو ناظرین کے تفنن طبع کیلئے زر کثیر صرف کر کے پہلی مرتبہ اردو میں پیش کر رہے
ہیں اسکی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ انگریزی زبان میں یہی کتاب لاکھوں کی تعداد میں
فروخت ہو چکی ہے۔ یہ مسولینی کے سوانح حیات کا ایک سچا مرقع ہے۔ جو واقعات
اس میں درج کئے گئے ہیں۔ وہ حرف بحرف صحیح ہیں۔ یہ جدا بات ہے۔ کہ بہت
سے لوگ مسولینی کو اس کی لوٹ۔ مار کی پالیسی کی وجہ سے پسند نہیں کرتے لیکن یہ
ماننا پڑیگا۔ کہ مسولینی کی شخصیت فی زمانہ ایک زبردست شخصیت ہے۔ اور دوسری
طاقتیں اس سے خوف کھاتی ہیں۔ مسولینی کا سب سے بڑا کام یہ ہے۔ کہ اس نے

اٹلی میں ایک نئی طرز حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور اُس پر ایک شاندار عمارت کھڑی کر دی

مسولینی کا قول ہے۔ کہ زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ اور زمانے کے ساتھ ساتھ نظام حکومت کو بھی بدل دینا چاہیئے۔ مسولینی نے اپنی زندگی میں عجیب و غریب انقلاب دیکھے ہیں۔ کبھی وہ سوشلسٹ تھا۔ اور کبھی لبرل۔ اور پھر جمہوریت پسند۔ اور اب فیسسٹ۔ وہ خود کہتا ہے۔ کہ جو خیال آج ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ وہی کل غلط ثابت ہوتا ہے۔ خیال کے ساتھ ساتھ انسان کو بھی بدلنے کی ضرورت ہے۔

مسولینی ایک ذمہ دار۔ فیاض اور بہادر جرنیل ہے۔ اُسے اپنے اُوپر پورا بھروسہ ہے۔ اُسکا اصول ہے۔ کام کرنا اور حکم ماننا یعنی ڈسپلن۔ دراصل فیسسٹ تحریک کی بنیاد بھی اس اصول پر قائم ہے۔ اس تحریک نے اٹلی میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ایک مردہ قوم کو زندہ کر دیا۔ ورنہ اٹلی جمہوریت کا شکار ہو کر دم توڑ چکا تھا۔ اٹلی کو از سر نو زندہ کر دینے میں مسولینی کو جن مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مسولینی کے اپنے قلم سے اس دلچسپ کتاب میں ملاحظہ فرمایئے۔ کئی مرتبہ تو اس نے اپنے ملک کی خاطر اپنی جان تک خطرے میں ڈال دی۔ لیکن آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ آج دنیا کی تمام قومیں اُسے خوف اور ہراس کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ مسولینی استقلال کا پُتلا۔ اور میدانِ رزم کا جانباز سپاہی ہے۔ مگر ملک گیری کی ہوس اور خونریزی کا شوق اسے چلا بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ دنیا میں بدامنی کا ذمہ وار گردانا جا رہا ہے اور یہی وجہ ہے۔ کہ بدنام بھی ہے۔ بہر صورت کتاب نہایت دلچسپ ہے۔ قارئین اُسے پڑھ کر محظوظ ہی نہ ہونگے۔ بلکہ مستفید بھی۔

مئی ۳۹ء　　　　　　　　سوم پرکاش

بنیٹو مسولینی کی خود نوشت سوانح حیات

پہلا باب

جوانی

مجھے اس باب کو "زندگی کے پہلے قدم" کہنا چاہیئے تھا۔ میرے متعلق جو کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں وہ تقریباً باقاعدہ پہلے صفحہ پر میری پیدائیش کے بارے میں ذکر اذکار کرتی ہیں۔ مگر وہ بیانات میری یادداشتوں سے لئے گئے ہیں۔ میں بھی ان بیانات کو دھراتا ہوں میں ۱۹ جولائی سنہ ۱۸۸۲ء کو ورانوڈی کاسٹا میں پیدا ہوا۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ مکانات پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کی دیواروں پر کبھی

دھوپ اور کبھی چھایا عجب رنگ دکھاتا رہتا ہے۔ مجھے یہ نظارہ اچھی طرح
یاد ہے۔ میرے گاؤں کی ہوا بڑی صاف اور شفاف اور اس کا منظر نہایت
ہی پر لطف تھا۔ اور یہاں سے دوویا گاؤں اچھی طرح دکھائی پڑتا تھا۔
دوویا پریداپیو کے ضلع میں واقعہ ہے جو اٹلی کے شمال مشرق کی طرف ہے۔
میں اتوار کے دن بعد دوپہر دو بجے کے قریب اس دنیا میں آیا۔
اسدن اتفاق سے کیمینٹ کے پرانے کلیسا کے ایک سرپرست مہاتما کا دن منایا
جا رہا تھا اور بڑی رونق تھی۔ میرے گاؤں میں ایک پرانے مینار کے کھنڈرات
بھی ہیں جن پر چڑھ کر ایک وسیع میدان کا منظر دکھائی پڑتا ہے۔ ایپی نائین پہاڑ
کی موسم سرما میں برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں سے لے کر روال ڈینو تک جہاں
گرمیوں میں اِتنا کو دھندسی چھا جاتی ہے۔ کوسوں تک ایک اونچا اور نیچا میدان
ہی میدان نظر آتا ہے۔

مجھے پریداپیو کے علاقہ کے متعلق اپنی یاد کو تازہ کر لینے دیجئے۔ تیرھویں صدی
میں تو یہ علاقہ بڑا ہی مشہور تھا۔ اور (۱) کے وقت میں تو یہاں بڑے بڑے خاندان
رہا کرتے تھے۔ اس سرزمین میں گندھک بہت ہوتی ہے۔ اسی لئے پکے
انگوروں کی جو شراب بنتی ہے۔ وہ معطر ہوا کرتی ہے۔ یہاں کئی پانی کے چشمے
بھی ہیں جن میں آئیوڈین پائی جاتی ہے۔ غرض وادی میں یا دامن کوہ
میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرانے قلعوں اور میناروں کے کھنڈرات ابھی
تک کھڑے ہیں۔ ان کی پرانی دیواریں نیلگوں آسمان کے نیچے اپنی مٹیالی رنگت
کو لئے ہوئے صدیوں کی مضبوطی کی گواہی دے رہی ہیں۔ یہ خاک مجھے نہایت
ہی پیاری ہے۔ کیونکہ آخر میرے ملک کی خاک ہے۔ نسل اور ملک کے اثرات
تو آپ سب پر واضح ہی ہیں۔

(۱) Renaissance

میرے خاندان کے متعلق بہت لوگوں نے تحقیقاتیں کیں ہیں۔ یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ میرا شجرۂ نسب آسانی سے مل سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے گاؤں کے گرجے میں ایسے اندراجات موجود ہیں۔ جن سے سب کچھ پتا لگ سکتا ہے میرے آباؤ اجداد نہایت ہی شریف تھے۔ اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے اور چونکہ زمین بہت زرخیز تھی۔ وہ کافی کما لیا کرتے تھے۔ اور نہایت ہی عیش اور آرام سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

مسولینی خاندان تیرھویں صدی میں شہر (Bologna) بولونا میں ایک بڑا مشہور خاندان تھا۔ ۱۲۷۰ء میں گاوٗنی مسولینی Giovauni Mussolim اس جنگجو اور سخت جان خاندان کے ایک بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان کا تعلق (Predappio) پریڈاپیو کے ایک بڑے خاندان سے بھی تھا۔ اور یہ دونو خاندان بولونا (Bologna) پر حکمران تھے۔ اس شہر میں فرقہ وارانہ دھڑے بندیوں کی وجہ سے ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اور اکثر رد و بدل ہوتا رہتا تھا۔ ان دنوں مسولینی خاندان کو بھی وہاں سے نکل کر (Argelato) آرگی لیٹو میں جانا پڑا اور متفرق ہو کر آس پاس کے علاقوں میں بسنا پڑا۔ اس خاندان کو بہت سے مصائب سہنے پڑے۔ اور گردش زمانہ کی وجہ سے مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔

سترھویں صدی میں میرے بزرگوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اٹھارویں صدی میں ایک شخص مسمی مسولینی لنڈن میں رہا کرتا تھا۔ میرے ملک کے لوگ ہیں تو بڑے دل چلے اور بہادر۔ وہ دور دراز ملکوں میں چلے جایا کرتے تھے۔ یہ شخص مسولینی جو لنڈن میں رہتا تھا۔ علم موسیقی کا بڑا استاد تھا۔ اور مجھے جو وائلن Violin بجانے کا بڑا شوق ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اسی سے ورثہ میں پایا ہے۔ اور اب بھی کبھی کبھی دل بہلانے کے لئے میں وائلن (Violin) بجا لیتا ہوں۔ اور

مجھے دن بھر کے فکروں سے رہائی مل جاتی ہے ۔

انیسویں صدی میں تو ہمارے خاندان کا صاف پتہ چلتا ہے ۔ میرے دادا فوج میں لفٹنٹ کے عہدے پر ممتاز تھے ۔ میرے والد صاحب لوہار کا کام کرتے تھے ۔ اور بڑے تنومند اور مضبوط تھے ۔ اور ان کے ہاتھ بڑے بڑے اور خوب گھٹے ہوئے تھے ۔ ہمارے پڑوسیوں نے اُن کا نام السنڈرو ( ) رکھ چھوڑا تھا ۔ میرے والد کا دل و دماغ سوشلزم Socialism کے خیالوں سے بھرا ہوا تھا ۔ اور انہیں اس قسم کی تحریکوں اور خیالوں کے ساتھ پوری پوری ہمدردی تھی شام کو جب اپنے دوستوں میں بیٹھتے ۔ تو یہ ہی بات چیت ہوتی رہتی ۔ اور میرے والد کی آنکھیں روشنی سے چمکنے لگتیں ۔ بین الاقوامی تحریکیں بھی میرے والد کو بہت پسند تھیں ۔ یہاں تک کہ بہت سی مجلسی تحریکوں کے چلانے والوں کے زمرہ میں میرے والد بھی تھے ۔ اس قسم کے لوگ جن کا کام بھلائی کرنا ہے ۔ اکثر دنیا میں پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں ۔ وہ خیال کرنے لگتے ہیں ۔ کہ ان کے باہمی مشورے ساری دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں : امراء کی مجوزہ تدبیریں عالم کو نجات دلادیں گی اور جو وہ کہتے ہیں ۔ اُسکے لئے دوام ہے ۔

مسولینی خاندان نے اپنے متعلق کچھ یادگاریں بھی چھوڑی ہیں ۔ مثلاً شہر (Bologna) میں مسولینی نام کی ایک گلی ابھی تک موجود ہے ۔ اور اسی شہر میں ایک مینار اور ایک چوک بھی اسی نام کا ہے ۔ پرانے کاغذات میں اس خاندان کے Coat of Arms کا بھی ذکر ہے ۔ جو کہ نہایت ہی شاندار اور خوشنما بنا ہوا ہے ۔ اس Coat of Aims کی زمین زرد اور اس پر چھ سیاہ رنگ کے نقش و نگار ہیں ۔ جو مسولینی خاندان کے بہادر اور شجاع ہونے کے نشانات ہیں ۔

میرے بچپن کا زمانہ اب بہت دور رہ گیا ہے۔ پھر بھی کبھی اُس وقت کی یاد میرے سامنے آجاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں اگرچہ بڑا ہو گیا ہوں۔ اور بچہ نہیں ہوں مگر دوپہر کا وقت ہے۔ اور میں کھیل رہا ہوں۔ کبھی بادل گرجیں۔ تو ویسا ہی سماں بندھ جاتا ہے۔ وہ یاد ایسی ہی ہے جس طرح موسم بہار میں بارش کے بعد جب زمین گیلی ہوتی ہے۔ تو قسم قسم کی خوشگوار خوشبوئیں ہمارے دماغ کو معطر کرتی ہیں۔ یا کسی آنے والے کے پاؤں کی آہٹ دل کو فرحت بخشتی ہے ؛

مجھے کوئی ایسی بات تو یاد نہیں پڑتی۔ جس سے معلوم ہو۔ کہ میرے والدین میری ذہانت یا لیاقت پر بڑے نازاں تھے۔ میں کوئی اچھا لڑکا نہ تھا۔ نہ ہی میں اپنی جماعت میں اول نمبر پر رہتا تھا۔ کہ مجھ پر میرے والدین فخر کر سکیں۔ یا میرے ہم جماعتی مجھے حسد کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ میری طبیعت میں بے چینی بہت تھی۔ اور ابھی تک ہے۔ اُن دنوں مجھے یہ سمجھ نہ آتی تھی۔ کہ اگر کوئی کام کرنا ہو۔ تو اُس میں دیر کیوں کی جاوے۔ مجھے چین تب بھی نہ تھا اور نہ اب بھی ہے ؛

جوانی کے زمانے میں بھی جلیسے کہ اب بھی میں ارادہ کرتے ہی کام کرنے لگ جاتا تھا۔ جب میں اپنے بچپن کے زمانے پر نظر دوڑاتا ہوں۔ تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچپن کوئی خاص اچھا یا غیر معمولی نہ تھا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے۔ کہ میرے والد کے سر کے بال بالکل سیاہ تھے۔ وہ مزاج کے اچھے اور ہنس مکھ تھے۔ اور خوش شکل تھے۔ اور آنکھوں سے متانت ٹپکتی تھی۔ اور مجھے یہ بھی یاد ہے۔ کہ جس گھر میں میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی پتھر کی دیواروں میں سبز کائی لگ رہی تھی۔ اور پاس ہی ایک نالہ سا بہتا تھا۔ اور تھوڑے فاصلہ پر ایک دریا بھی تھا۔ اُن دنوں میں پانی کچھ زیادہ نہ تھا۔ مگر موسم خزاں میں یا جن موسموں میں بارش زیادہ ہوتی تھی۔ اُن میں پانی زور سے بہنے لگتا تھا۔ اور تب میرا دل بہت خوش ہوتا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے۔ کہ

مجھے اُن میں کھیلنے کودنے کا موقعہ ملتا تھا۔ چنانچہ اپنے بھائی آرنیلڈو (Arnaldo) کے ساتھ جو کہ آج کل ایک اخبار (Popolod Atalia) کے مدیر ہیں۔ میں خوب نہاتا۔ اور پانی کا رُخ بدلتا رہتا تھا۔ اسی طرح جب پرندے اپنے گھونسلوں میں بچے دیتے۔ تو میں اُن کے انڈے اور بچے نکال لایا کرتا۔ مجھے ایسی باتوں میں قدرت کے کرشمے سمجھ میں آجاتے۔ اور ردوبدل کا قانون بھی سمجھ میں آجاتا۔ مجھے جانوروں کے بچے بڑے پیارے لگتے تھے۔ اور میں اُن کی بچپن میں ایسی ہی حفاظت کرتا تھا۔ جیسے کہ اب کرتا ہوں۔

اُس زمانے میں میں اپنی والدہ سے بڑا پیار کرتا تھا۔ وہ اکثر خاموش رہتیں۔ اور نہایت ہی نرم دل۔ مگر سخت بھی تھیں۔ میری والدہ کا نام (Rosa) روزا تھا۔ انہوں نے نہ صرف ہم کو ہی پالا۔ بلکہ ایک پرائمری سکول میں پڑھانے بھی جایا کرتی تھی اگرچہ اس وقت مجھے کچھ زیادہ سمجھ نہ تھی۔ پھر بھی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ میری والدہ نہایت ہی باوفا اور صابرہ تھیں۔ میں ان کو ناراض کرنے سے بہت ڈرتا تھا۔ جب کبھی میں کوئی شرارت کرتا۔ یا مجھے کوئی شیطانی سوجھتی۔ تو میں اپنی دادی یا ہمسایوں کو تو خبر ہونے دیتا۔ مگر میری والدہ کو کبھی پتہ نہ لگنے دیتا تھا۔

سب سے پہلے میں نے الف۔ ب سیکھی۔ اور مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ پھر مجھے مدرسے جانے کا خیال ہوا۔ مدرسہ میرے گھر سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور (Predappio) پریداپیو کے مقام پر تھا۔ اور میرے والد کے ایک دوست جن کا نام (Marani) مارانی تھا۔ ہمارے اُستاد تھے۔

مدرسے میں میں اِدھر اُدھر پھرتا رہتا۔ اور مجھے اس بات کا بالکل خیال نہ تھا۔ کہ مدرسے کے طالب علم دوسرے گاؤں کے طالب علم کو پسند نہیں کرتے لڑکے مجھ پر پتھر برساتے۔ اور میں بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ میں اکیلا ہوتا۔ اور

وہ بہت سے۔ مگر پھر بھی بڑا ہی مزا آتا۔ سب دنیا میں بچوں کا یہ ہی حال ہے
آپس میں خوب لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اور پھر دوست بھی بن جاتے ہیں۔ میں لڑتا تو
سہی۔ مگر مجھے چوٹیں بہت آتیں۔ اور میں ان چوٹوں کو اپنی والدہ سے چھپاتا پھرتا تاکہ اُس
کو یہ معلوم نہ ہو جائے۔ کہ میں مدرسے میں دوسرے بچوں کے ساتھ لڑتا ہوں۔ اُسے ان
باتوں کا علم نہ تھا۔ شام کو جب کھانا کھانے بیٹھتے۔ تو میں اپنا ہاتھ روٹی لینے کے لئے
نہیں بڑھاتا تھا۔ کیونکہ ہاتھ پر تو چوٹ لگی ہوتی تھی۔ اور والدہ ضرور دیکھ لیتی *

تھوڑے دنوں بعد یہ لڑائی جھگڑا ختم ہو گیا۔ کیونکہ آخر کھیل تو تھی ہی۔ کوئی
دشمنی تو نہ تھی۔ میرے ہم عمر طالب علم میرے دوست بن گئے۔ بچپن کے زمانہ کی
دوستیوں کی بنیاد بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ کچھ سال گزرے ہیں Predappio
پریڈاپیو میں ایک برفانی طوفان آیا۔ اور وہاں کے باشندوں کی جانیں خطرہ میں
پڑ گئیں۔ میں نے ایک نیا گاؤں آباد کرنے کا حکم دے دیا۔ جس کا نام (Predappio
Nuovo) یعنی نیا پریڈاپیو رکھا گیا۔ مجھے اپنے بچپن کے گھر کا خیال آ گیا۔ اور مجھے
اچھی طرح سے یاد تھا۔ کہ بچپن کے زمانے میں میں اپنے گاؤں سے اس وسیع میدان
کو دیکھا کرتا تھا۔ جہاں اب (Mendola) مندولا کی پرانی سڑک دریائے رابی
Rabbi کے اوپر سے گزرتی ہے۔ اور وہ گاؤں اُسی جگہ آباد تھا۔ آج میرا بسایا ہوا
نیا پریڈاپیو خوب ترقی کر رہا ہے۔ اور اُس کے پکے دروازے پر (Fascism) کا
نشان موجود ہے۔ اور وہ الفاظ میری قوتِ ارادہ کا مظاہرہ ہیں *

اس مدرسے کی سب سے اوپر کی جماعت پاس کرنے کے بعد مجھے والدین
نے بورڈنگ سکول (Boarding School) میں بھیج دیا۔ یہ مدرسہ ایک شہر
(Faenza) فائنزہ میں واقعہ تھا۔ اور پندرھویں صدی سے چینی کے برتن بنانے
میں مشہور تھا۔ ہمارا مدرسہ سلیسیانی (Salesiani) پادریوں نے قائم کیا ہوا

تھا۔ یہاں سب کام وقت پر اور باقاعدہ کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ صبح سویرے ہی اٹھنا پڑتا تھا۔ اور دن بھر مطالعہ کرنا پڑتا تھا۔ اور رات ہوتے ہی سو جانا پڑتا تھا۔ گویا اب میں گھر سے باہر نکل پڑا تھا۔ اور سفر کرنے لگ گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ اپنے گاؤں اور گھر سے دوری کا بڑھتا ہی گیا ۔

مجھے شہر (Forly) فورلی دیکھنے کا بھی موقعہ ملا۔ شہر تو بہت بڑا تھا۔ مگر مجھے کچھ اچھا نہ لگا۔ پھر میں (Revenna) ریونیا گیا۔ یہاں میری والدہ کے رشتہ دار رہا کرتے تھے ۔ اور موسم گرما کی تعطیلوں میں ہم سب اُن کے ملنے کو بھی جایا کرتے۔ یہ شہر کچھ بہت دور نہ تھا۔ مگر بچپن کے زمانہ میں بڑا دور لگا کرتا تھا۔ اُس وقت تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہم پہاڑوں اور وادیوں کو طے کر کے سمندر کے کنارے جا رہے ہیں۔ جس طرح کسی زمانے میں (Marco Polo) مارکو پولو گیا ہوگا۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ (Revenna) ریونیا گیا ہوں۔ اور میں نے اُس شہر کے ہر ایک حصے کو دیکھا ہے ۔ اور اس میں بہت سے آثار قدیمہ بھی ہیں۔ اور نہایت ہی خوشنما عمارتیں اور صنعت و حرفت جو نہایت ہی عجیب و غریب تھی۔ اس بات کی شاہد تھی کہ ایک تواریخی مقام ہے ۔ ابھی تک اُس شہر کی خوبصورتی کا اثر میرے دل پہ باقی ہے۔ میرے خیالوں کو بڑی وسعت ہوئی۔ اور میں اُس شہر کی تہذیب اور تمدن سے بہت متاثر ہُوا ۔

(Dante) ڈانٹے کے مزار اور گرجوں اور نہروں کو جن میں کشتیاں چل رہی تھیں۔ اور دلکش (Adriatic Sea) ایڈریاٹک سمندر کو دیکھ کر میرے دل پہ بڑا ہی اثر ہوا۔ یہ سب میرے لئے نیا اور عجیب تجربہ تھا۔ میرا دل اور دماغ گویا کہ بالکل کشادہ ہو گیا۔ اور ان میں نئے خیالات سما گئے ۔ میری والدہ کے رشتہ داروں نے چلتے وقت مجھے ایک جنگلی بطخ دے دی۔ جو لڑا بھی کرتی تھی۔ میں اور میرا بھائی

(Arnaldo) آرنالڈو اس طلح کو اپنے گاؤں کے نزدیک والے دریا میں لیجایا کرتے اور سدھایا کرتے ۔

میرے والد میری تربیت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے ۔ وہ ضرورت سے زیادہ توجہ مجھے دیتے ۔ اور اس طرح ہم دونوں میں بڑی دوستی ہوگئی ۔ اور یہ تعلق جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا مضبوط ہوتا گیا ۔ اول ہی اول تو مجھے بھاپ کے انجن سے چلنے والی مشینیں جو ہمارے اپنے کھیتوں میں کام کرتی تھیں ۔ بڑی اچھی لگنے لگیں ۔ یہ ابھی جاری ہی ہوئیں تھیں ۔ میں اپنے والد کے ساتھ ان مشینوں کو کام کرتے ہوئے دیکھنے کے لئے کھیتوں میں چلا جاتا ۔ اور میرا یہی دل چاہتا ۔ کہ میں بھی ان کی طرح کچھ کر کے دکھلاؤں ۔ مشین بالکل بھی ایک عجیب چیز ہے ۔ اور یہی وجہ ہے ۔ کہ انجینئر جو انجنوں کو چلاتے ہیں ۔ یا جہازوں کے اندر جو لوگ انجنوں کو تیل وغیرہ دیتے ہیں ۔ وہ ان انجنوں کو ایک زندہ چیز سمجھنے لگ جاتے ہیں ۔ اور ان سے ویسا ہی سلوک کرنے لگ جاتے ہیں جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ۔ یعنی کبھی غصہ ہونے لگتے ہیں ۔ اور کبھی پیار کرنے لگ جاتے ہیں ۔ اور بڑی فیاضی اور فراخ دلی ۔ اور متانت سے پیش آتے ہیں ۔

میں اپنے والد کے ساتھ دکان میں لوہار کا کام بھی کرتا تھا ۔ میں اُن کے ساتھ صرف ہاتھ کے کام میں ہی شرکت نہ کرتا تھا ۔ بلکہ جب میرے والد اپنے ہمسایوں کے ساتھ سیاسی اور مجلسی مسائل پر بات چیت کرتے تو پہلے تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ۔ کہ یہ صرف لفظی بحث مباحثہ ہی ہے ۔ مگر میں اُن باتوں کو سمجھنا ضرور چاہتا تھا ۔ بچہ ہونے کی وجہ سے اُن کی طول طویل دلائل میری سمجھ میں نہ آتی تھیں ۔ اور نہ مجھے یہ سمجھ آتی تھی ۔ کہ پولیس کیوں ان لوگوں کے پیچھے لگی رہتی ہے ۔ اور ان کی باز پرس ہوتی رہتی ہے ۔ مگر اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ لوگ بڑے زبردست تھے ۔ اور اپنے

خیالات کا اثر دوسروں پر ڈالتے تھے۔ میرے دل اور دماغ پر بھی آہستہ آہستہ اُن کے سیاسی خیالات کا اثر پڑتا جاتا تھا۔ اور وہ دن بھی دور نہ تھا جب ان خیالات کا سِٹہ نکلنے والا تھا ؛

میں بچپن میں ہی اس بات کا احساس کر رہا تھا۔ کہ ہماری چھوٹی سی دنیا غربت اور مفلسی کا شکار ہو رہی ہے۔ اور تکلیف میں ہے۔ عوام کے دلوں میں ایک گہرا اور پوشیدہ کینہ گھر بنا رہا تھا۔ بڑے بڑے زمیندار جو نہ تو اپنی دولت سے اور نہ ہی اپنی علمیت سے عوام کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ غریبوں کے گلے میں پتھر ہو کر لٹک رہے تھے۔ اور بچارے غریب بوجھ تلے دبے جا رہے تھے۔ یہ صرف اُس علاقے کا ہی حال نہ تھا۔ جس میں میں رہتا تھا۔ بلکہ تمام اٹلی کی بھی یہ ہی حالت تھی۔ جو لوگ میرے والد سے ملنے آتے۔ اور اس حالت زار کے متعلق غصہ میں آکر بات چیت کرتے۔ وہ مجھے ابھی تک یاد پڑتا ہے۔ ان میں بہت سے نزاعِ واقعہ کو بیان کرتے۔ اور کچھ صلاحیت۔ کا راستہ بھی بتلاتے۔ جس سے امید کا دروازہ کھل سکے۔ اسی زمانے میں جبکہ ابھی میں کم سن ہی تھا۔ میرے والدین نے وقت کو غنیمت جانا۔ اور آپس میں صلاح مشورہ کرکے مجھے بھی ایک نئے راستہ پر ڈالا۔ یہ اُن کا ایسا خیال تھا۔ کہ دستکاری وغیرہ میری قابلیت سے کہیں نیچے ہیں۔ اور میرے لئے وہ کچھ اور ہی تجویز کرنا چاہتے تھے۔ جس میں میری لیاقت بھی ظہور پذیر ہو۔ میری والدہ تو اکثر کہا کرتیں۔ اور مجھے خوب یاد ہے۔ کہ یہ لڑکا تو بڑا ہی ہونہار معلوم ہوتا ہے ؛

اُس وقت تو میں نے والدہ کے ایسے نتیجے پر پہنچنے کی بہت پرواہ نہ کی کیونکہ مجھے پڑھ لکھ کر ایک عالم بننے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ اگر میں نارمل سکول میں نہ بھی پڑھا۔ اور معلم نہ بھی بنا۔ تو مجھے کچھ کسیارہ نہ رہیگا۔ مگر میرے گھر والے ٹھیک کہتے تھے۔ مجھے علم حاصل کرنے کا بہت شوق ہو گیا۔

اور میں اپنی لیاقت کو بڑھاتا رہا۔

میں آخر نارمل سکول چلا ہی گیا۔ یہ سکول (Forlimpoph) فارلم پوپلی کے شہر میں ہے۔ جب میں اس چھوٹے سے شہر میں پہنچا۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔ کہ یہاں کے لوگ بڑے خوش مزاج اور محنتی تھے۔ تجارت اور دوکانداری اُن کا کام تھا۔ سکول کے سربراہ اس وقت Valfredo Carducci) ولفریڈ کارڈوکی تھے۔ جوکہ اس وقت کے ایک مشہور شاعر (Giosue Carducci) گیاسو کارڈوکی کے بھائی تھے۔ اس شاعر نے اٹلی کے قدیمی شعرا سے بہت کچھ سیکھا تھا۔

معلم یا استاد بننے کے لئے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑا۔ اُس وقت معلم کا سرٹیفکیٹ لینے میں چھ سال لگا کرتے تھے۔ اور لکھنے پڑھنے کا کام بہت کرنا پڑتا تھا۔ مجھے زیادہ محنت کرنے کی عادت نہ تھی۔ جب میں امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ تو مجھے اُس وقت کے مروجہ طریقہ تعلیم میں اصلاح کرنے کا شوق ہوگیا۔ بلکہ اُسی دن سے مجھے یہ بھی معلوم کرنے کا شوق ہوگیا۔ کہ ایک مجمع یا گروہ جب اُس کے احساسات کو اُبھارا جاتا ہے۔ تو کس طرح وہ مجمع یا گروہ عملی مظاہرہ کرتا ہے! اور وہ شوق میرا ابھی تک جاری ہے۔

میں اس زمانے میں کچھ زیادہ پابندی میں نہیں رہتا تھا۔ اور بعض دفعہ خراب کام بھی کر بیٹھتا تھا۔ جوانی میں انسان بے بس ہوکر کئی بیوقوفانہ حرکتیں بھی کر لیتا ہے۔ مجھے آخر معافی مل جایا کرتی۔ میرے استاد میری طبیعت کو جان گئے تھے۔ اور اکثر فیاضی سے کام لیا کرتے تھے۔ مگر مجھے اسباب کا ابھی تک پتہ نہیں چلا ہے۔ کہ اُن کے ایسے رویہ میں کہاں تک میری شخصیت کا اثر ہے۔ اور کس حد تک میرے والد کے اخلاق اور اُن کی سیاسی ذکاوت کا اثر شامل ہے۔

بہر حال آخر مجھے معلمی کا سرٹیفکیٹ مل ہی گیا۔ بہت لوگ جو پہلے معلم ہوتے تھے۔ آخر سیاسیات میں جا پہنچتے۔ مگر مجھے تو اس وقت اپنے لئے نوکری تلاش کرنے کی فکر پڑی۔ سفارشی خطوط اور بڑے بڑے آدمیوں کی سفارشیں ڈھونڈنے کے درپے ہوا۔ د Reggio Emilia) ریگو امیلیا کے صوبہ میں ایک جگہ د Gualturi) گال تری ہے۔ وہاں ایک معلم کی جگہ خالی تھی۔ مقابلہ زبردست تھا۔ مگر میں کامیاب ہو گیا۔ ایک سال تک معلمی کرتا رہا۔ سال کے آخر پر جب سکول بند ہونے والا تھا۔ تو میں نے ایک جواب مضمون لکھوایا جس کا عنوان یہ تھا "ہمت کے آگے فتح ہے"۔ میرے استادوں نے مجھے بہت تحسین دی۔ سکول بند ہو گیا۔ میں اپنے گھر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ آخر (Predappio) پریڈاپیو ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ میں جا کر کرتا بھی کیا۔ ہاں والدین کا پیار ضرور وہاں ملتا۔ مگر دل اور دماغ کے پاؤں کہاں پر پھیلاتا۔ اس گاؤں کی دنیا میرے لئے بہت تنگ تھی۔ میں اب ہشیار ہو گیا تھا۔ اور مجھے اپنے مستقبل کا احساس ہوتا جاتا تھا۔ آخر مجھے بھاگ نکلنے کی سوجھی۔ میرے پاس روپیہ تو بہت ہی تھوڑا تھا۔ مگر حوصلہ ڈھیروں تھا۔ گھومنے کا خبط سر پر سوار رہا۔ سرحد سے پار ہو کر سوئٹزرلینڈ ' Switzerland جا پہنچا۔

مسافرت میں جو مشکلات اور مصائب پیش آتے ہیں وہ ظاہر ہی ہیں۔ انہوں نے میری زندگی کو بنا دیا۔ جوں جوں سفر کرتا۔ دن بدن مضبوط ہوتا جاتا۔ میں اس نئے راستہ پر ایک انسان اور سیاست دان ہونے کی حیثیت سے چلتا تھا۔ میرے اندر کا استقلال مجھے سہارا دیتا تھا۔ میں کوئی بڑا لیڈر تو بننا نہیں چاہتا تھا۔ مگر انکساری کے عالم میں بھی مجھے اندر کا غرور چلائے جاتا تھا۔ اور مجھے اپنی اصلی لیاقت پر بڑا ہی بھروسہ تھا۔ میں گویا اپنے آپ کو اندر سے دیکھ رہا تھا۔

میں اُن مشکلات کا جو مجھے پیش آئیں۔ نہایت ہی مشکور رہوں۔ بہت سے

دل خوش کُن واقعات بھی نصیب ہوئے۔ مگر اُن سے کیا حاصل۔ مشکلات نے میری قوتِ ارادی کو مضبوط کر دیا۔ اور مجھے زندگی گذارنے کا ڈھنگ آگیا۔ میرے لئے تو باقاعدہ امیروں کی ملازمت اگرچہ آرام دہ ثابت ہوتی۔ مگر میرا انجام نہایت ہی خوفناک اور پُر از ہلاکت ہوتا۔ جب عالم میں سب طرف بڑے ہی دلچسپ واقعات ظہور میں آتے رہتے ہوں۔ تو میں کس طرح ایک دقیانوسی زندگی گذارتا رہتا۔ ملازمت کی زندگی ایک بے لذت سی زندگی ہے۔ سالوں ترقی کا انتظار کرو۔ کب بوڑھے ہو۔ تو پنشن ملے۔ بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی۔ میرا تو تب تک سب کچھ ختم ہو لیا ہوتا۔ یہ زور اور طاقت جو اب مجھ میں ہے۔ مشکلات اور ناکامیابیوں کی وجہ سے تو ہے۔ جدوجہد کا یہ ہی تو پھل ہے۔ مسافرت کے خوش کن منظر کہاں یہ زور اور طاقت دے سکتے تھے۔

سوئٹزرلینڈ میں رہ کر میں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ اُن کی مدت تو زیادہ نہ تھی۔ مگر تھیں نہایت ہی شدید۔ پہلے تو میں مزدوری کرتا رہا۔ اور معماروں کا کام کرتا رہا۔ اور عمارت سازی جیسے سخت کام میں ہی خوش تھا۔ پھر میں نے اطالیہ زبان سے فرانسیسی اور فرانسیسی سے اطالیہ میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ اور جو کام ہاتھ آگیا۔ وہی کرنے لگا۔ میں اپنے دوستوں سے مل کر خوش ہو لیتا تھا۔ پھر میں اُن لوگوں میں جو ملک سے باہر جاتے۔ یا اندر آتے۔ یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے دلچسپی لینے لگ جاتا۔ ایسے معاملوں میں دخل دینے سے مجھے کوئی روپیہ پیسہ نہیں ملتا تھا۔ بلکہ جو لوگ ایسے طریقوں سے روپیہ کماتے تھے۔ اُن سے مجھے سخت نفرت تھی۔ ایسی امیری مجھے بالکل ناپسند تھی۔ اُن دنوں میں اکثر بھوکا رہتا۔ مگر میں کبھی کسی سے روپیہ قرض نہ لیتا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہ میں یہ بھی گوارا نہ کرتا تھا کہ لوگ مجھ پر ترس کھا کر مجھے کچھ دیں۔ اور نہ ہی میں اپنے سیاسی دوستوں سے کچھ لیتا تھا

میں نے اپنی ضروریات کو بالکل کم کر رکھا تھا۔ اور اُن کے پورا کرنے کے لئے مجھے روپیہ گھر سے آجاتا تھا۔

وہ علوم جو ہماری مجلسی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں خوب شوق سے مطالعہ کیا کرتا تھا۔ لاسان (Laussane) کے شہر میں (Preto) پریٹو صاحب علم اقتصادیات پر کچھ لکچر دے رہے تھے۔ میں وہ لکچر سنا کرتا۔ دن بھر جب ہاتھوں سے کام کرتے کرتے تھک جاتا۔ تو لکچر سننے سے دماغی تفریح ہو جاتی۔ نئی نئی باتیں سیکھنے سے طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔ اور (Preto) پریٹو صاحب آنے والے اقتصادی نظام کے بنیادی اصول نہایت خوبی سے بیان کیا کرتے تھے۔ جس دن لکچر نہ ہوتے۔ میں سیاسی سوسائٹیوں میں چلا جاتا تھا۔ اور وہاں تقریریں کرنے لگ جاتا تھا۔ بعض دفعہ میری تقریریں سخت ہوا کرتیں۔ اس لئے حکومت نے مجھے دو ضلعوں سے یعنی جینوا (Geneva) اور لاسان (Laussane) سے نکل جانے کا حکم دے دیا اتفاق سے (Preto) پریٹو صاحب کے لکچر جو یونیورسٹی میں ہو رہے تھے۔ ختم ہو گئے۔ میں پھر دوسری جگہ چلا گیا۔ ۱۹۲۲ء میں جب میں اٹلی میں وزیر اعظم تھا۔ تو مجھے پھر لاسان جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر ایک کانفرنس تھی۔ جس میں میں بھی شریک تھا۔ اس وقت میں دوبارہ وہ مقامات دیکھنے گیا۔ جہاں میں اکثر پہلے جایا کرتا تھا۔ اور میں نے اپنی پرانی یاد کو تازہ کیا۔

اب سوئٹزرلینڈ میں میرا رہنا مشکل ہو گیا۔ پھر حب الوطنی نے جوش مارا۔ تو میں نے واپس اٹلی جانا چاہا۔ علاوہ بریں مجھے جبری طور پر فوج میں بھرتی ہونا تھا۔ اور کام سیکھنا تھا۔ اس واسطے میں اٹلی چلا آیا۔ سب سے ملنے کے بعد اور سفر کے متعلق سوال و جواب ہونے کے بعد میں اپنی رجمنٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ رجمنٹ تو اٹلی کے مشہور شہر (erona) ورونا میں مقیم تھی۔ اور رجمنٹ کا نام (Dersaghere)

برساگ لیری تھا۔ اور سپاہیوں کی ٹوپیوں میں سبز رنگ کے مرغ کے پر لگے رہتے تھے۔ اور وہ اپنی تیز چال کے لئے بڑے مشہور تھے۔ اور نہایت ہی جوشیلے مگر قاعدوں کے بڑے پابند تھے۔ مجھے سپاہیانہ زندگی بڑی پسند تھی۔ اپنی مرضی سے دوسروں کا حکم ماننا میری طبیعت کے مطابق تھا۔ لوگ مجھے انتہا پسند دل چلا اور باغیانہ قماش کا انسان سمجھتے تھے۔ مگر کپتان میجر اور کرنل صاحبان جو میرے افسر تھے۔ میری ہمیشہ بڑی تعریف کیا کرتے۔ مجھے ان کے سامنے اپنی متانت اور چال چلن کی مضبوطی دکھلانے کا اچھا موقعہ ملا۔

ورونا (Verona) کا شہر جہاں میری رجمنٹ ٹھہری ہوئی تھی۔ ایک نہایت ہی خوبصورت اور پرانا شہر تھا۔ مجھے بڑا اچھا لگتا تھا۔ اور مجھے ہمیشہ یاد رہیگا۔ عین میری طبیعت کے مطابق تھا۔ میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے شہر کے نظارے دیکھ کر بڑا خوش ہوتا۔ اور ایک فوجی سپاہی ہونے کی وجہ سے قواعد اور ورزش وغیرہ میں سرگرمی سے حصہ لیتا۔ مجھے اپنی فوج کی نقلی لڑائی یعنی کبھی دشمن پر حملہ کرنا۔ اور پھر بچاؤ کی کوشش کرنا۔ بہت ہی پسند آئی۔ اسی واسطے مجھے بڑے بڑے گروہوں سے جو افراد سے بنتے ہیں۔ بڑا ہی پیار رہے۔

تھا تو میں سادہ سپاہی ہی۔ مگر مجھے اپنے افسروں کی شخصیت۔ لیاقت اور چال چلن کے اندازہ لگانے کا بڑا شوق تھا۔ اٹلی میں سب سپاہی ایسا ہی کرتے ہیں۔ تب ہی تو مجھے یہ خیال ہو گیا۔ کہ فوجی افسروں کے لئے یہ بات بڑی لازمی ہے کہ ایک تو وہ جنگی علوم میں خوب ماہر ہوں۔ دوسرے اپنے ماتحت سپاہیوں کے احساسات کو خوب سمجھیں اور یہ بھی خوب جانیں۔ کہ ہمارے ملک کے عوام میں قاعدوں کی پابندی کی عادت بڑی اچھی ہے۔ اور انہیں اس عادت کی قدر دانی کرنی چاہیئے۔

اپنے متعلق تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں ایک نہایت ہی اچھا سپاہی تھا۔ میں شاید بغیر کمیشن والے فوجی افسروں کا امتحان بھی پاس کر لیتا۔ مگر قسمت جس نے مجھے اپنے والد کی لوہار کی دوکان سے نکال کر مدرسے کا استاد بنا دیا۔ اور جس نے مجھ کو سوئٹزرلینڈ کی سیر کرائی۔ اور پھر اٹلی میں سپاہی بنا کر آ پھینکا۔ اُسے منظور نہ تھا۔ کہ میں فوج میں رہوں۔ مجھے رخصت لینی پڑ گئی۔

اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ میرے سر پر ایک ناقابل برداشت صدمہ آن پڑا۔ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ کپتان صاحب نے مجھے علیحدہ بلوایا۔ میں سمجھ گیا۔ کہ کوئی غیر معمولی بات ہو گی۔ انہوں نے بڑی ملائم لہجہ سے مجھے کہا۔ کہ یہ تار پڑھو۔ یہ تار میرے والد کا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ تمہاری والدہ بستر مرگ پر ہے فوراً چلے آؤ۔ میں فوراً ہی پہلی گاڑی پکڑنے گیا۔ مگر وہ چل دی تھی۔ میں ذرا دیر میں گھر پہنچا۔ میری والدہ جان کنی کی حالت میں تھی۔ مگر اُن کا سر ہلانے سے مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ وہ جان گئی ہیں۔ کہ میں آ گیا ہوں۔ انہوں نے ذرا مسکرانے کی کوشش کی۔ مگر تھوڑی دیر بعد اُنہوں نے سر پھینک دیا۔ اور مر گئیں۔ میرے دل پر اس قدر سخت صدمہ ہوا۔ کہ میری علمی لیاقت اور فلسفہ اور سب دینی احساسات بالکل بیکار ثابت ہوئے۔ اور میرے دل کو تسکین نہ دے سکے۔ بہت دنوں تک میں غم کے سمندر میں ڈوبا رہا۔ مجھے ایک نہایت ہی عزیز اور محترم شخصیت سے جدا کر دیا گیا۔ اور وہ ایک ایسی روح تھی۔ جو میری روح کے ساتھ ایک بڑا نزدیکی اور دائمی تعلق رکھتی تھی۔ لوگوں کی دلجوئی۔ دوستوں کے ماتم پرسی کے خطوط۔ اور دوسرے رشتہ داروں کا ہر دم تسلی دینا مجھے ذرا تسکین نہ دیتا تھا۔ بھلا اُس خلا کو کون پر کر سکتا ہے۔ اور اس بند دروازے کو کون کھول سکتا۔ میری والدہ نے میرے واسطے کیا کیا دکھ سہے تھے۔

جب میں گھر سے نکل گیا تھا۔ اور جو جی چاہتا تھا کرتا تھا۔ وہ بچاری فکریں ڈوبی ہوئی اپنے دن گذارتی تھی۔ اسی نے تو کہا تھا۔ کہ میں بڑا ہو نہار نکلوں گا۔ اسی نے اس قدر دُکھ اٹھائے۔ اور امیدیں باندھیں۔ مگر ابھی اڑتالیس برس کی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ اس عالم فانی سے چل دی۔ بالغرض میری والدہ نے اپنی طاقت سے بڑھ کر محنت کی تھی۔

کاش کہ وہ اب زندہ ہوتی۔ اور میری سیاسی کامیابی کو دیکھ کر خوش ہوتی۔ جیسا کہ ماں کو قدرتی خوشی ہونی چاہیئے۔ مگر ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔ مجھے یہ خیال اب کچھ تسلی دیتا ہے۔ کہ میری والدہ ابھی بھی مجھے عالم ملکوت سے دیکھ رہی ہے۔ اور اپنی بے مثل محبت سے میری مدد کر رہی ہے۔

میں پھر اپنی رجمنٹ کی طرف لوٹا۔ اور فوجی ملازمت کے دن پورے کر کے آگیا۔ مستقبل میں کیا تھا۔ اور کیا ہوگا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ میں پھر استاد بن کے (Opeglia) اوپی گلیا چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ معلم کا پیشہ میری طبیعت کے مطابق نہیں ہے۔ اس دفعہ میں ایک مڈل سکول میں اُستاد مقرر ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد ہی مجھے پوپولو (Popolo) اخبار کے مدیر مسئول کے ساتھ جانا پڑ گیا۔ ان کا نام (Cesar Battesti) سیسر بالستی تھا۔ اور وہ ہمارے ملک کے ایک بڑے نامور مشاہیر ہونے والے تھے۔ اور انہوں نے آسٹریا کے جنگ کے وقت اپنی جان بھی قربان کی۔ انہیں پھانسی دیا گیا۔ اور وہ اُس وقت (Tento) ٹرینٹو کے صوبے کو آسٹریا سے آزاد کرانے کے درپے تھے۔ ایسے شریف اور بہادر تھے۔ کہ میں اُنہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ (Socialist) سوشلسٹ تھے۔ اور اُن کے خیالات نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔

ایک دن میں نے ایک مضمون لکھا۔ جس میں میں نے کہا۔ کہ اٹلی کی حدود

(Ala) مقام آلہ پر ختم نہیں ہوتی۔ اُس وقت یہ چھوٹا سا شہر اٹلی اور آسٹریا کی سرحد پر واقعہ تھا۔ میرا یہ لکھنا تھا۔ کہ آسٹریا کی گورنمنٹ نے جو اُس وقت (ویینا) میں برسرِ اقتدار تھی۔ حکم دیا۔ کہ مجھے آسٹریا سے نکال دیا جاوے میں تو ملک بدر ہونے کا عادی ہو ہی گیا تھا۔ فوراً واپس (Forli) فورلی چلا گیا۔

اخبار نویسی کا مجھے کچھ شوق سا ہو گیا تھا۔ ایک (Socialist) سوسلسٹ اخبار کے مدیر بننے کا موقعہ درپیش تھا۔ مجھے خیال ہوا۔ کہ اٹلی کی سیاسی زندگی کا عقدہ تب حل ہوگا۔ جب تلوار ہاتھ میں لے لی جاویگی۔ میں کھلم کھلا اس خیال کا حامی بن گیا۔ اور اس کو ترویج دینے لگا۔ میرے خیال میں وہ وقت آ گیا تھا۔ جب لوگوں کی توجہ ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی طرف مبذول کرنی لازمی تھی تھوڑے دنوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ میں تشدد پسند اور انقلاب پسند (Socialist) سوشلسٹ گروہ کا ایک سربرآوردہ نمائندہ ہوں۔ جنگ عظیم سے دو برس پہلے یعنی ۱۹۱۲ء میں (Reggio Emillia) ریگو امیلیا میں جو کانگرس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں مجھے (Avanti) اونتی اخبار کی طرف سے نمائندہ مقرر کیا گیا تھا۔ اُس وقت میری عمر ۲۹ سال کی تھی۔ یہ اخبار سوشلسٹ تھا۔ اور روزانہ تھا۔ اور میلان (Milan) سے شائع ہوتا تھا۔ اس تقرری کے ہوتے ہی میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی عمر ستاون سال کی تھی۔ اور اُنہوں نے اپنی عمر کے چالیس برس سیاسیات میں خرچ کئے تھے۔ وہ نہایت ہی عالی دماغ عقلمند اور فیاض تھے۔ انہوں نے کئی بین الاقوامی سیاست دانوں اور فلاسفروں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ اور اپنے خیالات کی خاطر جیل بھی جا چکے تھے۔

اٹلی کا وہ حصہ جسے (Romagna) رومانیا کہتے ہیں۔ اور جہاں کے ہم

رہنے والے تھے۔ وہاں کے لوگ آزادی کے بڑے دلدادہ تھے۔ اور ظلم کے برخلاف ہمیشہ جہاد کرنے کے لئے طیار رہتے تھے۔ وہ سب میرے والد کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا۔ کہ میرے والد برسوں تک مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور جو کچھ تھوڑا بہت روپیہ پیسہ تھا۔ وہ بھی اُن دوستوں کی مدد امداد کرنے میں کھو بیٹھے۔ جو سپاہی جنگ میں سرگرمی سے حِصّہ لیتے تھے جو لوگ میرے والد کو جانتے تھے۔ وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور اس وقت کے بہترین سیاست دان تو خاص کر کے اُن کی بڑے مداح تھے۔ اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔ میرے والد مرنے کے وقت بڑے غریب ہو گئے تھے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اُن کی ایک خواہش یہ تھی۔ کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں کو عوام کی نظروں میں صحیح طور پر قابل عزت دیکھیں۔

آخر میرے والد صاحب خوب سمجھ گئے۔ کہ ایک سیاسی انقلاب کے ذریعے سے سرمایہ داروں کی وہیں سے قائم کی ہوئی طاقت کو توڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اِس لئے انہوں نے اپنی توجہ لوگوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کرنے کی طرف مبذول کی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ لوگوں کے دل سچے ہوں۔ اور وہ ایک دوسرے سے ہمدردی کریں۔ اُن کے مرنے کے بعد بہت لوگوں نے اُن کے متعلق تقاریر بھی کیں۔ اور اخباروں میں مضمون بھی لکھے۔ تین ہزار کے قریب مرد اور عورتیں جو میرے والد کو جانتے تھے۔ اُن کے جنازے کے ساتھ تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ہمارا خاندان تتر بتر ہو گیا تھا۔

جب میں آونتی (avanti) اخبار کا مدیر ہو کر (Milan.) میلان چلا گیا۔ اور وہاں رہنے لگ گیا تو میرا بھائی (Arnaldo) آرنالڈو صنعتی علوم پڑھنے لگ گیا۔ اور میری بہن (Edvige) ایڈوج جس کی اچھے گھرانے

میں شادی ہوگئی تھی۔ اپنے خاوند کے ساتھ ایک جگہ (Premilcoure) پریمل کورجو (Romagna) رومانیا کے علاقہ میں ہے۔ چلی گئیں۔ ہم سب بہن بھائی علیحدہ تو ہو گئے۔ مگر اکثر ملتے جلتے رہتے۔ ہماری پہلی ملاقات اگست ۱۹۱۴ء میں ہوئی جب جنگ عظیم شروع ہوا۔ ہم مل کر جنگ کے متعلق بات چیت کرتے تھے۔

آخر جنگ عظیم شروع ہو ہی گیا۔

اس زمانے میں میری سب کوششیں اخبار (Avanti) اونتی کی اشاعت بڑھانے میں اور اسکے نفوذ کو زیادہ کرنے میں خرچ ہوتی رہیں۔ کچھ مہینوں بعد اشاعت ایک لاکھ سے اوپر تک پہنچ گئی۔ اگرچہ میں سوشلسٹ خیال کے لوگوں میں سربرآوردہ تھا۔ مگر مجھے لیڈر بننے کا بالکل خیال نہ تھا۔ میں ایک تو خوشامد کرنا بالکل پسند نہ کرتا تھا۔ اور مجھے یہ صاف طور پر کہنا پڑتا تھا۔ کہ اس راستے میں فتح پانے کے لیئے جانفشانی اور قربانی اور لہو بہانے کی اشد ضرورت ہے

اُن دنوں میں اپنے بال بچوں سمیت معمولی طریقے پر رہ رہا تھا۔ اور میری بیوی (Rachele) راشیل ایک نہایت ہی اچھی اور عقلمند عورت تھی۔ اور میری زندگی کے ہر نشیب و فراز میں ہمیشہ بڑی صابر اور وفادار رہی۔ میری لڑکی (Edda) ایڈا ہمارے گھر کا چراغ تھی۔ ہم ہر طرح سے بے نیاز تھے۔ میں تو ہمیشہ جدوجہد میں زندگی بسر کرتا۔ مگر میرے گھر کے لوگ میرے لیئے ایسے تھے۔ جیسے صحرا میں سبزہ زار۔ گھر میری آرام گاہ اور جائے پناہ تھی۔

جنگ عظیم سے پہلے کچھ سال سب جگہ سیاسی ہل چل مچ رہی تھی چنانچہ اٹلی میں بھی بے چینی پھیل رہی تھی (Tripolitania) ترپیالیٹیا کے فتح کرنے میں اس قدر جانیں تلف ہوئیں۔ اور روپیہ خرچ ہوا۔ کہ اس کا اندازہ

نہیں لگایا جا سکتا۔ ہماری سیاسی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہر آئے ہفتہ کہیں نہ کہیں بلوہ ہو جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ جب (Giolitti) گیولیٹی وزیر تھے تو تقریباً تینتیس ۳۳ بلوے ہوئے۔ ہزاروں آدمی مارے گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اور آپس میں دل علیحدہ پھٹے۔ مزدوروں کے اندر بلے چینی اور بلوے۔ دریائے (Po) پو کی وادی میں دہقانوں میں بلوے ہوئے۔ اور جنوبی اٹلی میں بھی یہ ہی حال تھا۔ جزائر میں بھی آپس کی ناچاقی تھی۔ اور علاوہ بریں سیاسی اکھاڑے میں بھی پارٹیوں کے دنگل زور شور سے جاری تھے۔ العرض حالت ناگفتہ بہ تھی ؎

میرا اس وقت بھی اور اب بھی یہ ہی خیال ہے۔ کہ اٹلی والوں کو اپنے جائز حقوق تب تک نہیں مل سکتے۔ جب تک کہ وہاں خون کی ندیاں نہ بہیں۔ یعنی بڑی بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ انقلاب یا "سرخ ہفتہ" کوئی انقلاب نہ تھا۔ وہ تو بے نظمی اور تباہی تھی۔ نہ کوئی لیڈر۔ نہ کوئی سازوسامان متوسط درجے کے لوگوں اور امیروں نے تو بڑی ہی بزدلی دکھلائی۔ جون کا مہینہ تھا۔ اور ہم اپنے خانگی جھگڑے سلجھا رہے تھے جب یکا یک Serajevo سراجیوو کے قتل ہو جانے کی خبر آئی۔ اور جولائی میں جنگ چھڑ گئی ؎

اِس واقعہ کے ہونے سے پہلے میرا نشوونما اور طریقے پر ہوا تھا۔ اور میری لیاقت بھی مختلف پہلوؤں سے بڑھی تھی۔ جب ہم اپنی پچھلی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ مختلف سمتوں سے اثرات اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً عام خیال ہے۔ کہ اچھی اور بری صحبت کا اثر ہماری شخصیت کو بدل دیتا ہے۔ نیک دوست ہمیں نیک اور بُرے دوست ہم کو بُرا بنا دیتے ہیں۔ شاید یہ اُن لوگوں کی حالت میں درست ہے۔ جو خود اندر سے دل کے کمزور ہوں۔ اور جن کی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں ہو۔ مگر کم از کم میری زندگی

میں میرا یقین ہے۔ کہ نہ میرے سکول کے دوست۔ نہ ہی جنگ کے ساتھی۔ اور نہ ہی میرے سیاسی دوست مجھ پر ایک رتی بھر اثر ڈال سکے۔ میں ان کی باتیں۔ اور ان کے خیالوں کو بڑے غور سے سن لیتا تھا۔ بلکہ ان کی نصیحت پر بھی خوب دھیان دیتا تھا۔ مگر جب کبھی عمل کرنے کا وقت آجاتا۔ تو میں اپنی قوتِ ارادی کا اور اپنی ضمیر کے فرمان کی اطاعت کرتا۔ یعنی جو آواز میرے اندر سے آتی۔ اسی کو سنتا۔

میں یہ ماننے کے لئے طیار نہیں ہوں۔ کہ کتابیں ہم پر کوئی خاص اثر ڈالتی ہیں۔ یا اور لوگوں کی زندگیاں اور کارستانیوں کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ہماری زندگیاں ضرور سدھر جاتی ہیں۔ میں نے تو زندگی بھر میں ایک ہی بڑی کتاب پڑھی ہے۔ اور میرا تو ایک ہی بڑا استاد رہا ہے۔ اور وہ کتاب اور وہ استاد میری اپنی زندگی کا تجربہ ہے۔ اپنے ذاتی تجربہ کے مقابلہ پر دوسروں کا فلسفہ یا لکھی لکھائی باتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے تو کبھی بھی آنکھیں بند کر کے دوسرے لوگوں کے خیالات کو قبول نہیں کیا۔ چاہے ان کے خیالات روزمرہ کے معمولی واقعات پر ہی کیوں نہ مبنی ہوں۔ یا وہ غیر معمولی حیثیت کے بھی ہوں۔ میں تو پہلے خوب چھان بین کر لیتا ہوں۔ اور اپنے ملک کی موجودہ اور گزشتہ تواریخ پر ایک عمیق نظر ڈال لیتا ہوں۔ اور پھر کسی نتیجے پر پہنچتا ہوں۔ جب تک اپنی قومی زندگی کی محرک طاقتوں کا جن کی تہ پر تواریخی واقعات ہوتے ہیں۔ پورا پورا اندازہ نہ ہو جائے دوسری قوموں کے ساتھ اپنی قوم کی قابلیت کا کس طرح سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال ہمیشہ عوام کا مفاد میرا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ اگر میں زندگی کے متعلق کچھ کہتا ہوں۔ تو اس سے میرا مفہوم میری اپنی زندگی یا میرے عیال واطفال

کی زندگی یا میرے دوستوں کی زندگی نہیں ہوتی۔ بلکہ میرا اشارہ اٹلی کی قومی زندگی کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی میری مراد میرے ہموطنوں کی مجموعی زندگی ہوتی ہے ناظرین کو اس بیان سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ میں دوستی کو بڑی اہمیت دیتا ہوں۔ مگر ہر دوستی کی بنیاد احساسات پر ہے۔ نہ کہ دلیل اور عقل پر۔ یہ دوستی چاہے ذاتی ہو یا سیاسی فرق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شاید ہی کوئی اور اپنے ہم جماعتوں کا اتنا دوست ہو۔ جتنا کہ میں۔ میں اب بھی جانتا ہوں۔ کہ میرے ہم جماعتی کہاں ہیں۔ اور کیا کام کرتے ہیں۔ جنگ کے وقت کے دوست بھی مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں۔ اور میں اپنے استادوں۔ افسروں اور ماتحتوں کو خوب یاد رکھتا ہوں۔ اس بات کا میں نے کبھی خیال نہیں کیا۔ کہ میرا دوست کمان افسر ہے۔ یا کھیت میں کام کرنے والا مزدور۔ میرے سپاہی دوستوں پر خندقوں کی لڑائی نے جو نہایت ہی سخت ہوتی ہے۔ اگرچہ عجیب وغریب بھی ہوتی ہے۔ بڑا ہی اثر کیا۔ اور ویسے ہی مجھ پر بھی کیا۔ سکول کے بنچوں پر یا سیاسی مجالس میں پکی دوستیاں نہیں بنتیں۔ جنگ کے وقت جب ایک عظیم خطرہ سامنے ہوتا ہے۔ اور ہر وقت موت کا ڈر ہوتا ہے۔ سچی دوستیاں بنتی ہیں۔ تب ہی پتہ چلتا ہے۔ کہ دوستی کیا چیز ہے اور کتنی دیر تک نبھے گی۔

اٹلی میں سیاسیات میں حصہ لینے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سوشلسٹ جو میرے ہمعصر تھے۔ میں انہیں آج تک نہیں بھولا۔ وہ میرے ویسے ہی دوست ہیں اگرچہ ان کو اپنی بہت سی غلطیوں کی تلافی بھی کرنی ہوگی۔ اور ان کو یہ بات بھی ملحوظ رکھنی ہوگی۔ کہ میرے سیاسی خیالات دن بدن وسیع ہوتے گئے۔ اور ان خیالات کا مصدر زندگی کا تجربہ تھا۔ نہ کہ سیاست والوں کے دماغ کی اختراع۔

اسی طرح سے میرے (Fascist.) فیسٹ دوست بھی مجھے بڑے عزیز ہیں۔ نوجوان فیسٹ دوستوں سے مجھے بڑی محبت ہے۔ اس تحریک میں اول ہی اول نوجوان شریک ہوئے تھے۔ اور فیسٹ تحریک میں بھی ایک جوانی کا جوش ہے۔ اور وہ ہر روز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ایسا سمجھو کہ ایک نیا باغیچہ لگایا گیا ہو۔ جو آئندہ جاکر اچھے پھل دیگا۔

اگرچہ عنان حکومت میرے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے روز بروز میری ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں۔ پھر بھی میں اُن کو جو میرے ہمراہی تھے کبھی نہیں بھولتا۔ اُنہوں نے بے غرضانہ اور وفادارانہ ہوکر نہایت فراخ دلی اور عقلمندی سے میرا ساتھ دیا۔ یہ وہی فیسٹ سپاہی ہیں جن کے کارنامے میں خوب جانتا ہوں۔

بعض لوگ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں۔ کہ میں نے کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ میں کوئی خاص عقائد سے مانوس نہیں ہوں۔ اور نہ ہی کتابوں کے اثر کو کوئی خاص اہمیت دیتا ہوں۔ مگر میں نے اٹلی کے پرانے اور نئے مصنفین کی اکثر کتابیں پڑھی ہیں۔ جو انہوں نے فلسفہ سیاست پر یا دیگر علوم وفنون پر لکھی ہیں (Renaissance) کے متعلق جو کتب لکھی گئی ہیں۔ اُن میں مجھے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور انیسویں صدی میں جن علوم وفنون نے نشوونما پایا ہے وہ میں نے خوب دیکھے بھالے ہیں۔ اٹلی کے اُس زمانے کی تواریخ جس کو (Risorgiments) کہا گیا ہے۔ میں نے خوب غور سے پڑھی ہے۔ اور ۱۸۷۰ء سے لے کر اب تک اٹلی کی ذہنی زندگی میں جو ترقی ہوئی ہے۔ اُس کا تو میں نے نہایت ہی غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اور اپنے وقت کا بہت سا حصہ میں نے مطالعہ میں ہی خرچ کیا ہے۔

دوسرے ممالک کے مصنفوں کی تصنیفیں بھی خصوصاً جرمنی کے مصنفوں کی

کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ اور فرانس کے مصنف بھی پڑھے ہیں۔ ایک کتاب جو مجھے بڑی ہی اچھی لگی وہ Gustave Lebon کی Crowd Psychology ہے۔ انگریزی مصنفوں کی کتابیں بھی مجھے اچھی لگتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ نہایت ہی مہذب اور متمدن ہیں۔ اور اُن کا علمی مذاق نہایت ہی بلند پایہ کا ہے۔

مگر جو کچھ بھی میں نے پڑھا ہے۔ یا پڑھتا ہوں۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی نے تصویر دیکھی ہو۔ مگر اُس نے دل پر اثر نہ کیا ہو۔ کتابوں کے پڑھنے سے مجھے صرف یہ فائدہ ہوا۔ کہ مجھے وہ بڑے بڑے نقاط مل گئے۔ جن سے مجھے مختلف اقوام کے اُن عنصروں کا پتہ چل گیا۔ جن کی ترکیب سے قومیں بنا کرتی ہیں۔ میں تو ہر ایک ایچ ڈ Italian ہوں۔ اور مجھے اٹلی پر پورا بھروسہ ہے۔ کہ وہ پھلے پھولیگی۔

میں اس نتیجہ پر اُسی وقت پہنچا۔ جب میں جرمنی۔ فرانس اور انگلستان وغیرہ بلکہ کل دنیا کی تواریخ کو مطالعہ کر چکا۔ بلکہ میں اور براعظموں کی تاریخ سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ مثلاً امریکہ کے لوگ مجھے بہت ہی پسند ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیزوں کے موجد ہیں۔ جو انسانی زندگی کے لئے بڑی مفید ہیں۔ میں تو ہمیشہ سے حکومت اور اپنی پارٹی کا طرفدار رہا ہوں۔ میں تو اُن لوگوں کا بڑا مداح ہوں۔ جو ہماری زندگی کو نظم دینے کے لئے کچھ کام کرتے ہیں۔ اور جو اپنی لیاقت اور ذہانت کے زور سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور جن میں نفاظی نہیں ہوتی۔ میں تو اُنہیں کی طرفداری کرونگا۔ جو طبعی طاقتوں کو مطیع کر کے بنی نوع انسان کے مستقبل کو پکی بنیاد پر کھڑا کر دکھاتے ہیں۔ اُن آدمیوں سے مجھے بڑی نفرت ہے۔ جو دوسروں کی پیدا کردہ ثروت سے ۱۰ فیصدی مفت میں اڑالے جاتے ہیں۔ امریکہ کی قوم ایک کام کرنے والی قوم ہے اور وہ سیدھے اور صحیح راستے پر چلتی ہے۔ جب میں کسی امریکن سے بات کرتا ہوں تو مجھے اُس میں کوئی چالاکی یا پتہ بازی نہیں کھیلنی پڑتی۔ وہ لوگ شیشے کی طرح دل

صاف ہیں۔ کسی قوم کے فریب دینے والی چپڑی باتوں سے تم اُن پر فتح نہیں پا سکتے۔ اب تو یورپ کی سب دولت امریکہ کے لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے اہل علم کی توجہ اُن کی طرف مبذول ہونی چاہیئے۔ اور ہمیں جاننا چاہیئے۔ کہ وہ کیونکر اتنے امیر ہو گئے ہیں۔ وہاں نے اقتصادیات کے پروفیسروں نے اور دیگر مصنفین نے تو ایک نئی سائنس اور نئے تمدن کی بنیاد ڈال دی ہے مجھے اُن کی باضابطہ اور نظام کے تحت کام کرنے کی عادت بہت پسند ہے۔ واقعہ میں ہر ایک قوم کے لئے ایک کمال کا زمانہ بھی ہے۔ اور امریکہ کے لوگ اِس وقت اُس سنہری Golden زمانہ میں رہ رہے ہیں۔ ہمیں ان کے طریقہ عمل کو سیکھنا چاہیئے۔ اور اُن کے تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اس میں صرف امریکہ والوں کو ہی فائدہ نہیں۔ بلکہ کل دنیا کو فائدہ ہو گا۔ امریکہ جس میں جاکر اٹلی کے بہت لوگ آباد ہوتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کے لئے ایک اچھی مثال قائم کرتا ہے۔ مجھے امریکہ کے نوجوانوں پر بڑی امیدیں ہیں جیسے کہ مجھے اٹلی کے نوجوانوں پر بھی ہیں۔ جن پر کہ فیسسٹ حکومت کی ترقی کا انحصار ہے ہم اکثر نوجوانوں کی اہمیت کو بھول جاتے ہیں۔ جوانی کا جوش بھی ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ میں بڑا ہی خوش قسمت تھا۔ کہ (Carso) کارسو میں جنگ کے وقت جب خطرے کا سامنا ہوتا تھا۔ تو میں اپنے جوانی کے جوش کو کم نہیں ہونے دیتا تھا۔
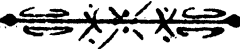
دوسرا باب

جنگ اور اُس کا اثر انسان پر

اس باب میں میں جنگ کے متعلق لکھوں گا۔ اور جو میرا ذاتی تجربہ جنگ کا ہے۔ اس کا بھی ذکر کرونگا۔ لڑائی کے متعلق جو عوام میں غلط فہمیاں پھیل رہی ہیں اُن کو بھی بیان کرونگا۔ اور جنگ کے متعلق میرا ذاتی عقیدہ کیا ہے۔ وہ بھی لکھتا ہوں۔ جنگ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو سیاسی پہلو ہے۔ اور دوسرا پہلو وہ ہے۔ کہ جب انسان خندقوں میں بیٹھ کر لڑتا ہے۔ جیسے کہ میں خود لڑا ہوں۔ اور دکھ دیکھتا ہے ؛

پیشتر اس کے کہ میں جنگ کے متعلق اپنے ذاتی خیالات اور احساسات بیان کروں۔ میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں۔ کہ میری قوم کیونکر لڑائی میں شامل ہوئی اور میری قوم کا احساس کیا تھا۔ آخر میں بھی تو اٹلی کا رہنے والا ہوں۔ اور جو یہاں کے رہنے والوں کا خاصہ ہے۔ وہ میرا بھی ہے۔ میں کیسے اُس اثر سے بچ سکتا ہوں ؛

یہ خیال بالکل فضول ہے۔ کہ جنگ بن بلائے ہی آگیا۔ یا جنگ کوئی نرالی چیز تھی ؛

جنگ عظیم جو ۱۹۱۴ء میں یک دم شروع ہوگیا۔ جب کہ اقتصادی اور اخلاقی

لحاظ سے یورپ میں امن اور امان تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ بعض سوشلسٹ اور جمہوریت پسند لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ جنگ پرانے وقتوں کی درندگی کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔ ہمیں اس بات کو بھول نہ جانا چاہیئے۔ کہ ۱۹۰۵ء میں روس اور جاپان میں جنگ ہوا۔ اور جنگ بھی نہایت تباہ کن۔ ۱۹۱۱ء میں جنگ (Libya) لیبیا ہوا۔ ۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء میں بلقان کے دو جنگ ہوئے۔ جن پر سب یوروپ کی آنکھیں لگی رہی تھیں۔ ان لڑائیوں میں عجیب واقعات ظہور میں آئے (Lule Burgas) لولے برگاس والا وقوعہ اور اورنہ کا محاصرہ حیرت انگیز تھے۔ سچ بات تو یہ ہے۔ کہ سارے یورپ میں جنگ کا بخار سا چڑھ رہا تھا۔ سب پر جنگ کا بھوت سوار تھا۔ بنی نوع انسان کے لئے ایک افسوسناک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا۔ یعنی ایک عالمگیر جنگ چھڑنے والا تھا۔ سب یورپ کی فضا بگڑ رہی تھی۔

مختلف قومیں اور ملک لڑائی میں کھچے چلے آئے۔ لاکھوں اور کروڑوں آدمی جنگ میں جانے کے لئے اور لڑنے کے لئے طیار ہو گئے۔ سالوں تک چپہ چپہ زمین کے لئے لڑتے رہے۔ لاکھوں ہی مر گئے۔ اور ہزاروں زخمی ہوئے۔ کبھی فتح ہوتی۔ اور کبھی شکست۔ نیکی اور بدی۔ غیرت اور نفرت دوستی اور دشمنی اس قدر خلط ملط ہوئے۔ کہ پناہ بخدا۔ ایک عجب تماشہ تھا۔ بیان سے تو بالکل باہر ہے۔ بھلا کوئی کیا لکھے۔ اس کتاب میں تو صرف اپنی سرگزشت ہی لکھنی تھی۔

خیال فرمایئے۔ کہ صرف جرمنی نے جنگ کے متعلق کوئی ساٹھ کے قریب حکومت کے زیر اہتمام کتابیں شائع کی ہونگی۔ اور علیٰ ہذالقیاس اور ملکوں نے بھی کتابیں شائع کی ہونگی۔ یا کرینگے۔ ان خیالات کے سمندر میں کون غوطہ لگا سکتا ہے۔ شکست کھائی ہوئی قوموں نے ایسی گڑبڑ سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اس جہان میں کوئی عدل و انصاف تو معلوم نہیں ہوتا۔ تب اُن کا دماغ اصلیت یعنی واقعات

کی طرف دوڑا۔

اس لئے میں بھی جو میں نے دیکھا۔ اور جو کچھ مجھے یاد آتا ہے۔ اُسی کو بیان کرونگا۔ میں سلسلے وار جہاں تک میرا حافظہ مجھے مدد کریگا۔ اُن بے شمار پیچیدہ واقعات کو جو دوران جنگ میں ہوئے۔ آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ گویا میرے خیالات اور وہ واقعات برابر برابر چل رہے تھے۔ اور میں لڑائی میں بالکل مگن Sreajevo؟ سراجیوہ کا قتل اور آسٹریا ہنگری کے شہزادے فرڈیننڈ اور اُس کی بیوی کا مارے جانا ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس نے سارے یورپ کو ہلا دیا۔ میں اُس وقت بین الاقوامی روزانہ سوشلسٹ اخبار کا مدیر تھا۔ جس سرعت سے یہ قتل ہوئے۔ اُس نے تو سب یورپ کی قوموں کو سخت صدمہ پہنچایا۔ اگرچہ آسٹریا ہنگری کی پولیس نے ہر قسم کی احتیاط سے کام لیا تھا۔ مگر پھر بھی کمال صفائی سے، یہ قتل سرزد ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یورپ کی قوموں کی ہمدردی (Serbia) سربیا کے ساتھ تھی۔ جو کہ پرانے (Hapsburg) ہیپس برگ کے بادشاہوں کے ماتحت تھا اور جس دن سے (Bosuia Erzigobnia) کا علاقہ آسٹریا کی زیر حکومت آیا تھا۔ تب سے ہی وہاں بدامنی رہتی تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ Serbia سربیا میں بہت سی خفیہ سوسائٹیاں قائم ہو گئیں۔ اور وہ آسٹریا ہنگری کو وقتاً فوقتاً اپنے کارنامے دکھلانے لگیں۔ مگر آسٹریا ہنگری نے کچھ پرواہ نہ کی۔ تا وقتیکہ یہ Serajevo) والا وقوعہ ہوا۔ سب کا یہ خیال تھا۔ کہ آسٹریا ہنگری خوب سختی سے کام لے گا۔ سب ملکوں کے سفیروں نے اور ہر ملک کی سیاسی پارٹیوں نے یہی خیال کیا۔ کہ معاملہ تو بہت بے ڈھب ہے۔ اور نتیجہ نہایت ہی خراب ہوگا۔ اور سب کو یہ فکر تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح معاملے کو سلجھانا چاہیئے۔ صرف اٹلی والے خاموش تھے۔ اور دیکھتے تھے۔ کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

جب (Serajevo) سراجیوو کے قتل کی خبر اٹلی میں پہنچی۔ تو لوگوں نے مفصل حالات دریافت کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کی۔ جب فرنسیس فرڈیننڈ اور اس کی بیوی کی لاشیں خلیج (Trieste) ٹرلیسٹ کی جانب لیجائی جارہی تھیں۔ تو اٹلی والوں کے دلوں پر وہی اثر ہو رہا تھا۔ جیسا کہ جب ہم تھیٹر میں کسی قتل کا نظارہ دیکھتے ہیں تو ہوتا ہے۔ اُس رات خلیج میں ساری رات مشعلیں جلتی رہیں۔ فرڈیننڈ اٹلی کا دشمن تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اُس نے اٹلی کے لوگوں کے مزاج کا ٹھیک اندازہ نہیں لگایا۔ جو اٹلی کے لوگ اُس کے زیر حکومت بھی تھے۔ اُن کے اندرونی احساسات کو وہ سمجھ نہ سکا۔ اٹلی کے لوگ جاگ چکے تھے۔ مگر اُسے یہ بات معلوم نہ تھی۔ اُسے خیال تھا۔ کہ اٹلی کے اردگرد کی تین مختلف قومیں آپس میں خلط ملط ہو کر ایک سلطنت کے نیچے آجاوینگی۔ مگر قومیں بھلا کبھی اس طرح مخلوط ہوا کرتی ہیں اُسے اٹلی کی طرف اس قسم کا رویہ بڑا ہی مہنگا پڑا۔ وہ ہمارے معاملات میں اسواسطے دخل دیتا تھا۔ کہ پوپ کی طاقت بنی رہے۔ اور وہ سلطنتوں کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ روما کے شہر میں جو پوپ کی طاقت کا مرکز تھا۔ فرڈیننڈ خفیہ طور پر اپنے دینی اور دنیاوی مشیروں کی صلاح سے اپنے نفوذ کو بڑھا رہا تھا۔

اگرچہ فرڈیننڈ پوری طرح رومن کیتھلک تھا۔ مگر عیسائی مذہب کے متعلق اُس کا وہی پُرانا خیال تھا۔ کہ اُس مذہب کے اصول شخصی حکومت کو تقویت دیتے ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ انسان کی روحانیت کو ترقی دیں۔ وہ اصول صرف شخصی سلطنت کی بنیاد کو مضبوط کرتے ہیں۔ اُسکے دماغ میں یہ خیال گھر کر گیا ہوا تھا۔ کہ وہ خدا کی طرف سے اپنی رعایا کے اوپر حکومت کرنے کے لئے مامور ہے۔ یہ وجہ تھی۔ کہ وہ گردونواح کی چھوٹی چھوٹی قوموں پر رعب جماتا تھا۔ لوگ اُس کی موت کی خبر سنکر حیران ضرور ہوئے۔ مگر انہیں افسوس نہ ہوا بلکہ اُس کی بیوی کا قتل

ہم سب کو بہت بُرا لگا۔ اور ہمیں نہایت ہی رنج ہوا۔ اور ہماری ہمدردی اُس کے ساتھ تھی۔ ہم اٹلی کے لوگ ہلکے دل کے ہیں۔ قیصر جرمنی کی طرف سے جو ماتم پرسی کا تار بچوں کے نام آیا۔ وہ بھی اُن اثرات کا جو ہمارے دل پر ہوئے۔ ممد تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا۔ کہ جرمنی آسٹریا کا ساتھ دیگی۔ اور جیسا بھی آسٹریا سربیا Serbia کے ساتھ سلوک کریگا۔ جرمنی اُس میں شرکت کرے گی۔ ایسا بھی خیال تھا کہ حکومت آسٹریا بلگریڈ (Belgrade) سے جواب طلب کرے گی۔ مگر یہ امید ہرگز نہ تھی۔ کہ آسٹریا کی گورنمنٹ ایسا سخت رویہ اختیار کرے گی جس سے Belgrade) کی نہ ہی صرف سخت بے عزتی ہو۔ بلکہ اُس کی آزادی پر سخت حملہ ہو۔ میں (Avanti) آوانتی کا نوجوان مدبر ہونے کی حیثیت میں اِس سارے معاملے کو غور سے دیکھ رہا تھا ؂

جو خط آسٹریا کی حکومت نے بلگریڈ لکھا۔ وہ نہایت ہی سخت الفاظ میں تھا۔ اور سب کو اُس وقت یہ ہی محسوس ہوا۔ کہ جنگ کے بادل آسمان پر اُمنڈ رہے ہیں۔ جنگ کی طیاریاں شروع تھیں۔ اور بیچارے سوشلسٹ اور دیگر بین الاقوامی صلح کے حامی بالکل معذور تھے۔ صرف اٹلی جو ہر ایک بات کو عملی نقطہ نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اور چھوکی منہ کی باتوں کی پرواہ نہ کرتی تھی۔ چپ علیحدہ کھڑی دیکھتی تھی۔ کہ کرے تو کیا کرے۔ ہوائی ٹبلبلے سب بیٹھ گئے۔ فرانس اور جرمنی کے سوشلسٹوں کی مجلس کی اور شہر پاریس میں (Jaures) جارس کے قتل کے واقعہ کی کسی نے پرواہ تک بھی نہ کی۔ گویا یہ واقعات اصلی آنے والے جنگ عظیم کے مقابلہ پر کچھ اہمیت نہ رکھتے تھے ؂

جنگ عظیم شروع ہونے سے کچھ مہینے پہلے یہ سننے میں آیا تھا۔ کہ فرانس کی پارلیمنٹ میں فرانس کی فوج کے متعلق چرمے گوئیاں ہو رہی تھیں۔ لوگ کہتے

تھے۔ کہ ہماری فوج بالکل نکمی اور جنگ کا سامان اور طیاری بالکل ناکافی ہے (Clemencean) کلیمنشو اس اجلاس میں موجود تھا۔ اور غصے میں کچکچیاں لے رہا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ اس کے زمانہ وزارت میں پہلے کبھی ایسا موقعہ نہ آیا تھا۔ جس میں فرانس کے لوگوں نے اسباب کا پورا پورا احساس کیا ہو۔ کہ ان کی فوجی طاقت اس قدر ناکافی تھی۔ یا وہ جنگ کے لئے پوری طرح سے تیار نہ تھے۔ اور (clemencean) کلیمنشو ۱۸۷۱ء سے لیکر تب تک سیاسیات میں حصّہ لیتے چلے آتا تھا۔ یہ ایک سبق آموز واقعہ ہے۔ اور ہمیں اس کو بھول نہ جانا چاہیئے

جنگ نزدیک تھا۔ پوپ کی کھلم کھلا اور خفیہ مداخلت اور جنگ کے برخلاف ایک دھیمی سی آواز اور (Allies) کی ضد پر جو قومیں تھیں۔ ان کی آواز بالکل بے اثر ثابت ہوئیں۔ واقعات کے رو کو یہ باتیں روک نہ سکیں۔ یکم اگست ۱۹۱۴ء کو جنگ شروع ہو گئی۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ یورپ کے لوگ خوف زدہ تھے۔ اور گھبراہٹ کا وہ عالم تھا۔ جیسا کہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب کہ اچانک سانپ سامنے آ نکلے۔

جنگ سے کچھ سال پہلے اٹلی نے آپس میں Triple Alliance لیا ہوا تھا۔ یہ عہدنامہ اس واسطے کیا گیا تھا۔ کہ اگر کوئی غیر قوم حملہ آور ہو۔ تو تینوں قومیں متحدہ مقابلہ کریں۔ یہ کوئی سیاسی عہدنامہ نہ تھا۔ بلکہ جنگ کی روک تھام کے لئے تھا۔ اور اس میں آسٹریا اور جرمنی دونوں شامل تھے۔ درحقیقت تو بات یہ تھی۔ کہ اگر کوئی غیر قوم ان تینوں قوموں میں سے کسی پر حملہ کرے۔ تو یہ تینوں قومیں متحد ہو جائیں۔

اب جب آسٹریا نے سربیا کو خط بھیجا۔ تو اٹلی کے وزیر خارجہ (San Giuliano) سان گیولیانو کو سخت تشویش ہوئی۔ کہ اب کیا کیا جاوے

وہ چاہتا تھا۔ کہ اٹلی جنگ میں شامل نہ ہو۔ ہمیں ان باتوں کی خبر تک نہ تھی۔ اب تو Triple Alliance) کو توڑنا ہی پڑا۔ تاکہ اٹلی آزادی سے جو جی چاہے سو کرے۔ اِس مقابلہ میں اٹلی نے بڑی دلیری سے کام لیا۔ اور اپنی خودمختارانہ طاقت کا ثبوت دیا۔ اسی دوران میں روس سربیا کی مدد پر کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ جرمنی آسٹریا کے ساتھ تھا۔ فرانس جرمنی کے برخلاف ہو گیا۔

میں اب انگلستان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہ کرے تو کیا کرے انگلستان نے اپنی فوقیت کو قائم رکھنے کے لئے۔ اور اپنی عزت کی خاطر اور دوسروں کی خاطر بھی جنگ کی طیاری شروع کر دی۔ اور نئی فوجیں بنالیں۔ تاکہ یورپ میں جرمنی کی طاقت کو بڑھنے نہ دے۔ جب جرمنی نے مشرقی فرانس پر چڑھائی کر دی۔ تو اٹلی کے لوگوں کو بہت بُرا لگا۔ علاوہ بریں جرمنی نے لڑنے کے ایسے طریقے اختیار کئے۔ جن کی تفصیل سخت خوفناک تھی۔ اور پھر بلجیم جس کا کوئی قصور نہ تھا۔ اُسے بھی جرمنی نے لتاڑ مارا۔ فرانس کی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک نہیں بلکہ کئی قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ میں اخبار کے دفتر میں بیٹھا ہوا یہ ہی سوچتا تھا۔ اور ہمارا لندن بھی ہمسائے ملکوں کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ اور ہم اپنے گذشتہ اور موجودہ جھگڑے بھولتے جاتے تھے۔ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ کہ میرا ملک اُن ملکوں کا ساتھ چھوڑ دے۔ جو لڑائی کے بوجھ میں پسے جاتے تھے۔ اور جن پر ایک آفت طاری تھی۔

جرمنی نے ایسے طریقوں سے اٹلی والوں پر اپنا جال پھیلایا۔ کہ وہ بڑے ہی تنگ آ گئے۔ مجھے بھی بڑا غصہ آیا۔ جرمنی نے ایک شخص (Bon Bulow) شہزادہ وان بولو کو جو اٹلی سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور بڑا ہی مدبر تھا۔ اِس خیال کو پھیلانے کے لئے روانہ کیا۔ کہ وہ اٹلی والوں کو اِس بات کی ترغیب دے۔ کہ

وہ لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ مگر اٹلی کا رخ اور رجحان جنگ کی طرف نہ تھا۔ اور میں برابر اُنہیں جنگ پر آمادہ کر رہا تھا۔

سوشلسٹ پارٹی کو جو اُس وقت اٹلی میں زور پکڑ رہی تھی۔ کیونکہ دوسری سیاسی پارٹیاں دن بدن کمزور ہوتی جاتی تھیں۔ یہ تو معلوم نہ تھا۔ کہ کس طرف جاوے۔ وہ ڈاواں ڈول تھی۔ اکثریت کہتی تھی۔ کہ لڑائی میں شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور وہ اکثریت کوئی وقت کی حد بھی مقرر نہ کرتی تھی۔ جس کے بعد شمولیت واجب ہو۔ اور اقلیت میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو جرمنی کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں ایسے لوگوں کے ساتھ شامل نہ تھا۔

کچھ لوگ جو سمجھ والے تھے۔ اور جو دل کے بھی مضبوط تھے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اٹلی کو (Prussia) پرشیا کے بادشاہ کی جانب داری کرنا بالکل نامناسب ہے اور ایسا کرنے سے نہ ہی صرف اٹلی کو بلکہ ساری دنیا کو مستقبل میں سخت نقصان پہنچے گا۔ میں نے بھی (Avanti) اوانتی اخبار میں اس معاملے پر بہت کچھ لکھا۔ اور اٹلی کے لوگ ان مضامین کا غور سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اس معاملہ کو زیر بحث لانا۔ اخبار نویس ہونے کی حیثیت میں ایک قابل تعریف کوشش تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے لوگوں کی توجہ فرانس اور انگلستان کی حمایت کے لئے مبذول ہوئی۔ مگر یہ معلوم رہے۔ کہ عملی مشکلات کے علاوہ کچھ اور وجہ بھی تھی۔ جس کے خیال سے اٹلی کو یہ مشورہ دیا گیا۔ کہ جنگ کے موقعہ پر وہ آسٹریا کے متعلق اپنے رویہ کو بدلے۔ ۱۸۶۶ء میں جو جنگ اٹلی اور آسٹریا کے درمیان ہوا تھا۔ اُس وقت سے ہمارے ملک کی مشرقی سرحد کا دروازہ آسٹریا کے آنے جانے کے لیئے کھلا تھا۔

دفتر سے جب میں رات کو گھر جایا کرتا۔ تو میرے دل میں کئی قسم کے سوالات

اُٹھتے رہتے ۔ اور میں اپنے ارادہ میں بالکل پکا ہوتا جاتا تھا ۔ اور مجھے اپنے مُلک کا بچاؤ
سُجھائی تھا ۔ مجھے صاف دکھائی دیتا تھا ۔ کہ بین الاقوامی اتحاد ممکن نہ تھا ۔ یہ خیال ایک وسیع
خیال تھا ۔ اپنے روزانہ اخبار میں میں نے ایک مضمون لکھا ۔ جس میں میں نے یہ ثابت
کیا ۔ کہ اگر سوشلسٹ حکومت قائم ہو جاوے ۔ تو قوموں کے آپس کے جھگڑے بالکل ہٹ
جاویں گے ۔ اور جنگ بھی بند ہو جاوے گی ۔

اٹلی کی مشرقی سرحد Judrio (جدریو) تک پہنچتی ہے ۔ مگر Trentino
(ٹرنٹینو) کا علاقہ آسٹریا نے زور سے دبا رکھا تھا ۔ اور یہ علاقہ Lombardy (لمبارڈی)
اور Venetian (وینشین) کے صوبوں کے عین بیچ میں واقعہ ہے شاعر Dante
ڈانٹے کی پیشین گوئی کے مطابق آسٹریا اور اٹلی کی حدود کا معاملہ فیصلہ ہونے والا
تھا ۔ ایسا خیال تھا ۔ کہ ہماری سرحد ایک طرف Brennero (برنیرو) تک اور دوسری طرف
Gielian (گیلین) اور Illyrac (الیرک) کی پہاڑیوں تک پہنچ جاویگی ۔ اور Finme (فیوم)
اور Dalmatia (ڈلمیشیا) بھی شامل ہونگے ۔ ان نئے حالات کو دیکھ کر ہم سے ہر ایک جو
سیاسیات سے دلچسپی رکھتا تھا ۔ جن میں میں بھی تھا ۔ اپنے دل ہی دل میں سوچ رہے
تھے ۔ اور جب کبھی یہ سوال پیش ہوتا ۔ تو خیال درہم برہم ہو جاتے ۔ اور سب قوم کی
قوم وسوسے میں پڑ جاتی ۔ میرے خیالات بھی دگرگوں ہو رہے تھے ۔

Cesare Battisti (سیزار بالتستی) جنہوں نے اٹلی کی خاطر اپنی جان قربان
کی تھی ۔ اور جن کو اٹلی کے لوگ نہایت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے ۔ ان کا
قول تھا ۔ کہ اب وقت آ گیا ہے ۔ Fillipo Corridoni (فلیپو کوریڈونی) جو
سخت انقلاب پسندوں میں سے تھے ۔ ان کا بھی یہی خیال تھا ۔ ان مشاہیر کے
زیر اثر میں نے چند سوشلسٹ دوستوں کو اپنے ساتھ ملایا ۔ اور بہت سے باغیانہ طبیعت
کے لوگ جنہوں نے سختیاں اُٹھائی تھیں ۔ اور بڑے دل چلے تھے ۔ ہمارے ساتھ ہو گئے

(Avanti) آونتی اخبار کے سوشلسٹ منتظمین نے میرے جھکاؤ کو دیکھا۔ اور اخبار میرے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اب میں کس طرح اپنے خیالات کا اظہار کرتا۔ اور کہتا کہ اٹلی کو جنگ میں شریک ہونا چاہیئے۔ جب کبھی سوشلسٹ مل بیٹھتے۔ تو میں وہاں پہنچ جاتا۔ اور اٹلی کو لڑائی پر آمادہ کرتا۔ چنانچہ اُنہوں نے مجھے نکال باہر کیا۔ پھر میں عام جلسوں میں بولنے لگ گیا۔ میں نے نئی فیسسٹ تحریک کی بنیاد ڈال دی۔ کچھ دل چلے نوجوان یہ کہنے لگ گئے۔ کہ جنگ میں شمولیت لازمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اٹلی جو ۱۹۱۴ء تک آزاد اور خود مختار تھا۔ اب اِن نوجوانوں کی ہمت سے جڑوں تک ہل گیا۔ اور میں اِن نوجوانوں کا لیڈر رہتا۔

ہمارے اندر جو صلح پسند جمہوری گروہ تھا۔ اور جن کا سردار اٹلی کی پارلیمنٹ کا ایک مشہور رکن (Giovani Giolitti) گیوانی گیولیٹی کے نام سے مشہور تھا۔ اور جس کی سیاست دانی کی سارے ملک میں دھاک پڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی یہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح سے ہماری سرحد کا سوال حل ہو جائے۔ تاکہ ہمارا ملک جنگ کی تکالیف اور قربانیوں اور اخراجات سے بچ جاوے۔ اور ساتھ ہی ہزاروں جانیں بھی بچ جاویں۔ گیولٹی کہتا بھی تھا۔ کہ بغیر جنگ کئے ہوئے ہمیں بہت کچھ مل جائیگا مگر اٹلی کے لوگ بالکل نہ مانتے تھے۔ دراصل میرے ملک کے رہنے والے واقعات پر زیادہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ سیاسات میں سودا کرنا نہیں جانتے۔ اُنہیں تو اپنی سرحدوں کا بڑھ جانا۔ اور کچھ اور رعائتیں مِل جانی حقیر معلوم ہوتی ہیں۔ اور انہیں گیولٹی کی تجویزیں بالکل پسند نہ تھیں۔ بھلا یہ بھی کوئی سیاست ہوگی۔ ہر وقت سودے ہی کرتے رہنا۔ آخر ایسے لوگ بھی تھے۔ جو دیکھ رہے تھے۔ کہ اس جدوجہد میں بعض قومیں آگے نکل جاوینگی۔ اور اُنہیں بہت فائدہ بھی ہوگا۔ وہ زمانہ بھی آرہا تھا۔ جب اٹلی اپنے جنگی سازوسامان اور فوجوں کی وجہ سے دنیا کی

قوموں میں ایک ممتاز قوم ہو گی۔ اب موقعہ تھا۔ اور میں ایسے موقعہ کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ یہ خیال میرے دماغ میں گھر کر گیا تھا۔

جنگ عظیم ۲۸ جولائی ۱۹۱۴ء والے دن شروع ہوا۔ ساٹھ دن کے اندر اندر میں سوشلسٹ پارٹی سے مستعفی ہو گیا۔ آوانتی اخبار سے تو پہلے ہی علیحدہ ہو چکا تھا میں تو بالکل آزاد ہو گیا۔ اور چونکہ میرا اب کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہ تھا۔ میں آزادانہ طور پر کام کر سکتا تھا۔ مگر مجھے یہ بھی معلوم تھا۔ کہ فی زمانہ اخبار کا ہتھیار ہاتھ میں نہ ہونے سے کوئی آدمی اپنے عقیدے کو استقامت سے اپنے ہموطنوں کے سامنے نہیں رکھ سکتا۔ اخبار بھی ایک عجیب چیز ہے۔ میں نے اُس کی ضرورت محسوس کی اور میں بھی چاہتا تھا۔ کہ ایک اخبار جاری کر دوں۔ میں نے اپنے چند ایک سیاسی دوستوں کو جو خیالات میں میرے ساتھ متفق تھے۔ جمع کئے۔ اور ہم نے آپس میں مشورت کی۔ جہاں روپیہ کا سوال ہو وہاں میرا جادو کام نہیں کرتا۔ کہاں سے روپیہ آوے۔ اور کس طرح اخبار چلے۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ ہاں کن سیاسی اصولوں کو پیش کیا جاوے۔ اور کس قسم کی روح اخبار میں پھونکی جاوے۔ یہ میں خوب جانتا تھا۔ مجھے روپیہ سے نفرت ہے۔ اگرچہ جو کام روپیہ سے نکلتا ہے۔ وہ نہایت ہی پسندیدہ اور مقبولِ نظر ہوتا ہے۔ چند دوستوں نے جو ذرا جوشیلے اور سرگرم تھے۔ جا کر میلان کے ایک تنگ سے محلے میں ایک چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ پاس ہی ایک چھاپہ خانہ بھی تھا۔ چھاپے خانے کے مالک نے کہلا بھیجا۔ کہ میں تھوڑے خرچ پر اخبار چھاپ دیا کرونگا۔ اب تو مجھے اپنے ہموطنوں سے سچی باتیں کہنے کا پھر موقعہ مل گیا۔ ہم تو ایک ایسا اخبار چاہتے تھے۔ جو میلان میں ہو۔ اور اُس میں ایسے مضامین لکھے جائیں۔ کہ سارے ملک کے دیگر اخبارات اُن مضامین کو دہرائیں۔ یا اُن کے کچھ حصص شائع کریں۔ گویا ہم نے اس شہر میں قلعہ بندی کر لی مجھے خیال تھا۔

کہ آہستہ آہستہ ہمارے خریدار بڑھتے جاوینگے۔ دفتر میں میز اور چند کرسیاں رکھ دی گئیں۔ مجھے وہ چھوٹا سا کمرہ بڑا ہی عزیز تھا۔ کیونکہ اس نے ایک طرح سے وہی کام دیا جو لڑائی کے وقت خندقیں دیتی ہیں۔ میری طرف سے گویا لڑائی شروع تھی۔

چھاپے خانے والوں کے ساتھ اقرار نامہ وغیرہ لکھ دیا گیا۔ اور خرچ ہفتہ وار دینا پڑتا تھا۔ اگر کسی ہفتے روپیہ طیار نہ ہوتا۔ تو اخبار بند ہو جانے کا خطرہ تھا۔ مگر ہم تو اپنے خیال میں محو تھے۔ ۱۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو (Popolod' Italia) کا پہلا پرچہ شائع ہوا۔ اب تک میں اس اخبار کو اپنا پیارا بچہ کہہ کر یاد کرتا ہوں۔ اسی کے ذریعے سے تو میں نے اپنی سب سیاسی لڑائیاں لڑیں۔ اور جیتیں۔ میں ابھی تک اس اخبار کا ڈائرکٹر ہوں۔ اس اخبار کے متعلق تو مجھے ہزاروں واقعات یاد ہیں۔ جو میں قلمبند کر سکتا ہوں۔ یہ اخبار ۱۹۱۴ء میں جاری ہوا۔ اور ۱۹۲۲ء تک میرے سیاسی خیالات کو انتشار دیتا رہا۔ اس اخبار نے ہی مجھے بنا دیا۔ یہ نام (Popolo d Italia) بار بار مجھے لینا پڑیگا۔ کیونکہ میری زندگی کا ہر پہلو اس اخبار میں منعکس ہے۔ چاہے میری سیاسی حیثیت کو لیجئے۔ چاہے ایک اخبار نویس یا جنگ کا حامی یا ایک سپاہی اور اٹلی کا باشندہ ہونے کی حیثیت میں یا ایک فیسسٹ ہونے کی حالت میں بھی غرضیکہ ہر طرح سے اخبار کے ساتھ وابستہ پائیں گے۔

Popolod' Italia میں جب میرا پہلا ہی مضمون شائع ہوا۔ تو بہت لوگوں کو خیال ہو گیا۔ کہ اٹلی کو جنگ میں ضرور حصہ لینا چاہیئے۔ اور اسے فرانس اور انگلستان کا ساتھ دینا چاہیئے۔ فیسسٹ اس وقت میرے ساتھ تھے۔ اور میری اخبار میں بھی مدد دیتے رہتے تھے۔ ان میں اکثر انقلاب پسند تھے۔ اور وہ بھی چاہتے تھے کہ اٹلی جنگ میں شامل ہو۔ بہت سے تو یونیورسٹیوں کے طلبا تھے۔ اور کچھ سوشلسٹ تھے۔ جو اپنے آپ کو (Syndiclist) کہتے تھے۔ اور (Karl Marx)

کارل مارکس کو بالکل نہ مانتے تھے۔ اور کچھ کاریگر اور مزدور لوگ بھی تھے جو اپنے ملک کی آواز کو خوب پہچانتے تھے۔

اگرچہ اٹلی نے باقاعدہ لڑائی میں حصہ لینا شروع نہ کیا۔ پھر بھی والنٹیروں (رضاکاروں) کے دستے طیار ہو کر فرانس کی طرف چلے گئے تھے۔ (Argonne) ارگون کی لڑائی میں (Gari bald:) گیری بالڈی کے دو بھتیجے جن کا نام (Bruno) برونو اور (Castante) کاسٹانٹی تھا۔ لڑتے ہوئے مارے گئے۔ یہ وہی گیری بالڈی تھا۔ جس نے اٹلی کو آزاد کرایا تھا۔ اور جس نے شمالی (Sicily) سسلی اور (Naples) نیپلز کو فتح کیا تھا۔ ان دونو بہادروں کے جنازے شہر روما میں لائے گئے۔ اور سارے اٹلی میں اُن کی دھوم پڑ گئی۔ کچھ (Red-Shirts) بھی جنہوں نے اٹلی کو آزاد کرایا تھا۔ اب فرانس میں اپنی جوانمردی کی داد دے رہے تھے۔

پچھلے جھگڑے جو (Mediterranean) کے متعلق تھے۔ اب ختم ہو چکے تھے۔ اور (Libya) لیبیا میں جو ہماری لڑائی فرانس کے ساتھ ہوئی تھی وہ ہم بالکل بھول چکے تھے۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں جب ہماری لڑائی ترکی سے ہو رہی تھی۔ تو فرانس کے دو جہاز ترکوں کی مدد کے لئے گئے تھے۔ ہم یہ واقعہ بھی بھول گئے تھے۔ اب تو فرانس خطرے میں تھا۔ جرمنی نے بلجیم سے گزر کر فرانس پر حملہ آور ہونا تھا۔ میں یہی بات پکار پکار کے کہتا تھا۔ کہ فرانس خطرے میں ہے۔

(Gebriel D' Annunzio) جبرائیل ڈی انزیو نے ۵ ماہ مئی ۱۹۱۵ء کو ایک جگہ (Quartodei-Mille) کوارٹو ڈی ملی جو (Genva) جینوا کے پاس ہے۔ ایک تقریر کی۔ یہ وہی جگہ ہے۔ جہاں سے کسی زمانے میں

گیری بالڈی ایک ہزار سپاہی ساتھ لے کر (Sicily) سسلی پر حملہ آور ہوا تھا تاکہ جنوبی اٹلی کو Bourbones (بوربونس کی غلامی سے آزاد کرے۔ انٹر آیہ نے بھی اٹلی کو جنگ میں شامل ہونے کے لئے کہا۔ اس طرح اٹلی بالکل تیار ہو گیا چونکہ گیولٹی بر خلاف تھا۔ اور بھی جلدی یہ فیصلہ ہوا۔ کہ جنگ میں شمولیت لازمی ہے شہنشاہ اٹلی جس کو پارلیمنٹ اور مشیروں کی رائے پر چلنا پڑتا تھا۔ اور جیسا وہ قانون وغیرہ بتلاتے۔ اسی کے مطابق عمل کرنا پڑتا تھا۔ اس نے جرمنی کے قیصر کے سفیر کو صاف کہہ دیا۔ کہ اگرچہ اٹلی جرمنی کے ساتھ تھا۔ مگر چونکہ آپ کے ملک نے ہم کو اندھیرے میں رکھا۔ اور دھوکہ دیا۔ لہٰذا ہم مجبور ہیں۔

میلان میں اس معاملہ پر بلوہ ہو گیا۔ روما۔ پڈوا۔ جنیوا اور نیپلز کے شہروں میں بھی مظاہرے ہوئے۔ مجبوراً شہنشاہ اٹلی وکٹر امینول سوم (Victor Emmanuel II) کو وزیر اعظم سے استعفے داخل کروانا پڑا۔ اور (Salendra) سلندرا سے درخواست کرنی پڑی۔ کہ وہ نئی کیبنٹ تجویز کرے۔ ان سب باتوں سے مجھے اس بات کا احساس ہوا۔ کہ میری کوششیں بارور ہو گئی ہیں۔ اور اگرچہ میں اس وقت ایک ناتجربہ کار نوجوان ہی تھا۔ مگر میں نے اپنے ملک کو آزادی دلانے میں بہتیرا کام کر لیا تھا۔

نئی کیبنٹ جنگ کے حق میں تھے۔ گیولٹی کی تجویزیں بالائے طاق رکھ دی گئیں۔ اب تو صرف یہ فیصلہ کرنا رہ گیا۔ کہ کس وقت اور کس طرح سے جنگ میں کودا جائے۔ ہم سب جوش میں آئے ہوئے تھے۔ اور بالکل طیار تھے۔ اور منتظر تھے۔ چنانچہ ۲۴ مئی ۱۹۱۵ء کو اٹلی بھی جنگ میں کود پڑا۔ آپ میرے دل کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ تو خوشی سے بلیوں اچھل پڑا۔ تھوڑے سے صفحوں میں جنگ کے واقعات کو جو اٹلی میں ہوئے قلمبند کرنا نہایت ہی مشکل ہے،

بلکہ ناممکن ہے ۔ لڑائی سے میں بن گیا ۔ میں نے سپاہی بھرتی ہو کر جنگ کو خوب دیکھا ۔ جو اثرات ایک تو بحیثیت سپاہی ہونے کے اور دوسرے سیاست دان ہونے کی حیثیت میں مجھ پر ہوئے ۔ انہیں پیش کرتا ہوں ۔

میں اپنی پرانی رجمنٹ (Dersaglieri) میں وہی پرانی وردی جو خاکی اور سبز رنگ کی ہوا کرتی تھی ۔ پہن کر پھر سپاہی بھرتی ہو گیا ۔ اور میں نے ارادہ کر لیا ۔ کہ میں ایک نہایت ہی اچھا سپاہی ہونگا ۔ یہ رجمنٹ وہی تھی جس میں میں نے اول اول فوجی کام سیکھا تھا ۔ میں ایک نہایت ہی فرمانبردار اور اپنے فرض کو پوری طرح سے بجالانے والا سپاہی بننا چاہتا تھا ۔ اور میں اپنے ارادے میں کامیاب بھی ہو گیا ۔ چونکہ میں سیاسی دنیا میں نام پیدا کر چکا تھا ۔ مجھے کئی اچھی اچھی ملازمتیں جن میں میں بالکل محفوظ اور مطمئن رہتا ۔ ملتی تھیں ۔ مگر میں نے اُنکے لینے سے انکار کیا ۔ میں تو اپنے خیال کو پورا ہوتے دیکھنا چاہتا تھا ۔ اُس سے مجھے کوئی ذاتی مفاد تو حاصل کرنا ہی نہ تھا ۔ میں تو اپنی طبیعت کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا ۔ اور اپنی زندگی کو اُس خیال پر ڈھالنا چاہتا تھا ۔ اور وہ خیال یہ تھا ۔ کہ جب کوئی انسان اپنی زندگی کا نصب العین تعین کرے ۔ یا ایک نئے خیال کے پیچھے ہو لے ۔ تو اُسے اپنی زندگی اُسی کے مطابق بسر کرنی چاہیئے ۔ اور جو زبان سے کہے ۔ اُسے پورا کر دکھلانا چاہیئے ۔ جب تک کہ وہ اپنے مدعا کو حاصل نہ کر لے ۔ اور اُسے پوری کامیابی نہ ہو جائے ۔ اُسے اُس خیال کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہیئے ۔

ہاں یہ درست ہے ۔ کہ وقت سب نشانات مٹا دیتا ہے ۔ اور وقت پاکر انسان ماضی کو بھول جاتا ہے ۔ اکتالیس مہینوں تک جنگ جاری رہا ۔ اور یہ جنگ نہایت ہی سخت تھا ۔ واقعات دل کو آزردہ کرنے والے تھے ۔

جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں ۔ جب جنگ شروع ہوا ۔ تو میں نے والنٹیر (رضاکار)

ہونے کی درخواست دی۔ مگر حکام نے جواب دیا۔ کہ تم والنٹیر نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے کہا۔ کہ فوج کے قواعد کے مطابق صرف وہ شخص والنٹیر ہو سکتے ہیں جن کو کسی جسمانی کمزوری کی وجہ سے باقاعدہ سپاہی بھرتی نہ کیا جا سکے۔ یا جن کو جبری طور پر فوجی کام سیکھنے سے کسی وجہ سے معاف کر دیا گیا ہو۔ اور حکام نے لکھ بھیجا کہ مجھے انتظار کرنا ہوگا۔ پیشتر اس کے میں والنٹیر بن سکوں۔ اور مجھے وقت پر اطلاع دی جاوے گی۔ اب تو میں بالکل نراش ہو گیا۔ مگر خوش قسمتی سے میری باری جلدی ہی آگئی۔ پہلی ستمبر کو یعنی جنگ شروع ہونے سے تین مہینے بعد ہی مجھے اپنی رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہونا پڑا۔ مجھے (Berscia) برشیا جو (Lombardy) لمبارڈی کے علاقے میں واقعہ ہے۔ تعینات کیا گیا۔ یہاں اکثر ہوائی جہاز گولہ باری کیا کرتے تھے۔ کوہ (Alps) الپس کے نزدیک بڑے زوروں کی لڑائی ہو رہی تھی۔ مجھے وہاں جانا پڑا۔ کچھ مہینوں تک بڑی سختی سہنی پڑی۔ پہاڑی علاقے میں خندقوں کی لڑائی بڑی ہی سخت ہوا کرتی ہے۔ مگر جب ہم بارکوں میں آتے۔ تو وہاں بھی وہی حال ہوتا۔ کسی نہ کسی طرح گذارا کرنا ہی پڑتا تھا۔ پہلے چند مہینے تو سخت تکلیف اٹھائی۔ سردی۔ بارش۔ کیچڑ اور بھوک کے مارے مرے جاتے تھے۔ مگر ہم نے ہمت نہ ہاری۔ اور میرا جوش بالکل کم یا ٹھنڈا نہ ہوا۔ میں جنگ کو ضروری خیال کرتا تھا۔ اور یہ خیال میرا بالکل پکا ہو گیا تھا۔ میں بال بھر بھی بدلنے کے لئے تیار نہ تھا۔

مجھے ہیڈ کوارٹرز (Head-quarters) میں منشی کے کام پر لگانا چاہتے تھے۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ بلکہ جہاں کہیں بہت خطرہ ہوتا۔ میں اپنا سر وہیں ڈال دیتا۔ مجھے اس میں مزا آتا۔ اور میں ایسا اپنی مرضی سے کرتا تھا۔ مجھے ایسا کرنے سے بڑا فائدہ ہوا۔ مجھے فوراً ترقی مل گئی۔ اور میں (Corporal) ہو

گیا۔ اور میرے افسروں نے میرے متعلق یہ لکھا "بینٹو مسولینی" بہادری اور دلیری میں ہمیشہ پیش قدمی کرتا ہے،، البتہ میرے گذشتہ کارنامے میرے سدِ راہ بنتے۔ حکام کو کچھ نہ کچھ تشویش رہتی۔ اور خفیہ طور پر میری دیکھ بھال کرتے رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے (Derniezzo ورنیزو کے اس سکول میں جہاں افسر کام سیکھا کرتے تھے۔ جانے نہ دیا۔ صرف ایک ہفتہ کی رخصت ملی۔ ادھر پھر خندقوں میں جانا پڑا۔ اور وہاں مہینوں پڑے رہنا پڑا۔ دن رات کا خطرہ اور مصیبت۔ آخر مجھے تپ محرقہ ہو گیا۔ اور مجھے (Cibidala) کے ہسپتال میں جانا پڑا۔ جب بخار اترا۔ تو مجھے تھوڑے سے عرصے کے لئے ایک جگہ (Ferrara) روانہ کر دیا گیا۔ تاکہ پوری صحت یابی ہو جاوے۔ وہاں سے میں پھر دوبارہ والپس (Alps) کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اندھیری رات میں جب تارے ٹمٹماتے۔ تو ایسا معلوم ہوتا کہ ہم آسمان کے بالکل نزدیک آ پہنچے ہیں۔

میری فوج کو آگے بڑھ کر (Carso) کارسو پر حملہ کرنا پڑا۔ میں اس وقت فوج کے اس دستے میں تھا۔ جو ہاتھ سے بم پھینکا کرتے تھے۔ ہم دشمن کی فوج سے اس قدر نزدیک تھے۔ کہ گولے ہمیشہ ہمارے سروں پر برستے ہی رہتے تھے۔ اور جان ہمیشہ خطرے میں پڑی رہتی۔ تکلیف برداشت کرتے کرتے یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ ہم خطرے کے عادی ہو گئے تھے۔ اور یہ محسوس بھی نہ کرتے تھے۔ کہ جنگ ایک جہنم ہے۔ میں تو بڑے شوق سے اپنا اخبار (Popolo'd Italia) پڑھا کرتا۔ اسے کچھ دوست میری غیر حاضری میں چلا رہے تھے۔ مجھے اسے چھوڑتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا میں ایک عزیز رشتہ دار سے جدا ہو رہا ہوں۔ مگر میں ان دوستوں سے کہہ آیا تھا۔ کہ وہ اس جنگ میں اٹلی کے فریضے اور اس کے مستقبل کے متعلق مضامین لکھتے ہی رہیں اور

ہمیشہ جنگ کے حق میں آواز اٹھاتے رہیں. میں اکثر ان دوستوں کو خط بھی لکھتا رہتا تھا۔ مگر میں اپنے اصلی احساسات اور خیالات کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ آخر میں ایک سپاہی تھا جس کا کام حکم ماننا ہوتا ہے. میری تفریح اپنے سپاہی دستوں اور افسروں کے دل کا مطالعہ ہوا کرتی۔ بعد میں اس قسم کا مطالعہ میرے بہت کام آیا. اٹلی کے جس حصے سے بھی سپاہی آتے. میں ان سے دلی پیار رکھتا. اگرچہ میرا اپنا دل بڑا سخت تھا۔ بہت سے سپاہی ایسا بھی خیال کرتے. کہ ہم مشرقی ملکوں میں کیوں لڑائی کے لئے جاویں. مگر پھر بھی وہ اپنے افسروں کا حکم مانتے۔ اور جس طرح وہ کہتے. اسی طرح سے کرتے۔ بہت سے افسر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا ہوا کرتے اور جب وہ پرانے اور تجربہ کار افسروں کا بہادری میں مقابلہ کرتے. تو بڑا بھلا معلوم ہوتا. کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا. کہ اٹلی کے نوجوان بھی بڑے بہادر ہیں۔

اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے۔ اور خرچ بھی بہت ہوا. اور اس قدر سخت جنگ تھا. کہ ہم سب حیران تھے. پہلے زمانے کی لڑائیاں مثلاً جو گیری بالڈی کے وقت میں ہوئیں. وہ دوسری طرز کی تھیں. موجودہ جنگ میں تو بڑی تیزی سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور لڑائی کا طریقہ ہی بالکل بدل گیا ہے۔ حملہ آور بچاؤ دونوں کا ڈھنگ ہی نرالا ہے مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی. کہ میرے ہموطنوں نے زمانے کی چال کے ساتھ قدم ملایا. اور عجیب و غریب فائدہ اٹھایا. صدر مقام (Head quarters) اور دیگر معاون فوجی ادارے خاص کر کے ہسپتال ایسے منظم تھے. کہ عقل حیران ہوتی تھی. مگر جب کبھی میرا خیال فوجوں سے اٹھ کر اپنے ملک کی سیاسی حالت کی طرف چلا جاتا تھا. تو مجھے مایوسی سی ہو جاتی تھی. روما میں جو سیاسی ادارے تھے. اور جو شخص برسر اقتدار تھے. اُن کی حالت دیکھ کر مجھے ڈر سا معلوم ہوتا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا. کہ پارلیمنٹ کا طرز حکومت کبھی

بدلنے والا نہیں ہے۔ اور اس کے نقش دور نہ ہونگے۔ ابھی تک ایسے بہت لوگ تھے۔ جو کہہ رہے تھے۔ کہ اٹلی کو جنگ میں شامل نہ ہونا چاہئے تھے۔ اور اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے۔ مگر پھر بھی اس خیال کو نہ چھوڑتے تھے۔ اور ہار نہ مانتے تھے بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وہ اس کوشش میں تھے۔ کہ لوگوں کو کہیں۔ کہ اٹلی لڑنے کے قابل ہی نہیں۔ اس قسم کے بیہودہ خیالات جو جنگ میں حصہ نہ لینے والے لوگوں نے پھیلا رکھے تھے۔ یا جو سیاسیات کو نہ سمجھنے والے بازاری لوگ زیر بحث لاتے رہتے تھے۔ اُن لوگوں کو بھی بے حوصلہ کر دیتے تھے۔ جن کے لڑکے جنگ میں لڑ رہے تھے۔ سپاہی ہوتے ہوئے مجھے یہ سمجھ نہ آتی تھی۔ کہ رومانیا (Rumania) جس کے پاس چند سینکڑے مشینی توپیں تھیں۔ کس طرح جنگ میں شامل ہوگا۔ یونان جیسا چھوٹا سا ملک مثلاً کس طرح ترکی کے سامنے لڑائی کر سکے گا۔ گویا یہ سب فرضی باتیں تھیں۔

میں ہر روز اٹلی کی فوج کے آگے بڑھنے کی خبریں سنتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں (Isonzo) آئسنزو کی لڑائی ہوئی۔ پھر (Alps) الپس کا جنگ ہوا۔ دیگر ممالک سے جو جنگ کی خبریں آتی تھیں ان میں بھی مجھے بڑی دلچسپی ہوتی۔ مثلاً فرانس میں یا مشرقی ملکوں میں Dardanelles ڈاڈنیلز میں شکست ملی یہ بھی میں نے سُنا۔ اٹلی کے متعلق تو مجھے پورا یقین تھا کہ ضرور فتح ہوگی۔ چاہے جنگ کتنا ہی طول کیوں نہ کھینچے۔ اور اخراجاتِ جنگ ہم پر کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ڈالیں مگر آخر میں ہم فتحیاب ضرور ہونگے۔ ہماری فوجیں ایسی باقاعدہ آگے بڑھ رہی تھیں کہ دشمن مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اگرچہ جنگ بڑا سخت تھا۔ پھر بھی ہمارے سپاہیوں کے اندر کوئی بدنظمی رونما نہیں ہوئی۔ الپس کے میدان میں جو سنہ ۱۹۱۶ء میں دشمن کا حملہ ہم پر ہوا اُسے ہماری فوجوں نے خوب

روکا اور کارسو (Carso) کی لڑائی میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ ہمارے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ ایسے بڑے جنگ میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں میرے عزیز بہادر سپاہی مارے گئے۔ وہاں اپنے متعلق انسان کیا لکھے۔

اُدھر اٹلی کی سیاسیات کا بُرا حال تھا۔ اس لئے مجھے وقتاً فوقتاً اخبارں میں اپنے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا پڑجاتا تھا۔ بہت لوگوں کا خیال تھا کہ میں دفتر میں بیٹھا قلم چلا رہا ہوں اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اٹلی کو جنگ میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ ایسی بیہودہ اور جھوٹی خبروں کی تردید لازمی تھی۔ اسی واسطے میں اپنے متعلق اکثر لکھتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں اسوقت (Bersagliere) فوج میں میجر کارپورل (Corporal) تھا۔ اور جب سے جنگ شروع ہوئی تھی۔ تب سے فروری ۱۹۱۷ء تک فوج کا سپاہی بن کر لڑتا ہی رہا۔ اور دشمن کا مقابلہ کرتا رہا اور جنگ کا حامی رہا۔ بلکہ کبھی کبھی Popolo-d Italia اخبار کو مضامین بھی جنگ کے حق میں لکھتا رہا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ آخر اٹلی کو فتح نصیب ہوگی۔ فوجی نظام کے لحاظ سے میں کبھی اپنے نام کے نیچے مضامین نہیں لکھتا تھا۔ بلکہ ایک فرضی نام اختیار کر لیا تھا۔ مجھے دو طریقوں سے لڑنا پڑتا تھا۔ ایک تو فوج کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں اور دوسرے اپنے ہموطنوں کی کم حوصلگی کے ساتھ بھی لڑائی کرنی پڑتی تھی۔

۲۲ فروری ۱۹۱۷ء جب ہماری فوج پر (Carso) کارسو کی لڑائی میں بڑے زور سے گولہ باری ہو رہی تھی تو ایک ایسا حادثہ ہوا جو تقریباً ہر روز خندقوں کی لڑائی میں ہوجایا کرتا ہے۔ ہماری خندق میں ایک ہاتھ سے چلانے والا بم کا گولہ خودبخود پھٹ گیا۔ خندق میں کوئی بیس سپاہی تھے۔ سب خندق دھواں دھار ہوگئی۔ اور گرد اُٹھی اور بم پھٹنے سے لوہے کی چھریاں اور چاقو

نکلے۔ چار سپاہی تو مر ہی گئے۔ باقی سخت زخمی ہوئے۔ مجھے جلدی سے (Ronchi) رونچی کے ہسپتال میں لے گئے۔ جو دشمن کی فوج سے تھوڑے فاصلے پر واقع تھا۔ ڈاکٹر Piccagnoni اور دیگر سرجنوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ انہوں نے بڑی ہمت سے اور صبر سے کام لیتے ہوئے کوئی چالیس بم کے ٹکڑے میرے جسم سے نکالے۔ میرا جسم چھلنی ہو گیا تھا۔ اور ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور درد تو ناقابل برداشت تھی۔ یہ سب جراحی کے عمل مجھے شیشی سنگھانے کے بغیر ہی کئے گئے۔ ایک مہینے میں ستائیس دفعہ تو جراحی عمل ہوا اور صرف دو دفعہ شیشی سنگھائی گئی۔ ان دنوں جب میں (Ronchi) رونچی کے ہسپتال میں پڑا تھا اور درد سے مر رہا تھا۔ عین ہسپتال پر گولہ باری ہوئی اور ایک طرف کی عمارت بالکل گر گئی۔ زخمی بیماروں کو فوراً دوسری جگہ لے گئے تاکہ گولا باری سے بچ جاویں۔ مگر میں تو ہل نہیں سکتا تھا۔ میں کئی دن اسی ٹوٹی پھوٹی جگہ میں پڑا رہا۔ اور گولہ باری جاری رہی۔ کوئی بچاؤ کی صورت نہ تھی۔ پھر بھی آہستہ آہستہ میرے زخم بھرنے لگے۔ مجھے بہت سے ہمدردی کے تار بھی موصول ہوئے اور ایک دفعہ تو اٹلی کے بادشاہ خود بھی تشریف لائے۔ اور انہوں نے سب سپاہیوں سے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا اور مجھے اُن کی وہ ہمدردی ابھی تک نہیں بھولتی اور نہ کسی اور کو بھول سکتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے (Milan) میلان کے جنگی ہسپتال میں لے گئے۔ اگست کے مہینے میں تو میں لاٹھیوں کی ٹیک لے کر چلتا تھا۔ اور کئی مہینوں تک اسی طرح چلتا رہا۔ میری ٹانگیں بہت کمزور ہو گئی تھیں۔ آخر میں اپنے اخبار کے دفتر میں جا بیٹھا۔ روسی شکست پر شکست کھانے لگے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ اُدھر اٹلی میں جنگ کے خلاف زہر اُگلا جا رہا تھا۔ ہماری پارلیمنٹ کے ایک

سوشلسٹ ممبر نے یہ بُری خبر اڑا رکھی تھی۔ کہ سردی سے پہلے پہلے اٹلی خندقیں چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے گا۔ ایسے زہریلے خیالات کا مقابلہ کرنا لازمی معلوم ہوتا تھا۔ جب سپاہی پندرہ دن کی رخصت کاٹ کر خندقوں میں واپس آتے تو کچھ بے دِلے سے معلوم ہوتے تھے۔ شہروں میں لوگ عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اگر لوگوں کے سروں پر حاکم کا ڈنڈہ نہ ہو تو کیسے کام چل سکتا تھا۔ حکومت کا زبردست اور قوی ہونا لازمی تھا۔

میں اس وقت اُس زمانے کے حالات پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ ۱۹۱۷ء میں جو اٹلی کے اندر کی سیاسیات کی حالت تھی وہ نہائیت ہی افسوسناک تھی۔ ہماری پارلیمنٹ اور ہماری سوشلسٹ پارٹی ہم کو تباہی کی طرف لیجا رہی تھی۔ اور آخر اکتوبر ۱۹۱۷ء کو ہم نے Caporetto کیپوریٹو پر شکست کھائی۔ مجھے یہ خبر سن کر بہت ہی رنج ہوا۔ شکستیں تو جنگ میں اور بھی بہتریں ہوئیں۔ اور یہ کوئی انوکھی شکست نہ تھی۔ مگر اٹلی والوں کے لئے ایک سخت صدمہ تھا اس شکست سے دشمن (Isonzo) دریائے آئسنزو کی وادی تک آن پہنچا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تھی تو ہم پُرانے آسٹریا کی سرحد سے پار جا پہنچے تھے۔ اور عین دشمن کے سر پر جا دھمکے تھے۔ ہم نے تو (Alps) کے قریب جو حملہ ہوا تھا اُسے روکا تھا۔ بلکہ ہم نے (Bainsizza) بین سیزا کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ اور دس دفعہ تو (Isonzo) دریائے آئسنزو کے پار جا چکے تھے اس شکست میں ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ اور ہم بڑے آزردہ خاطر ہوئے۔

وقت نہائیت ہی نازک تھا۔ ہماری تیسری فوج دریائے آئسنزو کے دوسرے کنارے پر گھری ہوئی تھی۔ اُسے بچانا ضروری تھا۔ ہمیں ہر طرح سے

Piave) پائیو پر جمے رہنا چاہیئے تھا اور (Grappa) گراپا پہاڑ پر اڑے رہنا تھا تاکہ Venetian وینیشن کے شمال میں جو صوبہ تھا اُسے دشمن باقی ملک سے جدا نہ کر دے۔ آخر کار ہماری فوج نے خوب کیا۔ ایک دم چڑھائی کر دی۔ گراپا پہاڑ پر خوب مقابلہ کیا۔ اور دشمن کو دریائے پائیو پر سے پار نہ ہونے دیا۔ فوج میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ جوش نمایاں تھا۔ (Gorzia) گورزیا (Balluno) بالونو اور (Udine) اودائن کھو کر پھر ہم نے دشمن کا سامنا کیا۔ گویا ہم نے سخت شکستیں کھائیں اور ہمارے سینے پھٹ گئے۔ مگر جو شکستیں دوسرے ملکوں نے کھائیں اور جو دوسری فوجوں نے مصیبتیں دیکھیں اُن کے مقابلہ پر تو اٹلی پھر بھی اچھا رہا۔ ہم نے تو صرف تین صوبے کھوئے۔ مگر دیگر مقامات پر تو غضب ہی ہو گیا Masure (Lake) کی لڑائی Konegberg کا نگ برگ پر حملہ۔ فرانس کے چودہ اداروں کی تباہی اور بلجیم کی غارت گری قابل ذکر ہیں ؛

مجھے اس بات کا فخر ہے۔ کہ ایسے خوفناک وقت میں بھی میرا اخبار اٹلی کی سیاسی زندگی کو اونچا کرتا رہا۔ اور اس کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ جو لوگ لڑائی سے بچ کر یا زخمی ہو کر واپس لوٹے تھے یا وہ لوگ جو جنگ کے حامی تھے اُن کی مدد سے میں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اے اٹلی والو لڑو مرو اللہ مرد میں نے بڑے زور سے مرکزی حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتے اور جنگ کے برخلاف آواز اُٹھاتے ہیں۔ اُن کو سخت سزا دی جائے۔ پھر میں نے والنٹیروں کی ایک فوج طیار کرنے کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ شمالی اٹلی میں فوج کی بھرتی شروع ہونی چاہیئے۔ میں نے یہ بھی کہا۔ کہ سوشلسٹ اخبار بند ہونے چاہئیں۔ اور فوجی سپاہیوں کے ساتھ

اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر میں نے یہ بھی کوشش کی کہ سب لوگ سپاہی کا کام سیکھیں اور اگر ضرورت پڑے تو لڑائی میں جاویں۔ پہلے اخباروں میں اس خیال کو دیا۔ پھر عام جلسوں میں۔ پھر عین میدانِ جنگ میں جہاں لڑائی ہو رہی تھی۔ مجھے اس میں میری امیدوں سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ حکومت نے خود اس بیڑے کو اٹھایا اور لوگوں میں جوش بھر گیا ؛

سردی تو اسی طرح سے گزر گئی۔ اب موسمِ بہار آیا۔ اٹلی کے سب لوگ لڑائی میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور جھٹ (Piave) پیاور گراپا Grappa پر جا پہنچے۔ آخر ایک قوم کی قوم جاگ اٹھی اور سپاہی اور اُن کے قبیلے سب قومیت کے خیال میں مست ہو گئے۔ گویا اٹلی اپنے قومی فرض کی ادائیگی میں ہر طرح کی قربانی کرنے کے لئے تیار تھا ؛

۱۹۱۸ء میں ہم ایک زبردست فوج لے کر (Piave) جانے کے لئے تیار تھے۔ والنٹیروں کی فوج جو (Arditi) کے نام سے مشہور تھی سیدھی پہاڑ پر چڑھ گئی۔ اور ہاتھ سے پھینکنے والے بمب اور تلواریں لئے اپنی بے مثل بہادری دکھانے لگی۔ سب یہ ہی چاہتے تھے کہ Caperetto کیپورٹیو کی شکست کا دھبہ دھو دیا جاوے۔ جہاں ہماری فوجیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ ہم وہیں پہنچے۔ ہمارے بہت سے سپاہی لڑائی میں کام آ چکے تھے۔ ہم نے جیسے کیسے حملہ کر ہی دیا۔ اور دشمن کو دریائے Piave سے پار اُترنے نہ دیا۔ اوپر سے ہمارے ہوائی جہاز موقعہ دیکھ کر بمب برسانے لگے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اٹلی ضرور فتح مند ہوگا۔ بہت بہادر لوگ ضرورت کے وقت نکل کھڑے ہوتے اور جون کے شروع میں ہی دشمن پر چڑھائی کر دی گئی ؛

ہمارے خفیہ صیغے نے ٹھیک وہ وقت معلوم کرلیا۔ جب دشمن حملہ کرنیوالا تھا۔ فوجی قاعدوں کے مطابق ہمارے اعلےٰ افسروں نے یہ فیصلہ کیا کہ دشمن کی فوج پر چھاپا مارا جائے اور ابھی فوج طیاری ہی کررہی تھی۔ کہ ہمارے سپاہیوں نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا۔ اور چپکے سے اُن پر جا پڑے۔ دشمن کی سب تجویزیں دھری رہ گئیں دریائے Piave کے اوپر جب وہ پل ڈالنے لگے تو ہماری فوج پل نہ ڈالنے دیتی تھی۔ اور اُن کو توڑ ڈالتی مقام (سل مانتیولو Sel Montello) جہاں سے دشمن ہم پر وار چلانا چاہتا تھا۔ اُسے ہم نے مضبوط قابو میں رکھا۔ غرض لڑائی برابر ہوتی رہی۔ کبھی ہم حملہ کرتے۔ اور دشمن جواب دیتا اور کبھی دشمن حملہ کرتا تو ہم جواب دیتے۔ تین دن بعد دشمن کو پورا یقین ہوگیا۔ کہ اٹلی کی فوجیں تو ایک نہ ٹوٹنے والی دیوار کی طرح ہیں۔ اُن پر فتح پانی کوئی خالہ جی کا گھر نہیں۔ ایک مقام Zouzon کے نزدیک دشمن کی فوج دریا پار کرکے ایک جگہ Treviso تک پہنچی۔ مگر پھر ہماری فوج نے اُنہیں دریائے پائیو کے پار پہنچا دیا۔ دشمن کا بڑا نقصان ہوا۔ کیونکہ دریا چڑھا ہوا تھا۔ پل بھی ٹوٹ گئے اور بہت سے سپاہی دریا میں بہ گئے۔ اس بڑی لڑائی کے شروع ہونے سے پانچ دن بعد یعنی ۲۳ جون ہمارے افسروں نے لکھ بھیجا کہ خوب مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور مجھے بھی احساس ہوا کہ ہم ضرور جیت جائیں گے۔ میرا اب تک یہ خیال ہے کہ جنگِ عظیم Piave کی لڑائی ایک فیصلہ کن لڑائی کا حکم رکھتی تھی۔ دشمن کا بے حساب نقصان ہوا۔ کوئی ایک لاکھ کے قریب ہنگری کے سپاہی لڑائی میں کام آئے Budapest بوڈاپسٹ میں تو قیامت ہی مچ گئی۔ آسٹریا کی سلطنت میں تو بہت سی قومیں شامل تھیں۔ اس بات پر بحث ہونے لگی کہ ہر قوم کس تناسب سے لڑائی میں قربانی

دے۔ چنانچہ آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ یہ خبر (Austria) آسٹریا ہنگری سے اٹلی پہنچی۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہاں خانگی معاملات گڑبڑ ہیں۔ مگر دشمن کی فوج ابھی اڑ رہی تھی اور ہمارے دو صوبے جو ابھی تک اُن کے قبضے میں تھے وہاں پر دشمن بدلہ لینے کے لئے سختی سے کام لے رہا تھا۔

ٹھیک اُن دنوں جب اٹلی جیت رہا تھا۔ ہمارے ملک کی سیاسیات بگڑ رہی تھی۔ بعض لوگ خرابی کر رہے تھے۔ ایسے لوگوں کی حرکتیں بند کرنی ضروری معلوم ہوتی تھیں وہ لوگ کہتے تھے کہ جنگ ایک وحشیانہ حرکت ہے۔ اور یہ کوششیں ہو رہی تھیں کہ اٹلی کے لوگوں کو اپنے قومی حقوق ملنے چاہئیں۔ مگر اٹلی تو آسٹریا کے زیر حکومت تھا۔ اور اُن میں قومیت کا خیال تو موجود ہی نہ تھا۔ لوگ تو سو برس سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا کہ ظلم تلے روندے جا رہے تھے۔ اگرچہ ہم کو فتح نصیب ہونے والی تھی۔ مگر اصل فتح تو تب ہوتی جب ہمارے سپاہی (Vienna) پہنچ جاتے اور یہ خیال نہ کرتے۔ کہ ہم آسٹریا کے محکوم ہیں۔

اٹلی کے مشاہیر بھی جن کے قومیت کے متعلق خیالات پرانے اور دقیانوسی تھے۔ اکثر اس نازک وقت میں اس سوال کو اُٹھاتے اور آسٹریا کا ساتھ دیتے اور کہتے اٹلی میں قومیت ہے ہی کہاں اور ایسا کہنے سے ہمارے قومی احساسات کو ٹھیس لگاتے رہتے۔ بلکہ خود اٹلی کے لوگ کہنے لگ گئے کہ جب کبھی اٹلی کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ میرے جیسے لوگ رنگ میں بھنگ ڈال دیتے ہیں اور ایسے لوگ بڑے خود غرض ہیں۔

گرمیاں بھی گزر گئیں اور اکتوبر ۱۹۱۸ء کو ہمارے فوجی افسروں نے جن کے حکم کے نیچے اکیاون اٹلی کی پلٹنیں جن میں تین ولائتی۔ دو فرانسیسی۔

ایک امریکن اور چند ایک (Czechoslovakia) زیکو سلاویکیا کے والنٹیر بھی شامل تھے۔ یہ فیصلہ کیا کہ آسٹریا کی فوجوں پر آخری ہلہ بول دینا چاہیئے۔ یہ تجویز تو نہایت اچھی تھی۔ مقام (Sernaglia) کے قریب ہماری فوج نے دشمن کی فوج میں رخنہ کر دیا اور پار نکل گئی۔ پھر ہم نے دائیں اور بائیں سے گھیرا ڈالا۔ سپاہیوں کی ہمت اور افسروں کی لیاقت نے مل کر دشمنوں کا دم توڑ دیا۔ اور ہمیں بڑی بھاری فتح ہوئی۔ بہت سی توپیں اور جنگ کا سامان ہمارے ہاتھ پڑا۔ اور کئی قیدی ہمارے ہاتھ لگے۔ آسٹریا ہنگری کی فوج کو مکمل شکست ہوئی۔ ادھر بحری لڑائی میں بھی اُسے بہت نقصان ہوُا۔ ہم Trieste پہنچے اور ہم نے (Trento) ٹرینٹو پر قبضہ کر لیا۔

یہ فتح صرف جنگ کی معمولی فتح نہ تھی۔ بلکہ ایک طرح ہمارے سارے مُلک کی فتح تھی۔ ایک ہزار برس کی غلامی کے بعد ہم جاگ اُٹھے تھے۔ اور اپنی اخلاقی اور روحانی بہادری کا پکا ثبوت دے رہے تھے۔ ہم پھر سے اپنی قدیمی بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اور ہم میں حب الوطنی جوش مار رہی تھی۔ نئے یورپ میں ہم ایک وزن دار مُلک ہونے والے تھے۔ اٹلی کے نوجوان خوشیاں منا رہے تھے۔ کیونکہ ہاتھ سے گئے ہوئے شہر پھر اٹلی سے ملحق ہو رہے تھے۔ Trento ٹرینٹو اور (Trieste) ٹریسٹ پھر اٹلی کا حصہ بنے۔ جیسا کہ ہمارے شاعر (Dante) ڈانٹے چودھویں صدی میں پیش گوئی کر گئے تھے۔ ملک کے سب گرجوں میں گھنٹے بج رہے تھے۔ اور خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ کہ شکر ہے جنگ ختم ہوُا۔ اور اٹلی فتحمند ہوُا۔ جنگ کو ناپسند کرنے والوں کی کوششیں رائیگاں گئیں۔ روس تو برباد ہی ہو گیا۔ مگر ہمیں پوری فتح ہوئی۔ کوئی خاندان نہ تھا۔ جس میں کا

کوئی نہ کوئی عزیز جنگ میں یا زخمی نہ ہوا ہو یا مارا نہ گیا ہو۔ بیوہ اور یتیم بڑے فخر سے اپنے لواحقین کے کارنامے بیان کرتے تھے۔ اُن کے چہروں سے غم اور خوشی نمایاں تھی۔ Trento اور Trieste تو ہمارے ہو ہی چکے تھے۔ (Fuimo) فیوم نصف فتح ہو چکا تھا اور (Dalmatia) ڈلمیشیا فتح ہونے ہی والا تھا ؛

اٹلی کے لوگ خوشی کے مارے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے۔ کیوں نہ ہوتا۔ لڑائی جیتے تھے۔ جنگ نے بڑا ہی طول کھینچا۔ خرچ بھی بے حد ہوا اور ہمارے جلدی اُٹھنے کی اُمید بالکل نہ تھی۔ مگر فتح نے ہمیں ہمت بندھا دی۔ اور ہم نہ ہی صرف اُن کی جو لڑائی میں کام آئے تھے۔ عزت کرتے تھے۔ بلکہ اپنے ہموطنوں کو اُٹھانے کے کام میں لگ گئے۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء سے لے کر دسمبر تک اٹلی والوں نے ترقی کے راستے پر پورے زور سے قدم رکھ دیا۔ لڑائی نے ہمارے دلوں میں ایک عجیب شاعرانہ غم پیدا کر دیا تھا۔ اور ساری قوم اس کے زیر اثر تھی۔ مجھ پر تو وہ اثر بہت ہی زیادہ تھا ؛

فتح ہمیں اتنی مشکلوں سے نصیب ہوئی تھی اور ابھی ہم جنگ کی بھٹی سے نکلے ہی تھے اور ہماری قوم ایک طرح سے آزاد ہونے کی حیثیت میں امریکہ سے بھی عمر میں چھوٹی تھی اور جنگ کے اخراجات نے ہمیں پیس دیا تھا۔ اس پر ہم سے بڑی دغا بازی کی گئی (Versailles) ورسائیل کے عہد نامے میں جو اٹلی کو دیا گیا وہ ظاہر ہی ہے۔ جنگِ عظیم میں اٹلی نے جو قربانیاں کیں۔ اُن کی تفصیل ذیل میں درج ہے ؛

چھ لاکھ باون ہزار سپاہی مارے گئے۔ چار لاکھ پچاس ہزار کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اور کام کاج سے رہ گئے۔ دس لاکھ زخمی ہوئے۔

غرضیکہ ہمارے ملک میں کوئی خاندان ایسا نہ تھا۔جس نے جنگ کے زمانے میں جو اکتالیس مہینے تک ہوتا رہا ایک نہ ایک آدمی ملک کی خاطر قربان نہ کیا ہو یا لڑائی کی بھٹی میں نہ جھونکا ہو۔ دس سال بعد بھی بے ہاتھ پاؤں کے آدمی۔ زخمی۔ بیوہ عورتیں اور یتیم بچے کثرت سے نظر آتے تھے۔ اور لوگ اُن کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہم نے بہت سی خانگی تکلیفات اور انقلابات دیکھے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ (Stelvio) سٹیلویو پہاڑ سے لے کر سمندر کے کنارے تک ہر جگہ جنگ میں مارے گئے سپاہیوں کی قبریں بنی ہوئی ہوں۔ اب تو ان کے نشانات اُڑتے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُن قبرستانوں میں ہمارے ملک اور قوم کی تاریخ بند ہے۔ یہ بات میں کبھی نہیں بھولتا ۔

میں لڑائی کا بڑا زبردست حامی رہا ہوں۔ میں اٹلی کا باشندہ ہونے کی حیثیت میں اور سپاہی بن کر بھی دل وجان سے لڑا۔ اور میں نے فتحمند ہونے کی خوشی بھی دیکھی۔ میں جنگ کے بعد کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور میں نے لوگوں کو بے چین بھی دیکھا۔ مگر ہر حال میں چاہے میں غم زدہ ہوں یا خوش اُن لوگوں کی یاد جو جنگ میں کام آئے۔ میری زندگی کے لیئے وہی کام کرتی تھی جو روشنی کا مینار جہازوں کو سمندر میں راستہ دکھانے کے لیئے کرتا ہے۔ یہ بہادر سپاہی ملک کے ہر حصہ سے اور ہر پیشہ سے بھرتی ہوئے تھے۔ بلکہ بعض تو دوسرے ممالک کی رعایا تھے۔ یا دوسرے ملکوں میں جا کر بسے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کیں ۔

قومیں دوسری قوموں کے برابر سر تب ہی اُٹھا سکتی ہیں اور

بڑی تب ہی کہلا سکتی ہیں۔جب وہاں کے باشندے اپنے سر بلی دان کریں۔اور اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کریں۔جنگ انسان کے جسم وجان ودل پر عجیب اثر ڈالتا ہے ؛

مجھ پر تو جنگ نے جب میں جوان ہی تھا۔عالم انسانی کا اصلی راز کھول دیا ؛

آخر لڑائی ختم ہوگئی۔ مگر ختم ہونے کے بعد کے دو سال یعنی ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میرے ملک کے لئے نہایت ہی خوفناک اور پُر درد ثابت ہوئے ایک تو ہمارے اندر پھوٹ تھی اور اٹلی کبھی متحد ہونے والا معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور ہماری یہ بیماری بڑھتی ہی جاتی تھی۔ بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آ رہے تھے۔ جن سے ہماری قومی زندگی کو بڑا خطرہ تھا۔ اور وہ زیادہ تر سیاسی واقعات تھے۔ اقتصادی نہ تھے۔ میرا اشارہ اس تحریک کی طرف ہے۔ جو ۱۸۹۴ء میں مقام Gasai گاسی جو Sicly میں سے شروع ہوئی اور پھر Milan میلان میں ۱۸۹۸ء کو اسی وجہ سے خونریزی بھی ہوئی مگر وہ واقعات تو مقامی تھے۔ اور ان سے یہ گمان نہ ہو سکتا تھا کہ اٹلی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ مگر ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے واقعات میں تو ایسے زہریلے جراثیم موجود تھے کہ اگر ان کا انسداد نہ کیا جاتا۔ تو اٹلی کی قومی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی ؛

سب معاملے پر دوبارہ غور کیا گیا۔ ہم نے اپنی ساری سیاسی مشین

کے پرزے علیحدہ علیحدہ کر دیئے اور انہیں بڑی اچھی طرح دیکھا بھالا۔ چنانچہ بادشاہ سے لے کر پارلیمنٹ تک اور فوج سے لے کر اٹلی کے مقبوضات تک نظر دوڑائی اور سرمایہ دارانہ نظام سے لیکر Communist کمیونسٹ تجاویز پر غور کیا گیا تاکہ ہمارے مختلف صوبوں اور علاقوں میں یکجہتی اور یگانگت پیدا ہو بلکہ سلسلہ تعلیم سے لیکر پوپ کے دینی نظام تک پر بھی دھیان دیا۔ مگر جس اتفاق اور اتحاد کو ہم قائم ہوا دیکھنا چاہتے تھے بھلا وہ کہاں ہو سکتا تھا۔ جنگ میں لڑنے والے سپاہی اور زخمی جو وہاں سے لوٹے تھے۔ وہ اتحاد کا خواب ہی دیکھتے رہے۔ مگر اس خواب کے درخت کے پتے سب گر چکے تھے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے ملک کا شیرازہ بالکل بکھرا ہوا ہے ہمارے پاس نہ کوئی بہادری اور نہ ہی کوئی سیاسی فلسفہ رہ گیا تھا۔ جن سے ہم آپس میں مل بیٹھتے اور ہماری یہ خستہ و خراب حالت نہ ہوتی۔ گویا مجھے تو ہر طرف تباہی اور بربادی ہی نظر آرہی تھی ؟

جنوری ۱۹۱۹ء کو (Socialist) سوشلسٹ گروہ نے جو جنگ کے وقت چپ بیٹھے تھے۔ صلح ہوتے ہی بغاوت کا جھنڈا اکھڑا کیا۔ اور خرابی کرنے لگے۔ میلان (Milan) سے میونسپل کمیٹی نے جس میں سوشلسٹ اکثریت تھی۔ اپنے سوشلسٹ بھائیوں کو (Vienna) ویئنا میں ہمدردی کا پیغام بھی بھیجا۔ اور کمک بھی دی۔ اُدھر سے International بین الاقوامی اخوت کے خیال نے سر اٹھایا۔ (Triest) ٹرلیسٹ کا شہر جو اب اٹلی کے حوالے ہو گیا تھا وہاں ایک سوشلسٹ مسمی Pittoni پتونی نے شہر کی درستی میں بڑی مدد دی۔ ہمارے بہت سے دیگر شہروں میں ہمارے پرانے دشمنوں یعنی آسٹریا اور ہیپس برگ کے نوعریب بچوں کی بڑی خاطر تواضع ہوا

کرتی تھی ۔ جہاں ہمارے اپنے غریب بچّوں کو کوئی پوچھتا تک نہ تھا ۔ غرض اسی طرح کے کئی اور لوگ بھی تھے ۔ مثلاً (Giolitti) گیولٹی کے پیرو جو یہ چاہتے تھے کہ اٹلی کو جو فتح نصیب ہوئی تھی اس کی یاد اور اس کی خوشی ہم بالکل بھول جاویں ؎

مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ کون ہیں جو ہماری ذلت چاہتے ہیں ۔ اُن میں جرمنی اور آسٹریا کے جاسوس اور روس کے فتنہ انگیز اور خفیہ طور پر مدد دینے والے سب لوگ شامل تھے ۔ اور چند ہی مہینوں میں اُنہوں نے اٹلی کے لوگوں کو تباہ کر دیا ۔ جنگ کے بعد جو اقتصادی بربادی سب دنیا پر آئی ۔ اٹلی اُس سے کس طرح بچ سکتا تھا ۔ جو سپاہی جنگ سے میری طرح واپس آئے ۔ اُنہوں نے اکثر گھر تو جانا ہی تھا ۔ اور اُن کی تعداد لاکھوں تھی ۔ سردی کا موسم تھا ۔ تن پر کپڑا نہیں اور گھر میں کوئی کام نہیں ۔ اب کریں تو کیا کریں وہ فوجیں جو لڑائی میں بہادری سے لڑی تھیں ۔ جب اپنے اپنے جھنڈے لے کر واپس لوٹیں تو اُن کی بڑی بے قدری ہوئی ۔ کوئی اُن کے جھنڈوں کو سلام تک نہ کرتا تھا ۔ آخر وہ فوجیں لڑائی جیت کے آئی تھیں ۔ اُن کا کچھ تو استقبال کرنا ضروری تھا ۔ اب پھر مجھے اور میرے دوستوں کو یہ احساس ہُوا ۔ کہ لوگ چاہتے ہی تھے کہ جنگ کا کھیل ختم ہو اور وہ جیتنے کی اتنی پرواہ نہ کرتے تھے ۔ جتنا اُنہیں اس بات کا خیال تھا ۔ کہ نقصان نہ پہنچے ۔ اب وہ اپنے کانوں سے اور دل سے بھی یہ باتیں سنکر خوش ہوتے تھے ۔ کہ صلح اور انسانیت اور بین الاقوامی اخوت اچھی چیزیں ہیں ۔ رات پیشتر اس کے کہ میں سو جاتا ۔ میں یہی سوچتا رہتا کہ لوگوں کی اس روش کو کس طرح روکا جاوے فتح پا کر بھی وہ اپنے قومی مفاد کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے ۔ اور دن بدن گراوٹ

کی طرف جا رہے تھے۔ مرکزی حکومت بھی اس کمزوری کی روک تھام کرنے سے عاجز تھی۔ سیاسی لوگ اور سمجھدار بھی۔ وہ لوگ جنہوں نے جنگ کے زمانے میں خوب اپنا گھر بھر لیا تھا۔ اور وہ لوگ بھی جن کو نقصان ہوا تھا۔ وہ لوگ جو جنگ کے حامی تھے۔ مگر لڑنا نہ چاہتے تھے۔ اور بہت ایسے لوگ جو نام پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور ایسے جاسوس اور فتنہ پرداز لوگ جو روپیہ کماتے تھے۔ اور جو لوگ غیر ممالک سے روپیہ لے کر کام کرتے تھے۔ ان سب نے مل کر چند مہینوں میں قوم کی قوم کا ستیاناس کر دیا۔ مجھے تو اپنی قوم کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر سخت رنج ہوتا تھا۔ اور مجھے ایسا خیال آتا۔ کہ بس اب ہم ختم ہو لئے۔

میرا دل بڑی گھبراہٹ میں رہتا اور میں غصے کے مارے مرا جاتا تھا۔ اور مجھے خطرہ سامنے کھڑا نظر آتا تھا۔ کچھ دل چلے لوگ میرے ہم خیال بھی تھے۔ مگر بہت تھوڑے۔ میرا سب سے پہلا اور ضروری فرض یہ تھا۔ کہ میں غداری کے برخلاف جہاد شروع کروں۔ کچھ میرے ہموطن جو عقل کے اندھے تھے۔ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر (Allies) کے اڈے چڑھ گئے۔ یہ لوگ اپنے ہی ملک کے برخلاف ہو گئے۔ لنڈن کے معاہدے کے مطابق (Dalmatia) ڈلمیٹیا کا علاقہ جو دراصل اٹلی کا ایک حصہ ہی تھا۔ اور ہم میں ہی شامل تھا۔ یہ علاقہ دیر سے اسباب کا منتظر تھا۔ کہ کب جنگ ختم ہو۔ اور اٹلی کو فتح نصیب ہو تو میں اپنے وطن سے ملحق ہوں۔ اور وینس اور روما کا ہمعصر بنوں۔ مگر اُسے اٹلی سے علیحدہ کیا گیا۔ دوسروں نے کہا اجی جانے دو اور جہاں Wilson صاحب جیسے عہد نامے گھڑنے والے ہوں وہاں پھر کیا تھا۔ وہ کیا جانتے تھے۔ کہ اٹلی کیسا ملک ہے۔ یہ غداری تو اُن

کے سرپر ہے۔ رہا فیوم Fuime اس شہر کے لوگ اٹلی کو بہت پیار کرتے تھے اور بازاروں میں مظاہرے بھی کرتے تھے۔ کہ ہم اٹلی سے جدا نہ ہونگے۔ اس شہر کے لوگوں نے جنگ میں ہر طرح مدد دی تھی۔ مگر یہاں بین الاقوامی فوج رکھ دی گئی۔ ایک اور شہر جس کا نام (Sesana) تھا۔ اور (Trieste ٹریسٹ سے کوئی بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا اور اُسے ہم نے لڑائی میں فتح کیا تھا۔ اُسے آسٹریا کی سرحد میں داخل کرنے لگے تھے۔

الغرض جس قوم نے فتح حاصل کی ہو اُسے اس طرح بے رحمی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ایک نہائیت ہی افسوسناک واقعہ تھا۔ اور پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۱۹ء کے شروع میں تو اٹلی کے سیاستدان سب اس کوشش میں تھے کہ جو فتح کا ماحصل ہے۔ اُسے بالکل برباد کر دیا جائے۔ گویا کہ وہ اٹلی کی جائز حدود کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُن کے چھ لاکھ سپاہی جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اور دس لاکھ جو زخمی ہوئے تھے۔ اُن کا کوئی خیال نہ تھا۔ گویا اُن کا خون بہانا تو رائیگاں گیا۔ یہ سیاسی لیڈر اغیار کے احساسات کا لحاظ کرتے تھے اور زہریلے خیالوں کے مقصد تھے۔ مادرِ وطن کا خون کرنے میں اٹلی کے وہ لوگ شامل تھے۔ جن کی عقل ماری گئی تھی۔ یا کچھ سوشلسٹ خیال کے تھے۔ چنانچہ جب Fascist فیسٹ انقلاب ہوا۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہائیت درجے کی نرمی برتی گئی۔

اس گراوٹ کی روک تھام کے لئے میں نے ازحد کوشش کی۔ میں کہتا تھا کہ اٹلی کی سرزمین ہماری ہے۔ چنانچہ مجھے خانگی سیاسی جھگڑوں سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ یہ سب بدنظمی کی وجہ سے خرابی ہو رہی تھی بین الاقوامی

اکھاڑے میں اُترنا اور جو کچھ ہاتھ لگے وہ لے لینا اس میں تو اور بھی خطرہ تھا۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ اندر کی خرابی تو حکومت مضبوط ہونے پر رفوچکر ہو جائیگی اور سوشلسٹ اور دیگر خیالوں کے لوگ مثلاً جو جنگ کے حامی نہ تھے۔ اور فتنہ کھڑا کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا تو کوئی پتہ بھی نہ چلیگا۔ میں تو ایسے لوگوں کو خوب جانتا تھا۔ سب زمانوں میں ہمیشہ ایسا ہی ہُوا کرتا ہے۔ یہ لوگ بڑے بزدل ہُوا کرتے ہیں ؛

چنانچہ صلح ہونے کے کچھ مہینے بعد ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء اتوار کے دن ایک واقع ہُوا۔ جس سے میرے دل کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے میلان کے شہر میں ایک سوشلسٹ جلوس دیکھا۔ اُن کے ہاتھوں میں بیشمار لال جھنڈیاں تھیں۔ اور آگے آگے تیس بینڈ باجے جا رہے تھے۔ اور جنگ کے برخلاف آوازہ دے رہے تھے۔ اس جلوس میں عورتیں بچے اور روس۔ جرمنی اور آسٹریا کے لوگ سب شامل تھے۔ اور شہر کے بیچوں بیچ میں سے گزر رہے تھے۔ آخر یہ جلوس شہر کے عین درمیان میں پہنچ کر ایک بڑے میدان میں جلسہ کرنے لگ گیا۔ بڑے زور سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ جو لوگ لڑائی سے بھاگے تھے اُن کو رہا کر دو اور اراضی کی تقسیم کا بھی مطالبہ کرتے تھے۔ اُس وقت میلان کا شہر جیسے کہ اب بھی مزدوروں کا گڑھ تھا۔ اس شہر میں بہت مدت رہا ہوں۔ اور ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۵ء کے شروع میں جب جنگ بڑے زوروں پر تھا۔ میں وہاں ہی تھا اور خیالی جنگ میں مشغول تھا۔ اِس شہر کا رویہ بڑا بہادرانہ رہا ہے۔ حب الوطنی کا خیال دوسرے شہروں کی نسبتاً یہاں زیادہ موجزن تھا اور جنگ کی طیاریاں بھی خوب ہو رہی تھیں۔ اب جب اٹلی فتحمند ہو چکا تھا۔ تو یہ شہر بھی جس نے جنگ کے

لئے دس ہزار والنٹیر دیئے تھے۔ بزدلی کے عارضے سے بیمار ہو رہا تھا۔ کہ لوگ کس دلدل میں پھنس رہے تھے اور عام لوگوں کی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔

جب جلوس بازاروں میں سے گزر رہا تھا۔ تو بڑے بڑے دوکاندار اور ہوٹلوں والے اپنے دروازے اور کھڑکیاں بند کر رہے تھے۔ اور پردے گرا رہے تھے۔ اُن کے چہروں سے فکر اور ڈر کے آثار نمایاں تھے اور انقلاب پسند مزدوران نظاروں کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے حکومت نے تو ایسی غیر ذمہ داری کے کام کرنے والوں کو روکنے کا بالکل انتظام نہ کیا۔ اٹلی کا تین رنگ والا پیارا پیارا جھنڈا اُن لوگوں کی آنکھوں میں کانٹا بن رہا تھا۔ لوگ بھی جلد ہی جلدی یہ جھنڈا اتارنے جاتے تھے ایک شرمناک واقعہ جو اُن دنوں ہوا۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ ایک عورت جو مدرسے میں پڑھایا کرتی تھی۔ اٹلی کے جھنڈے کو بچانے کی خاطر دوڑی اُدھر سے ایک ہجوم Communist کمیونسٹ لوگوں کا آرہا تھا۔ یہ عورت سُرخ آنکھیں کرکے اُن کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیا۔ یاد رہے کہ جب وقت بدلا اور زمانہ پلٹا تو اسی نیک عورت کو بہادری کے لئے سونے کا تمغہ انعام ملا۔ اور وہ زمانہ تب آیا۔ جب میں برسر اقتدار تھا۔

اخبار Popolo'd Italia جو میں نے جاری کیا تھا اور جس کا میں مدیر تھا۔ برابر لڑتا جھگڑتا رہتا۔ آئے دن مضمون چھاپتا اور جس بازار میں چھپتا تھا۔ وہاں تو پولیس اور فوجی سپاہی ہمیشہ تعینات رہتے۔ ہمارے دفتر کے ملازم باہر جاتے تو سپاہی ساتھ ہوتے۔ گویا حکومت ہماری

حفاظت کرتی تھی۔ ہماری جانیں خطرے میں تھیں۔ اس اخبار کی حکومت ہمیشہ جانچ پڑتال کرتی رہتی۔ اور سیاسی جدوجہد کے متعلق جو ہمارا اخبار لکھتا تھا اُسے دبانا چاہتی تھی۔ ہمارے اخبار کی خاطر حکومت نے دوبارہ Gensor سنسر جاری کیا۔ پارلیمنٹ کے ایک سوشلسٹ ممبر نے اندر ہی اندر کوشش کی کہ اخبار پر تحقیقی کمیٹی بٹھائی جاوے۔ مگر لوگوں نے اس کا بڑا مذاق اُڑایا۔ جس دن جلوس نکلا تھا اُس کے دوسرے دن ہی میں نے ایک مضمون لکھا۔ جس کا عنوان یہ تھا "ایک حیوان کے واپس آنے کے برخلاف" اور یہ قصہ Bruno) برونو کی مشہور کتاب سے لیا گیا تھا۔ یہ مضمون ۸ افروری والے پرچے میں شائع ہوا اور اُس کے آخر کے لفظ یہ تھے :۔

"جنگ جوکہ اب ختم ہو چکی ہے۔ اور جس میں ہم فتحمند ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی کچھ لوگ اس کے برخلاف ہیں۔ اور شکی طبیعت کے ہیں تو ہم جو اُس کے حامی تھے۔ اور اس جنگ میں فتحیاب ہوئے۔ بڑے زور سے پکار کر کہیں گے۔ کہ اے گیدڑو پیچھے کھڑے رہو۔ جو لوگ لڑائی میں کام آئے اگر اُن کو جمع کیا جائے۔ تو ایک بڑا استون بن جائے گا۔ جو آسمان تک پہنچ جائے گا۔ سپاہی جو کام آئے وہ سب کے تھے۔ اور کسی کے بھی نہ تھے۔ اُن بچاروں کا کیا جاوے۔ وہ تو کسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے تھے وہ تو وطن کے ساتھ تھے۔ ان کو تو ہم اب کسی زُمرے میں داخل کرنے سے رہے۔ اُن کو ہمارے سیاسی جھگڑوں سے کیا مطلب۔ ایک سپاہی جو جنگ میں کام آیا ہے۔ وہ اٹلی کے سارے سوشلسٹوں سے زیادہ قیمتی ہے اور بے شمار ہموطن جو جنگ میں گئے اور جنہوں نے جان ہتھیلی پر دھری اور جو جان دینا جانتے تھے۔ اُن میں ہزاروں بہادری سے میدانِ جنگ

میں لڑے ۔ وہ کیا کہتے ہونگے کہ یہ گیدڑ ہماری ہڈیاں قبروں سے نکال رہے ہیں ۔ کیا اِتنے بہادروں کے خون کی قربانی بے ثمر رہ جائے گی ۔ ہرگز نہیں اے ہمارے مردہ سپاہیو ۔ یاد رکھو کہ ہم جیتے ہیں ۔ ہم تمہاری خاطر لڑ مرینگے چاہے ہمیں اپنے شہروں کے بازاروں کے اندر خندقیں کیوں نہ بنانی پڑیں"

اِس مضمون کا شائع ہونا تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ حشر برپا ہوگیا ہے ۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگے ۔ کچھ ہمارے میں آملے اور کہنے لگے کون خواہ مخواہ جھگڑا مول لے اور بہت سے میرے اخبار کے جھنڈے تلے آگئے ۔ اب ہمیں اپنے خیالوں کو نظام دینا پڑا تاکہ وہ بین الاقوامی اور خانگی سیاسی معاملات کو خوب سمجھیں اور بناوٹی دوستوں سے بچیں اور وہ لوگ جو صلح یا انسانیت کا دم بھرتے پھرتے تھے اُن سے بھی ہوشیار ہو جاویں ۔ ہمیں ایسے خیالات کا جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے رہتے تھے ۔ مقابلہ کرنا تھا ۔ کیونکہ جو جنگ میں فتح حاصل ہوئی تھی حکمران خیالوں کے لوگ بالکل نہ سمجھے تھے ؛

ہمارا وفد جو پیرس میں تھا ۔ اُس کا بُرا حال تھا ہمارے (Allies) کے سیاستدان اپنی لیاقت اور ناانصافی سے وفد کا گلا گھونٹ چکے تھے ہمارے اندر کی خانہ جنگی نے ہمارے وفد کے پاؤں کمزور کر دیئے ہوئے تھے ۔ جو علاقے اٹلی کو ملنے چاہیئے تھے ۔ اُن علاقوں میں یاس چھا رہی تھی ۔ بڑا ہی نازک وقت تھا ۔ ہم مٹھی بھر کیا کر سکتے تھے ۔ کس کس کے ساتھ لڑتے؟

ہم نے ایک تو اپنے ملک کی اندرونی حالت سدھارنی تھی اور جو لوگ جنگ کے حامی رہے تھے اور ملک پر نثار تھے ۔ اُن کو متحد کر کے اُنہیں زوردار بنانا تھا ۔ یعنی میرے جیسے خالص ملک کے محبتوں کو ایک جگہ جمع کر دینا تھا ۔ دن رات کے سوچ بچار کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اخبار کے ذریعے

اٹلی کی موجودہ خرابی کو بالکل روک دینا چاہیئے ۔ چنانچہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۹ء
میلان میں میں نے فیسٹ تحریک کے جنگی پروگرام کی بنیاد ڈال دی ۔ اس شہر
کے ایک مقام (Plaza Sepalero) پلازا الیس سپولیرد میں ہمارا پہلا جلسہ ہوا
میلان کے سوداگروں اور دوکانداروں کی ایسوسی ایشن Association نے
ہمیں یہ ہال دیا تھا ۔ منتظموں نے بڑے بحث مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا
کہ ہال جلسے کے لئے دیا جائے ۔ ہم لوگوں نے اس بات کی ذمہ واری اپنے
سر پر لی کہ کوئی خرابی یا بدنظمی نہ ہوگی ۔ اس شرط پر آخر ہمیں ہال مل ہی گیا ۔
جلسہ بالکل سیاسی تھا ۔ میں نے پہلے سے ہی اپنے اخبار Popolod'
(Italia) میں اشتہار دے رکھا تھا ۔ کہ ایک نئی تحریک کی بنیاد رکھی جا رہی
ہے ۔ اور جنگ میں فتح اور قومیت کے برخلاف جو لوگ زہر اُگل رہے ہیں ۔
ان کے قلع قمع کے لئے ایک نیا پروگرام اور طرزِ عمل قائم کیا جاویگا ۔ میں نے
ہی اخبار میں مضامین لکھ لکھ کر اس مشہور جلسے کے لئے ایک ماحول طیار
کروایا ۔ غرضیکہ کچھ لوگ جلسے میں آئے ۔ میرا ایک ہم خیال دوست بھی اس
جلسے میں تھا ۔ اُس نے کچھ لوگوں سے جو جلسے کے ساتھ ہمدردی رکھتے
تھے ۔ دستخط کروا لئے دو دن کے بحث مباحثے کے بعد کل ۵۴ آدمیوں
نے ہمارے پروگرام پر دستخط کئے ۔ اور وعدہ کیا کہ ہم اس تحریک کے
اساسی اصولوں کے پابند رہیں گے ۔

میں فیسٹ تحریک کو ایک تحریک کہتا ہوں ۔ کیونکہ میرے خیال میں
ہم کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھتے تھے ۔ بلکہ ہم تو خصوصیت سے پارٹی بازی
کے برخلاف تھے ۔ ہمارا کسی پرانی یا نئی پارٹی سے کوئی واسطہ نہ تھا ۔
اس تحریک کا نام یعنی فیسٹ یا اٹلی کے لڑنے والے فسیٹی ایک بڑا ہی اچھا

نام تھا۔ کیونکہ ہم نے سیاسیات میں جتنے پرانے دقیانوسی پروگرام جو اٹلی کی ذلت کا باعث ہو رہے تھے ۔سب کے ساتھ جنگ کرنا تھا ۔سوشلسٹ تحریک کے برخلاف توہماری لڑائی ایک ادنیٰ سی لڑائی تھی۔ ہم نے بہتیرے مرحلے طے کرنے تھے ۔سب پہلے وقتوں کی پارٹیاں بے کار ثابت ہوتی جاتی تھیں اور اس قدر بھدی اور ناکافی تھیں کہ زمانے کی چال اور روش کے ساتھ قدم نہ اُٹھا سکتی تھیں اور نئے بدلے ہوئے زمانے اور نئے حالات جو وقوع میں آ رہے تھے اُن کے ساتھ نہ چل سکتی تھیں ؛

پرانی پارٹیاں ابھی تک پرانے پروگرام چلانا چاہتی تھیں ۔ مگر کہیں مرمت کرنے یا دھجیاں لگانے سے بھی کچھ کام چل سکتا ہے ۔ صرف یہ ہی کافی نہ تھا کہ سوشلسٹ پارٹی کے برخلاف ایک دوسری پارٹی کھڑی کر دی جائے ضروری معلوم ہوتا تھا کہ ایک بالکل نیا سیاسی پروگرام طیار کیا جائے ۔ جو بیسویں صدی کی ضروریات کے مطابق ہو اور جو خیالی آزادی کی پرستش اور کھوکھلی جمہوریت کے محدود نظریہ سے لوگوں کو رہائی دے اور تشدد پسند قیاسی بالشوزم Bolshivism کے پنجے سے بھی چھڑادے ۔ الغرض مجھے یہ بڑی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نئے زمانے میں ایک نئے خیال کو دینا چاہیئے جو انسانی زندگی میں ایک بارور نتیجہ پیدا کرے ۔ ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالنی ضروری معلوم ہوتی تھی ۔ اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے میں صبح اور شام تندرست ہوں یا بیمار اپنے روزانہ تجربے اور مشاہدے میں بھی ہمیشہ اپنی پوری طاقت خرچ کرتا رہا ؛

مجھے پورا یقین تھا کہ اس مدعا کو میں آخر حاصل کرلوں گا ۔سوال تو یہ تھا کہ کس طریقے سے اور کس وقت اور کس شکل میں وہ مدعا حاصل ہو۔ مجھے

اکثر مباحثوں میں صدر ہونا پڑتا تھا اور میرے خیالات روز بروز مضبوطی پکڑتے جاتے تھے۔ اور مجھے اب بھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے خیالات واقعی نئے تھے۔ آگے چل کے اپنی تجاویز کی تفصیل ناظرین کے پیش کروں گا۔ ہمارے جلسوں میں سب قسم کے لوگ شریک ہوتے تھے Syndicalists اور جنگ کے حامی۔ جنگ سے واپس آئے ہوئے سپاہی جنہوں نے فوجی وردیاں نہ اتاری تھیں اور بہت سے (Arditi) یعنی بمب پھینکنے والے اور برچھی چلانے والے بہادر سپاہی بھی آیا کرتے تھے۔ اٹلی کے (Arditi) لوگ جنگ عظیم کی پیدائش تھے۔ جب گیری بالڈی نے اٹلی کو آزاد کرانے کے وقت لڑائی کی۔ تو یہ بہادر سپاہی میدان جنگ میں آئے تھے۔ اور پرانے زمانے میں بھی کچھ لوگ اسی طرح کے فوج میں بھرتی ہوا کرتے تھے۔ مگر جنگ عظیم میں تو انہوں نے کمال کر دکھایا۔ لڑائی میں سب سے آگے اور دشمن کی فوج پر حملہ کرنے میں اول نمبر۔ ہاتھ سے بمب پھینکنے میں اور برچھی چلانے میں تو غضب ہی کرتے تھے۔ موت سے بالکل نہ ڈرتے تھے اور لڑائی کے گیت گاتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ نہ ہی صرف بہادر تھے۔ بلکہ ارادے کے بھی پکے تھے۔ گویا کوئی اُن کے مقابلے پر ٹھیر نہ سکتا تھا۔

(Arditi) لوگ جو اٹلی کا میوہ تھے جنگ کے ختم ہونے کے بعد بھی بچے کھچے باقی رہ گئے۔ فیسٹ تحریک میں اول ہی اول شامل ہونے والے یہ ہی لوگ تھے۔ یہ بڑے بہادر اور ارادے کے پکے تھے۔ جب ہم نے سوشلسٹ اور کمیونسٹ Communalist تحریکوں کے برخلاف لڑائی شروع کی۔ تو ( ) سب سے پہلے مقابلہ پر کھڑے ہوئے اور مجھے چند دفعہ اُنہوں نے اپنا سردار بھی چنا۔ بلکہ میں تو اب تک د Arditi Association. کا اعزازی صدر

بھی ہوں - اب تو (Arditi) لوگ دوسروں کے دُکھ درد دور کرنے کا کام اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں - اور وہ بھی اسواسطے کہ خدمت اور ایثار کا خیال اُن کے اندر ابھی تک زندہ ہے ؛

بغرض تحریک کو نظم دینے کے لئے جو لوگ جلسوں میں آتے وہ کچھ زیادہ تقریریں نہ کرتے تھے اور نہ ہی خیالی پلاؤ پکایا کرتے - ان کا منشا تو صاف اور سیدھا سادہ تھا وہ چاہتے تھے کہ اٹلی کو جو فتح نصیب ہوئی اُس کا ثمر ضائع نہ ہو جو لوگ جنگِ عظیم میں کام آئے تھے اُن کی یادگار قائم رہے - اور اُن کے پس ماندگان کی مدد امداد کی جائے - اور جو لوگ ہاتھ پاؤں کھو بیٹھے تھے - اور کام کاج کرنے سے لاچار تھے اور لڑائی سے واپس آئے تھے - اُنکا بھی کچھ بندوبست کیا جائے - اصل مدعا تو یہ تھا کہ سوشلزم کے برخلاف زبردست آواز اُٹھائی جائے اور سیاسی پروگرام اس طرح کا تیار کیا گیا تھا - جس سے فتح کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے اور غداری اور بدنظمی کا پورا پورا انسداد کیا جاوے تاکہ اندرونی حالت بھی درست ہو اور ملک کو بیرونی دشمنوں سے بھی محفوظ کر دیا جاوے ؛

بعض ایسے لوگ ہیں - جن کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری تحریک کا کیا مدعا ہے - اور بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے - کہ یہ تحریک بغیر مالی کے ہی اُگ کھڑی ہوئی - جب میں نے یہ تحریک شروع کی تھی تو میرا مصمم ارادہ تھا کہ یہ ایک نئے ناہ کی تحریک ہونی چاہیئے - جس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے - چنانچہ ہماری تحریک کی تین منزلیں تھیں - پہلی منزل تو یہ تھی ؛

۲۲ مارچ کا یہ جلسہ اٹلی کے اُن نوجوانوں کے لئے جنہوں نے

اپنے ملک کی خاطر اور دنیا کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کیں۔ اُن کی اس جانثاری کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان کی قدر و منزلت کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس اُن کی بھی جو اپنے ہاتھ پاؤں کھو بیٹھے۔ اور زخمی ہو کر کام کاج کرنے سے رہ گئے۔ اور اُن کی بھی قدر کرتا ہے۔ جو جنگ میں بہادری سے لڑے۔ اور جو قیدی تھے۔ اور چھوٹ کر آئے۔ جنگ میں لڑنے والی فوجوں کی ایسوسی ایشن جس قسم کی مادی یا اخلاقی مدد چاہے گی۔ یہ جلسہ اپنی پوری طاقت سے دینے کے لئے بالکل حاضر ہے ؂

دوسرا اعلان ہمارا یہ تھا۔ کہ جو سلطنتیں اٹلی کے مفاد میں حائل ہوں فیسٹ تحریک ایسی سلطنتوں کی مخالفت کرے۔ اور اٹلی کے متعلق جو لیگ آف نیشنس بین الاقوامی سوسائٹی قرارداد دے۔ اُسے یہ تحریک منظور کرے۔ اٹلی کی حدود (Alps) الپس اور (Adriatic) اڈریاٹک کے درمیان قرار دے دی جاویں۔ اور (Fuime) فیوم اور Dalmatia دلمیٹیا ہمارے حوالے کر دئے جاویں ؂

تیسرا اعلان یہ تھا۔ کہ آنے والے انتخاب میں فیسٹ اُن نمائندوں کے برخلاف کھڑے ہوں۔ جو ملک فروش ہیں۔ چاہے وہ کسی پارٹی سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں ؂

آخر کار ہم نے ایک ادارہ کھڑا کیا جو اس تحریک کو چلا دے۔ جس میں کسی حاکمانہ گھڑے گھڑائے ادارے کے حق میں نہ تھا۔ یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ہر ایک بڑے شہر میں Popolo d'-Italia اخبار کا نامہ نگار ہی ایک چھوٹا سا گروہ بنا کر اس تحریک کیلئے ایک مرکز قائم کرے جس میں ہمارے خیالات اور پروگرام کی اجرا کی جاوے جو خرچ ہو وہ Popolod' Italia کی طرف سے فی الحال دیا جاوے۔

چنانچہ چند ہزار لیرہ (Lire) شروع میں خرچ بھی ہوئے۔ تحریک کے چلانے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی قائم کردی گئی ۔

مجھے جب یہ جلسہ یاد آجاتا ہے تو حیرانی ہوتی ہے۔ کہ اس جلسے کا حال کہیں بھی شائع نہ ہوا۔ سوشلسٹ پارٹی نے اور آزاد پارٹی نے تو اپنی بے سمجھی میں اس جلسے کو ذرا اہمیت نہ دی۔ آزاد پارٹی کے ایک اخبار نے جس کا نام Carriere della Sera تھا صرف جلسے کے متعلق ایک کالم شائع کیا۔ اس وقت ہمارے اندر کی سیاسی حالت بہت بگڑ رہی تھی۔ اور کوئی سر پتہ نہ چلتا تھا۔ جو لوگ جنگ میں لڑ چکے تھے ان کی امیدیں بر نہ آئیں۔ اور وہ گھبرائے ہوئے تھے الغرض سب خستہ حال اور تھکے ماندے تھے۔ کلیسیا Church جو جنگ عظیم کے وقت چپ بیٹھا تھا۔ وہ بھی چونک پڑا۔ اور صلح کے وقت دخل در معقولات دینے لگ گیا۔ اٹلی کی قومی زندگی میں کلیسیا نے صرف ایک کھتلک پارٹی بنا دی جو خانگی۔ دینی اور قومی معاملات میں رواداری سے کام لیتی تھی۔ بلکہ کھتلک پارٹی بالشویکی خیالوں کو پھیلنے سے روکتی رہتی تھی۔ کیونکہ یہ خیالات شہر روما میں ہی نہیں۔ بلکہ سب صوبوں میں خرابی کا باعث ہو رہے تھے۔ مگر اس پارٹی نے بھی ایک بڑی غلطی کی۔ اور وہ یہ تھی۔ کہ سوشلسٹ پارٹی کی ضد پر کھڑی ہو گئی۔ اس پارٹی کو اٹلی سے کوئی خاص محبت نہ تھی۔ اس واسطے فیسسٹ تحریک کی ممد ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ اندر ہی اندر جنگ کو ناپسند کرتی رہی ۔

اٹلی کے ہر شہر میں بلوہ اور بدنظمی رونما ہونے لگی۔ کبھی کہیں لڑائی ہو جاتی۔ کبھی کہیں۔ جن حالات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔ انہیں بیان کرتا ہوں ۔

کونسل کے صدر اُس وقت (Orlando) آرلینڈو صاحب تھے۔ جو فطرتاً اندرونی خرابی کو سنبھالنے کے ناقابل تھے۔ خارجی معاملات کے سُلجھانے میں تو بالکل ہی ناقابل ثابت ہوئے۔ وہ کبھی کچھ کر بیٹھتے کبھی کچھ۔ اور اُنہیں یہ پتا نہ چلتا۔ کہ اٹلی کا اصلی مفاد کس بات میں ہے۔ فرانسیسی زبان کے نہ جاننے کی وجہ سے (Versailles) ورسائلز میں جو صلحنامہ تحریر ہوا۔ (اگرچہ وہاں Sonnine سونینو بھی اُن کے ساتھ تھے) اس میں بڑی خرابی ہو گئی۔ (Wilson) ولسن صاحب جہاں تک اٹلی کا تعلق ہے۔ ذو معنی بات کرتے حتیٰ کہ ہمارا وفد ناراض ہو کر ۲۳ اپریل کو (Paris) پیرس سے واپس چلا آیا۔ اور ۵ مئی کو جب یہ وفد اٹلی پہنچا۔ تو معاملہ بڑا ہی بے ڈھب تھا۔ جون میں وہ کیبنیٹ جو Orlando نے ترکیب دی تھی۔ ٹوٹ گئی۔ اُسی مہینے میں اٹلی کے سپاہی اور فرانس کی بحری فوج آپس میں ٹکرا گئے۔ اور مقام (Fuime) فیوم میں جھگڑا چھڑ گیا۔ (Nitti) نیتی جو اب اٹلی کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے ملک کو بڑا ہی نقصان پہنچایا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا۔ کہ اُسے تو نفی کے برابر ہی سمجھنا چاہیئے۔ نہ ہی اُس کی زندگی کا کوئی آدرش تھا۔ اور نہ اُس میں جوانمردی تھی۔ ہاں اقتصادی معاملات ضرور سمجھتا تھا۔ اور ملوٹیکیس بڑی ہانکتا تھا۔ نہایت ہی خود پسند شخص تھا۔ صدر کونسل ہو یا ایک معمولی وزیر ہچوں ما دیگرے نیست والی بات اُس میں تھی۔ وزیر اعظم ہوتے ہی اُس نے جو کام کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ سب قیدی چھوڑ دئے۔ اصولاً تو کام بہت اچھا تھا۔ مگر ان لوگوں نے جنہوں نے جنگ میں بہادری دکھلائی تھی۔ اور جنہوں نے ملک کے ساتھ غداری کی تھی۔ بلکہ جو دشمن سے جا ملے تھے۔ سب کو چھوڑ دینا مجھے پسند نہ آیا۔ بات تو یہ ہے۔ کہ وہ سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر اٹلی میں

جمہوری حکومت قائم ہوجائی۔ تو اُس کا پریذیڈنٹ بننا چاہتا تھا۔ اُسکی وزارت کے زمانے میں اگرچہ وہ سخت بھی تھا۔ پھر بھی بلوے اور فساد ہو ہی جایا کرتے تھے اور بہت دفعہ جانیں بھی تلف ہوئیں۔ وہ کھلے طور پر بالشوکی خیال والے لوگوں کی سرکوبی نہ کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ اٹلی کے حکم سے روٹی کی قیمت مقرر ہوا کرتی تھی۔ اور دوسرے دن اُسی کے حکم سے قیمت کم وبیش کردی جاتی۔ ہر طرح کے قومی سوالوں پر بحث مباحثہ ہوتا رہتا۔ اس وجہ سے سوشلسٹ پارٹی بڑی مغرور ہوگئی۔ اور وہ خوشی کے مارے بغلیں جھانکا کرتے۔ کیونکہ انہیں پوری امید ہوگئی۔ کہ آنے والے انتخاب میں اُن کی جیت رہیگی۔ انتخابات نسبتی طریقے پر ہوا کرتے تھے۔ خیال تھا کہ سوشلسٹ اکثریت میں ہوں گے۔ اور اٹلی کی سیاسیات اُن کے دست اقتدار میں ہوں گی ٭

اُس وقت ہم کو سخت تشویش ہورہی تھی۔ جون ۱۹۱۹ء میں Versailles درسائل پر جرمنی کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط بھی ہوگئے۔ یورپ کے لئے تو جنگ کا خاتمہ ہوا۔ گویا بوجھ ہلکا ہوا۔ جب صلح نامہ لکھا جارہا تھا۔ اور ردوبدل جاری تھا۔ قومیں فکر میں ڈوب رہی تھیں۔ صلح کا ہونا گویا سب قوموں کے لئے دکھ سے نجات پانا تھا۔ مگر اٹلی کے لئے یہ صلح بڑی مایوس کن ثابت ہوئی۔ ہم جنگ میں تو جیت گئے تھے۔ مگر مصلحت ملکی میں ہار گئے۔ ایک تو ہم سارا Dalmatia ڈلمیٹیا کا علاقہ سوائے Zara ذآرا کے کھو بیٹھے۔ جو کہ ہر لحاظ سے ہمارا تھا۔ اس علاقے کے لوگوں کے اوضاع و اطوار زبان اور تواریخ کا ہمارے ساتھ بڑا پرانا تعلق تھا۔ Fuime کے متعلق کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ وہ دراصل اٹلی میں شامل تھا ہمارے خارجی مقبوضات کے متعلق ہمارے برخلاف فیصلہ ہوا۔ ہماری قوم

جو دن بدن آبادی میں بڑھ رہی تھی۔ اُسے کھانا دانا چاہئیے تھا۔ تجارت کے لئے منڈیاں اور ہماری روز افزوں آبادی کے لئے زمین کی ضرورت تھی۔ اِدھر اُدھر کے سرحدی مقامات جو کچھ اہمیت نہ رکھتے تھے۔ وُہ تو ہم کو دے دیئے گئے۔ اور خارجی مقبوضات جو قیمتی تھے۔ اِدھر اُدھر کر دیئے گئے۔

اٹلی کے عوام کے اندر ایک بے چینی پھیل رہی تھی۔ اور اُس کا اثر فیسٹ تحریک کے اوپر بھی پڑ رہا تھا۔ جس ملک نے اپنے جوان آدمی اور مال و متاع سب جنگ کی بھٹی میں جھونکے ہوں۔ اگر صلح ہونے کے بعد اُسے کچھ نہ ملے۔ تو اُس کی کیا حالت ہوگی۔ (Nitti) نیٹی حکومت مایوسی کی حالت میں تھی۔ اور ہمارے ملک کا دونو اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ایک طرح دیوالہ نکل رہا تھا۔ خود نیٹی اور اس کے اخبار اور پادری وغیرہ سب اٹلی کے لوگوں کو یہ ہی کہہ رہے تھے۔ کہ (Versailles) ورسائل میں جو عہد نامہ ہوا۔ اُس سے ہمیں فائدہ ہوا ہے۔ ملک بھر میں ذلت کا احساس کیا جا رہا تھا۔ اور بہت سے لوگ اس ذلالت کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مجھے تو خوب معلوم ہے۔ کہ بہت سے لوگ دل ہی دل میں خودکشی کا خیال کر رہے تھے۔ حکومت بھی دیکھ رہی تھی۔ کہ آخر اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مگر عملی طور پر کچھ نہ کر سکتی تھی۔ اور یہ سوچ رہی تھی۔ کہ طریقہ انتخاب کو جو نسبتی قاعدہ سے ہوا کرتا تھا۔ بدل دے۔ حکومت نے ایک اور ناقابل یقین فیصلہ کیا۔ اور وہ یہ کہ ہوائی جہازوں کے کمپ توڑ دئے۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ عین اسی وقت (Caporetto) والے معاملے کی پُر درد رپورٹ بھی تحقیقاتی کمیٹی نے شائع کر دی۔

اس نے جلتی ہوئی آگ پر تیل کا کام کیا۔

اخبار (Avante) اوانتی اب سوشلسٹ اخبار ہو گیا تھا۔ اور تین شہروں سے ایک دم شائع ہوتا تھا۔ یعنی (Turin) تیورن (Rome) روما اور (Milan) میلان سے۔ اور یہ اخبار فوج کے برخلاف بڑے زوروں سے لکھتا رہتا تھا۔ چھاپے خانوں میں کام کرنے والوں نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ اس لئے اوانتی اخبار اکیلا روما سے شائع ہوا کرتا تھا۔ دو مہینے تک یہی حال رہا۔ بازاروں میں جو مظاہرے ہوتے اور فوجی افسر اگر وردی پہن کر نکلتے تو لوگ باگ ان کی عزت اتارتے اور اُن کو مارتے بھی۔ اگر مجھے اپنی قوم کی عزّت کا پاس نہ ہوتا۔ تو میں ایسے واقعات بیان کرتا کہ بدمعاش سے بدمعاش بھی شرمندگی کے مارے سر نہ اٹھاتا۔ چند ایک فیسٹ جنہوں نے مارچ ۱۹۱۹ء میں قول وقرار کئے ہوئے تھے۔ ان کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی ان سے ملتا نہ تھا۔ اُن کو مارتے اور حکومت اور انقلابی اُن کے پیچھے لگے رہتے ہر روز میں Popolo d'Italia فیسٹ خیال کے لوگوں کی آتشی آزمائش کے متعلق مضامین لکھتا تھا۔ میں یہ بھی لکھتا تھا۔ کہ والنٹیروں کی بے حرمتی ناموزوں ہے۔ اور پکار پکار کر کہتا تھا۔ کہ اتحاد لازمی ہے۔ اور حکومت کی کمینہ حرکت پر جب وہ حب الوطنی اور جانفشانی کی قدر نہ کرتی تھی۔ میں زور سے تنقید کیا کرتا تھا (Gabriel d'Annunzio) جبرائیل ڈی انزیو جو اٹلی کا مشہور شاعر تھا۔ اور روما میں رہا کرتا تھا۔ ان مضامین کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی فتح کے پھول مرجھائے جاتے تھے۔

حکومت انتخاب کے قانون کی تنجدید کر رہی تھی - مگر خرابی اور بدنظمی برابر جاری تھی - اور لوگ حکومت کو بُرا بھلا کہتے ہی جاتے تھے - کمینہ پن اور گپ بازی کی گرم بازاری تھی - اور لوگ بہادری - نیکی اور جنگ وغیرہ کی قدر نہ جانتے تھے - اگر کوئی بات زیر بحث یا زبان زدِ خلق تھی - تو انتخاب انتخاب - انتخاب تھا یعنی پارلیمنٹ میں انتخاب رکن کا ہو - مقام فیوم میں ایسے واقعات ہو چکے تھے - جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے - اور وہاں کے باشندے (Allies) کو بالکل پسند نہ کرتے تھے - اس پر طرفہ یہ کہ اس جگہ ملی جلی فوجیں متقیم تھیں - شہر تو اٹلی کی حد میں تھا - مگر فوج میں فرانسیسی اور دیگر ملکوں کے سپاہی بھی تھے - ایسا کرنا گویا بدنظمی اور بے وقوفی کی انتہا تھی ؛

شاعر انسنزیو جو اکیلا پڑا تھا - اس نے مجھ سے کہا کہ اس کے خیال میں Fiume کو زبردستی اٹلی کے قبضے میں لے آنا چاہیئے - اور کوئی دوسرا راستہ ہی نہ تھا - گویا اٹلی سب کچھ کھو بیٹھی تھی - اس شاعر کے خیال کے لوگ بہت ہی تھوڑے تھے - مگر ان میں سے بہت سے فوجی تھے - جن پر اعتبار کیا جا سکتا تھا - اور کچھ پرانے والنٹیر بھی تھے - ان میں فیسسٹ بھی تھے - جو روما کے بازاروں میں اور اٹلی کے دوسرے شہروں میں جنگ اور فتح کے مزے چکھ چکے تھے - وہ مسلح ہو کر Ronchi رونچی سے چل پڑے - اس وقت انگریزوں کی بحری فوج (Fuime) کو خالی کر رہی تھی - فوراً ہماری فوج نے فیوم پر قبضہ کر لیا - جب حکومت کو اس بات کی خبر ہوئی - تو وہ بہت سٹ پٹائی - اور شہر کا محاصرہ کرنا چاہا اور باغیوں کا پورا پورا انسداد کرنا چاہا - مگر D' Annunzio ڈی انسنزیو اور اس کے سٹ کرنے چپکے چپکے پوری طیاری کی ہوئی تھی -

اور وہ حکومت کے برخلاف دلیری سے نکل کھڑے ہوئے ۔
رونچی Ronchi) انزیو نے (Gabriel d' Annunzio
سے حرکت کرنے سے پیشتر مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

میرے پیارے ساتھی

اب تو میں نے دریا میں کشتی ڈال دی ہے ۔ کل میں زبردستی فیوم پر قبضہ کروں گا ۔ اٹلی کا خدا ہماری مدد پر ہے ۔ میں ابھی بخار سے اٹھا ہوں ۔ مگر دیری کرنی ناممکن ہے ۔ حب الوطنی جوش مار رہی ہے ۔ اور میں بے بس ہوں ۔ میرا مضمون جو (Gazetted d' Popolo) میں شائع ہوگا ۔ اُس کا خلاصہ اپنے اخبار میں دے دینا ۔ مگر آخری حصہ پورے کا پورا ہی دینا ۔ اس لڑائی میں ہماری مدد کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا ۔ میں تمہیں گلے سے لگاتا ہوں ۔

مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۹ء

دستخط (Gabriel d' Annunzio)

اٹلی جو اس وقت تک دبا ہوا تھا ۔ اور ذلت کے مارے اندر ہی اندر سُلگ رہا تھا ۔ جب اس نے دیکھا کہ (D'Annunzio) ایک نئے خیال کا حامی ہے ۔ تو آتش خیز پہاڑ (وسُتوویس) کی طرح بھڑک اٹھا ۔ اور اٹلی کے لوگ جاگ اُٹھے اور جوش و خروش میں آ گئے ۔ مئی ۱۹۱۵ء والی لہر دوبارہ چلنے لگی ۔ لوگوں میں آزادی کی خوشگوار ہوا چلی اور (Nitti) نیتی حکومت کا فاتحہ پڑھا گیا ۔ Fuim میں جو لشکر بہادری سے لڑے اُن میں اکثر نیسٹ ہی تھے ۔ اور اپنے ملک کے اندر بھی یہ ہی لڑ رہے تھے ۔ خارجی مقبوضات کے لوگوں نے بھی جو ورسائل

کے صلح نامہ کو دیکھا بھالا نو۔ D'Annunzio کو بہت سا روپیہ پیسہ مدد کے لئے روانہ کیا۔ گویا Fuim کے لوگوں کو معلوم تھا کہ ہماری آزادی کا دن نزدیک آ گیا ہے۔

جوش کا تو کچھ اندازہ ہی نہ تھا۔ اُس کے آگے بے انصافی تو ہوا ہو گئی۔ اور شہر بالکل قابو میں آ گیا۔ اب نیتی کی گورنمنٹ یا دوسری خارجی طاقتیں کیا کر سکتی تھیں۔ اُن کی فوجیں دھری رہ گئیں۔

نیتی جو اس وقت صدر کونسل بھی تھے۔ اُنہوں نے بہت بُرا معاملہ کیا۔ شہر میں ہڑتال کروا دی۔ جو لوگ سوشلزم کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ یا خود سوشلسٹ اور انتہا پسند تھے۔ اُن سے کہا کہ تم بازاروں میں ڈی انننز دکی مداخلت کے برخلاف مظاہرے کرو۔ Jugo Slov جگو سلاو کے وزیر Trumbie ٹرمبک کے ساتھ Nitti نے کچھ سمجھوتہ کیا مگر دیکھا کہ کچھ بات بنتی دکھائی نہیں دیتی۔ چند ایک نوجوانوں نے اس کے جال کو توڑ تاڑ دیا۔ اصل میں Nitti کو بڑا ڈر ہو گیا تھا۔ آگے اور پیچھے سے جب شکست کھائی۔ تو بڑا جھنجھلایا۔ اور فیوم کے فتح کرنے کے لئے جو فوج آئی تھی۔ اس کے مقابلے کے لئے ہر طرح سے سازشیں کیں۔ یہاں تک کہ اُن سپاہیوں پر بھگوڑے ہونے کا الزام لگایا۔ اور شہر کا محاصرہ کیا۔ تاکہ شہری لوگ تنگ آ کر ٹھنڈے پڑ جاویں۔ پارلیمنٹ کا اجلاس بند کر دیا۔ اور انتخاب اسی پرانے نسبتی قاعدے کے مطابق ۱۶ر نومبر ۱۹۱۹ء والے دن کے لئے مقرر کر دیا۔

انتخابات کی خبر سے کچھ دنوں کے لئے لوگ ساکت ہو گئے۔ ہر ایک پارٹی اپنی طاقت کا امتحان کرنے لگ گئی۔ سوشلسٹ پارٹی جن کے خیال میں جنگ

ایک طرح کی آفت تھی۔ اور جو کہہ رہے تھے۔ کہ ڈی انسٹریو کی فیوم کے معاملے میں دخل دینے سے جنگ دوبارہ ہو جانے کا ڈر ہے۔ آگے بڑھ رہی تھی۔ ادھر کلیسیا جو سیاسات میں بے جا مداخلت کرتا رہتا تھا۔ گاؤں میں پادریوں کو انگیخت کر رہا تھا۔ کہ کیتھلک گروہ جو کلیسیا کی خدمت کر رہے تھے۔ وہ زیادہ تعداد میں پارلیمنٹ میں منتخب ہوں۔ ادھر آزاد پارٹی جن میں جمہوریت پسند اور انتہا پسند بھی شامل تھے۔ کہہ رہے تھے۔ کہ ہم تو صلح اور امن کے حامی ہیں۔ یہ پارٹیاں خالی کا بیگن بن رہی تھیں۔ اُن کا تو کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ کہ کیا چاہتے ہیں۔ یہ گویا پارٹیوں کے اندر پارٹیاں تھیں۔ اور ہم کئی سالوں سے دیکھتا چلا آتا تھا۔ کہ یہ کسی مصرف کی نہ تھیں ۔

میں چاہتا تھا۔ کہ فیسٹ بھی انتخابات میں اپنی قسمت آزمائی کریں۔ ہم کسی پارٹی کے ساتھ شامل نہ ہوئے۔ Nationalist جو ہم سے بالکل نزدیک تھے۔ ہم اُن کے ساتھ بھی نہ ملے۔ ماحول تو بالکل ہمارے برخلاف تھا۔ مگر ہمارے لئے لازمی تھا۔ کہ ہم صرف اپنی پارٹی پر بھروسہ کریں۔ ہم تو یہ جاننا چاہتے تھے۔ کہ آخر اٹلی کے لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور دوسری طرف ہم ایک فتح مند قوم کی حیثیت میں کس اخلاقی اونچائی تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ میں نے انتخابات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی۔ جس کی پونجی صرف اخلاقی جرأت تھی۔ ہم نے اٹلی کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے شروع کر دئے۔ اور ایک جلسہ میلان میں بھی ہوا۔ یہ جلسہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔ Piazza Delgiaso میں ہوا اور اپنی طرز کا ایک نرالا جلسہ تھا۔ شہر کے ایک اکیلے کونے سے کونے میں جہاں کسی زمانے میں مجسٹریٹ عدالت کیا کرتے تھے مشعلوں کی روشنی میں رات کے وقت میں نے ایک مجمع میں لکچر دیا۔ یہ لوگ صرف

میلان کے رہنے والے ہی نہ تھے۔ بلکہ دوسرے شہروں میں سے بھی آئے ہوئے تھے۔ بلونا ٹیورن اور روما کے فلیسٹ نمائندے سب ہی آنے والے انتخاب کے متعلق جو ٹھیک قاعدہ اور قانون تھا معلوم کرنے کے لئے آئے تھے۔ میں نے اس موقعہ پر کچھ اصول جو فلیسٹ اصولوں کے مطابق تھے بیان کئے۔ میں سیاسیات میں وہی اصول برتتا رہا ہوں۔ میں نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ انقلاب تو لازمی ہے۔ اور ہونا چاہئے۔ مگر اٹلی کے لوگوں کو روس کے بالشوزم کی نقل نہ کرنی چاہئے۔ ہماری سیاسی جدوجہد کی تاریخ میں ہمارے خصوصی تمدن کے عناصر ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم میں وہ دلیری اور ذہانت مضمر ہے۔ جو دوسری قوموں میں نہیں ہے اگر ہمیں انقلاب پیدا کرنا منظور ہے۔ تو وہ انقلاب ایسے عظیم الشان پایہ کا ہونا چاہئے۔ جیسا کہ Mazzni میزنی کے خیالوں نے پیدا کیا تھا۔ یا جیسا کہ Carlo Pisacane کارلو پی ساکین نے کر دکھلایا تھا۔ میرے دل میں تو اس مکمل انقلاب کا صاف اور منضبط نقشہ موجود تھا۔ جو کہ پرانی دقیانوسی حکومت کو جس کو موت نہ آتی تھی۔ بالکل بدل دینے والا تھا۔

۱۶ نومبر کے دن انتخابات ہوئے اور ہمیں فلیسٹ بالکل ہار گئے۔ ہم میں سے ایک کو بھی کافی ووٹ نہ مل سکے اور کوئی بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہ بن سکا۔ کچھ Nationalist رد ماہیں منتخب ہوگئے۔ اور وہ اس بد نظمی کے وقت بھی قومیت کا دم بھرتے رہے میلان میں مجھے بہت ہی کم ووٹ ملے۔ بغرضیکہ ہمیں سخت ناکامیابی ہوئی۔ مگر ہارنے والوں کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ تھوڑے عرصے بعد ہی معاملہ دگرگوں ہوگیا۔ اس وقت ہمیں بہت بے چینی ہوئی۔ عوام ہمارے برخلاف تھے۔ مگر اندر اندر انہیں ایک فکر کھا رہا تھا۔ اور وہ ڈر رہے تھے۔ کہ کہیں بالشوزم اٹلی میں نہ سر نکالے۔ اگر Soviet حکومت قائم ہوگئی۔ تو بس پھر ہماری خیر نہ ہوگی۔ (Avanti) آوانتی

اخبار نے تو مفصل طور پر بالشوکی نظام کے متعلق لکھ ہی دیا تھا شخصی طور پر تو مجھے اِس شکست نے اتنا تنگ نہ کیا۔ بلکہ مجھے اٹلی کی قابلِ رحم حالت کا صاف پتہ لگ گیا۔ ایک سوشلسٹ اخبار نے میرے متعلق یوں لکھا:۔

Naviglio ،نیویگلیو نہر میں سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے ؛

لکھنے والے کی مراد یہ تھی کہ شہر میلان کے بیچوں بیچ جو نہر جاری ہے اُس میں سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لاش بنیتو مسولینی کی تھی یعنی اُس کی سیاسی موت ہو چکی ہے۔ نامہ نگار نے یہ بیان نہ کیا کہ اُس کی آنکھیں ابھی تک کھلی ہیں۔ سوشلسٹ اگرچہ اپنی فتح کے نشے میں مخمور تھے۔ مگر یہ بات نہ بھُولے اور باقاعدہ نقلی جنازہ نکالا۔ چنانچہ شہر کے بازاروں میں سے گزرے اور حسبِ معمول موم بتیاں بھی جنازے کے ساتھ ساتھ جلائیں۔ گیت بھی ساتھ گائے جاتے تھے۔ مگر اُن کے دلوں میں حسرت اور یاس کے آثار نمایاں تھے۔ یہ جلوس شہر میں سے گزرا اور شہر اب بالکل سوشلسٹوں کے قبضے میں تھا۔ اُن کا گزر میرے مکان کے نیچے سے بھی ہوا۔ میرے خویش اور اقارب کو بے حد تشویش ہوئی اور ہوتی کیوں نہ معلوم یہ لوگ کیا کر بیٹھتے۔ مجھے یہ واقعہ ابھی تک نہیں بھولا۔ اور میں اُسے ابھی تک آنکھوں کے سامنے لے آتا ہوں اور ساتھ ہی لوگوں کی یاس اور حسرت بھی مجھے یاد آجاتی ہے ؛

انتخاب میں ایک سو پچاس نشستیں پارلیمنٹ میں سوشلسٹ پارٹی کو ملیں۔ وہ بھی اپنی کامیابی کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ جنوبی اٹلی نے توحد کر دکھائی وہ لوگ شخصیتوں کا زیادہ خیال کیا کرتے تھے۔ بہ نسبت پارٹیوں کے سوشلسٹ تو مارے غرور کے پھولے نہ سماتے تھے۔ اب جب طاقت اُن

کے ہاتھ میں آگئی تو لگے خرابی کرنے ۔ لال جھنڈیوں والے جلوس نکالے بازاروں میں شور مچتے رہے اور ہفتہ بھر ہڑتال پہ ہڑتال ہوتی رہی ۔ تیس ہزار آدمی میلان میں جمع ہو کر یہ مطالبہ کرنے لگے کہ میونسپلٹی کی عمارت کے اوپر لال جھنڈا لہرانا چاہیئے ۔ اُن دنوں سوشلسٹوں نے خوشی کے مارے سب نظام اُلٹ پلٹ کر دیا ۔ کوئی شخص کام تو کرتا ہی نہ تھا ۔ کچھ فیسٹ کچھ Arditti فوجی لوگ اور کچھ لوگ جو (Fuime) فیوم والے واقعہ میں حصّہ دار تھے ۔ اُن کے دماغ کچھ ٹھکانے تھے ۔ اتنے میں ایک بم پھینکا گیا ۔ اور کچھ آدمی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے ۔ پارلیمنٹ کے سوشلسٹ ممبر ایک وفد بنا کر جن کا لیڈر (Turati) فلی پو ٹورائی تھا میلان کے گورنر صاحب کے دفتر میں جا دھمکے اور کہا کہ فیسٹ تحریک کے لیڈر یعنی میری اور دیگر سرکردہ لوگوں کی گرفتاری ہونی چاہیئے ۔ یہ واقعہ سیاسی پارٹی بازی کی وجہ سے کچھ اہمیت نہیں رکھتا بلکہ بالکل فضول تھا ۔ حکومت نے بڑی کمزوری دکھائی ۔ وہ تو سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنا چاہتی تھی ۔ مگر وہ میرا سیاسی رُخ کس طرح بدل سکتے تھے ۔ مجھے ایک دن قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا ۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیئے ۔ پیشتر اس کے کہ اٹلی کو سخت نقصان پہنچ جاوے کچھ بند و بست کرنا ضروری تھا ؛

ہماری مرکزی کمیٹی تو انتخابات کے بعد بالکل ٹوٹ ہی گئی ۔ ہم میں سے کچھ تو گرفتار ہو گئے اور کچھ بھاگ گئے ؛

آہستہ آہستہ بات ٹھنڈی پڑ گئی ۔ اور میں نے پھر سے اپنے اخبار Popolo'D Italia میں اپنا پروگرام دینا شروع کر دیا ۔ جلسوں میں اکثر میں اٹلی کی نازک حالت کے متعلق بولتا رہتا ۔ اور فیسٹ تحریک کے متعلق بھی

آزادانہ گفتگو کرتا رہتا تھا۔ سوشلسٹ پارٹی کی فتح خطرناک تھی اور وہ اس واسطے نہیں کہ سوشلزم خراب ہے۔ بلکہ اس لئے کہ جو لوگ اُس پارٹی کے پیچھے لگے ہوئے تھے وہ چوہوں کی طرح اپنی کمزوری اور نالائقی کی وجہ سے بلوں میں گھس رہے تھے۔ اور (Liberal) آزادی پسند اور Democrats جمہوریت پسند لوگ تو بالکل پس ہی گئے تھے۔ جرمنی اور آسٹریا جو جنگ میں ہار گئے تھے اُن کے متعلق طرح طرح کے تشویش وہ قصے اور کہانیاں شائع کی جا رہی تھیں۔ اور ہلکے درجے کی کتابیں لکھنے کا منشا صرف اُن کو بدنام کرنا ہی تھا۔ مثلاً کہتے تھے کہ اُن ملکوں میں پروفیسر نوکروں کا اور برتن صاف کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ اور شہزادیاں ناچ کر کے روپیہ کماتی ہیں۔ اور فوج کے جرنیل گلیوں میں دیا سلائی کی ڈبیاں بیچتے پھرتے ہیں۔ لوگ باگ جب ایسے قصے سنتے تو بڑا ڈرتے اور مجھے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ ہماری سیاسی حالت بہت بگڑ چکی ہے۔ پرانی پارٹیوں کا تو خاتمہ ہی ہو چکا تھا اور سوشلسٹ پارٹی کا کوئی پروگرام نہ تھا۔ اُن کی فتح کی وجہ تو یہ تھی۔ کہ باقی پارٹیاں بالکل نکمی تھیں۔ اور عوام بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ ورنہ اندر سے تو سوشلسٹ بھی بالکل کھوکھلے ہو رہے تھے اُن کا کوئی اصول تھا ہی نہیں ؛

میں اپنے فریضہ سے بالکل بال بھر نہ ہٹا۔ اپنے اخبار کے ادارے سے جس کی اشاعت روز بروز کم ہو رہی تھی۔ میں بڑے سخت اور نصیحت آمیز الفاظ میں مضامین لکھتا رہا۔ کہ مقابلہ کرو۔ مقابلہ کرو۔ مقابلہ کرو۔ گویا میرا دفتر ایک طرح کا مورچہ تھا۔ میرا اخبار روز (Censor) سنسر ہوتا۔ مگر باوجودیکہ اس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر بھی اخبار جاری ہی رہا۔ میرے

پاس روپیہ بھی نہ رہا اور میں بالکل غریب ہوگیا۔ میں اخبار کو بیچ ڈالتا۔ مگر میں اڑا ہی رہا۔ (Nitti) نیتی حکومت نے بڑی کوششیں کیں کہ کسی طرح اخبار بالکل بند ہوجائے۔ اور مجھے کہلا بھیجا کہ تم جنوبی روس میں جہاں جمہوریت کا بول بالا ہے۔ وہاں کا طریق حکومت مطالعہ کر آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ اس میں حکومت کی کوئی چال ہے۔ پہلے بھی حکومت نے (Annunzio) کو صلاح دی تھی کہ وہ روما سے ٹوکیو (جاپان) ہجرت کر لے مگر وہ بھی Fuime فیوم میں جما ہی رہا۔ میں بھی اپنے اخبار کے ذریعے فیسٹ لوگوں کو جو بکھرے ہوئے تھے۔ جمع کر رہا تھا۔ ہمیشہ جلسے کرتا رہتا اور کبھی آرام سے نہ بیٹھتا تھا۔ اور سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ ہمیشہ لڑتا ہی رہا +

ایک دن جب انتخاب ہو چکا تھا۔ مجھے میلان کے بڑے ڈاکخانے میں ایک منی آرڈر وصول کرنے جانا پڑا۔ ڈاکخانے کا ایسا قاعدہ ہے۔ یہ روپیہ فیوم کے مورچے کی مدد کے لئے خارجی مقبوضات کے لوگوں نے بھیجا تھا۔ ڈاکخانے کی عمارت بہت بڑی ہے۔ وہاں بھی انتخاب کا اثر جا پہنچا تھا۔ ملازموں میں بات چیت ہو رہی تھی۔ اور دیواروں پر اشتہار چسپاں تھے۔ جب میں اور میرا بھائی Arnolds ارنالڈو ڈاکخانے کی کھڑکی کے پاس پہنچے۔ بالشویکی کلرک نے فوراً ہی کہا۔ کہ آپ شناخت لائیے میں تو (Mussoline) بنی ٹو مسولینی کو نہیں پہچانتا ہوں۔ اتنے میں کچھ اور بالشویکی لوگ اردگرد جمع ہوگئے۔ اور کہنے لگے۔ مسولینی کو بھلا کون جانتا ہوگا۔ جب یہ قیل و قال ہو ہی رہا تھا تو ایک بوڑھے کلرک بڑے غصے میں بول اٹھے۔ اجی روپیہ دے بھی دو۔ کیوں احمق بنتے ہو۔ مسولینی کا نام نہ ہی فی زمانہ سب لوگ جانتے ہیں۔ اس کا نام تو ایک دن شہرۂ آفاق

ہوگا۔ یہ بوڑھا کلرک سوشلسٹ پارٹی کی کامیابی سے خوش نہ تھا۔ مجھے اُس کا نام تو معلوم نہیں۔ مگر ہاں سیدھا اور انصاف پسند شخص معلوم ہوتا تھا۔ لوگ بالگ سوشلسٹ پارٹی کے برخلاف ہونے شروع ہوگئے۔ میرے دفتر میں بھی کچھ لوگ متفکر سے رہتے اور کئی ابھی تک شک میں تھے۔ ان کی تسلی کے لئے میں نے اُن سے کہا۔ کہ بھائی تم ڈرو مت۔ مجھے تو پوری امید ہے۔ کہ اٹلی اس مرض سے شفا پا ئے گی۔ مگر ہم کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ مقابلہ کرتے ہی جاؤ۔ میں تو یہی کہوں گا کہ لڑتے جاؤ۔ دو برس کے اندر اندر میری باری آ ہی جائے گی۔
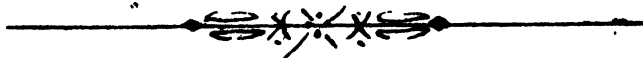
چوتھا باب

خستہ حال جمہوری حکومت کی جان کنی

مجھے تو اس میں ذرا شک نہیں کہ نالائق حکومتیں جو جمہوریت کا دم بھرتی ہوں یا جن کا انحصار پارٹیوں پر ہو آخر کمزور ہوتی ہوتی ایک دن بالکل ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے گہرے سانس بھرتے اور مرتے دیکھا ہے۔ مگر ہاں وہ دن ہماری سخت آزمائش کے دن تھے۔ ہر طرف خرابی اور تباہی اور بربادی نظر آ رہی تھی۔ جو اپنے ملک سے محبت رکھتا ہو وہ تو اس کی ایسی تیز رفتار گراوٹ کو بھلا کیونکر دیکھ سکتا تھا۔ اور وہ بھی ایسی گراوٹ کہ کچھ بڑی حقیقت نہ رکھتی ہو۔ جو انتخابات ۱۶ نومبر ۱۹۱۹ء میں ہوئے اُن کی وجہ سے ہماری سیاسیات میں کچھ دیر کے لئے چُپ چاپ سی ہو گئی۔ اہم سوالوں کو چاہے وہ خانگی تھے یا خارجی کوئی لیتا ہی نہ تھا اُن کو تو کوئی حل کرنا چاہتا ہی نہ تھا۔ صرف پارٹیوں کی جھوٹی لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ لوگ باگ بیٹھے یہ فال پھینکتے کہ آنے والی کیبنٹ (Cabinet) میں کون کون لوگ ہونگے۔ سوشلسٹ پارٹی زوروں میں تھی۔ حکومت کو ایک طرف وہ ستاتے تھے اور دوسری طرف انتہا پسند گروہ اور اُن کے ساتھ ساتھ

Communist کیونسٹ بھی شامل تھے۔ وہ بھی تنگ کرتے تھے ۔

اکیسویں آئین ساز کونسل کے اجلاس میں بادشاہ سلامت نے ایک تقریر کی (Nitti) جو صدر کونسل تھے بہت فکرمند ہوئے ۔ اُنہوں نے ہرچند سوشلسٹ پارٹی کو روکا تھا ۔ مگر وہ تو بادشاہ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے ۔ کہاں رُکتے تھے ۔ چنانچہ مجھے پہلے سے ہی خبر ہو گئی کہ جب بادشاہ کونسل میں تقریر کرنے لگیں گے تو یہ لوگ سب غیر حاضر ہو جائیں گے ۔ جب کونسل کا اجلاس شروع ہوا اور بادشاہ سلامت ہال میں داخل ہوئے تو سوشلسٹ ممبران جو سُرخ پھول لگائے ہوئے تھے ۔ صف بنا کر باہر نکل آئے اور "مزدوروں کا گیت" اور "بین الاقوامی گیت" گاتے گاتے چلے گئے اور اُن کے ساتھ ہی ساتھ "جمہوریت پسند" آزادی پسند" اور انتہا پسند" پارٹیاں بھی نکل پڑیں ۔ بادشاہ نے اپنی تقریر میں ان طاقتوں کا جو ہماری قومی زندگی میں رخنہ ڈال رہی تھیں اور ہمیں تباہ کر رہی تھیں ۔ ذکر تک بھی نہ کیا ۔ فیوم کے معاملے کو بالکل نظرانداز کر دیا ۔ وہ معاملہ تو ہماری قومی زندگی کا روح وروان تھا ۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے اپنے جائز حقوق بھی ترک کر دیئے ۔ اور اپنی بجٹ کی آمدنی کا بہت سا حصّہ جو لوگ جنگِ عظیم میں شریک ہوئے تھے ۔ اور زخمی ہوئے تھے اُن کو بخش دیا ۔ بات تو اصل میں یہ تھی ۔ کہ یہ لوگ بہت بے چین تھے ۔ اُدھر سے خارجی معاملات گڑبڑ تھے ۔ اور اقتصادی حالت بھی بگڑ رہی تھی ۔ مگر ہماری پارلیمنٹ کے ممبر وزارتوں کے پیچھے مرے جاتے تھے ۔ پہلے تین مہینوں کے اندر نیٹی حکومت تین دفعہ گری اور گر کر اُٹھی ۔ مگر بال بال بچ گئی ۔

Stampa) پیڈمانٹ Piedmont کا ایک پرانا اخبار جس کا نام

تھا۔ اور بڑا آزادی پسند تھا وہ بھی جنگ کے برخلاف لکھنے لگ گیا۔ وہ تو
(Giolotti) گیولیٹی کے جو جنگ میں مداخلت کے بالکل برخلاف تھا۔ گن گانے
لگ گیا۔ اُدھر سے کلیسا Church ہر دل عزیز پارٹی کے ساتھ مل کر اپنے فائدہ
کی بات کرنے لگا اور سوشلسٹ تو سب سے بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے اور بھی
بگڑے ہوتے تھے اور بڑی مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے۔ بھلا کمیونسٹ
(Communist) اور (Nationalist) قومیت پسند کس طرح آپس میں مل بیٹھتے
ایک طرف قومیت کا خیال دوسری طرف سیاسیات میں وہ اندھیر گردی ؟

اسی اثنا میں (Annunzio) ڈی انزیو کے لشکر برابر فیوم میں
حکومت کی خفیہ سازشوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اور ہم کو معلوم تھا کہ سیاسی
لوگ وہاں پر کثرت سے جمع ہیں۔ محاصرے کا بھی مقابلہ ہو رہا تھا۔ فیسٹ
بھی آپس میں ۱۶ نومبر کے انتخابات میں شکست کھانے کے بعد متحد ہو رہے
تھے۔ اگرچہ سیاسی دُنیا پر اندھیرا سا چھا رہا تھا اور یاس کا عالم تھا۔ پھر بھی
ہم اپنا راستہ ٹٹول ہی رہے تھے۔ اب فیسٹ تحریک کو نظام دینا زیادہ مشکل
کا کام نہ تھا۔ کیونکہ وہ تنظیم کا سبق سیکھے ہوئے تھے اور اُن میں جوش وخروش
بھی تھا۔ اور وہ انتخابات کی اونچ نیچ کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ (Florence)
فلارنس کے اندر تو کچھ لیڈر بھی پیدا ہو گئے۔ جو بڑے ہوشیار تھے۔ چنانچہ
ہمارا پہلا بین الاقوامی جلسہ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں وہاں پر ہی ہوا۔ اور یہ جلسہ
بھی خوب تھا۔ ہمیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ فلارنس کا شہر مہمان نوازی اور
نرم دلی کے لئے مشہور تھا۔ مگر فیسٹ لوگوں کی آؤ بھگت بندوقوں سے کی گئی۔
فساد ہو گیا مگر جلسہ پھر بھی ہوا۔ ہمارے دوستوں نے آخر جلسے کو سنبھال ہی
لیا۔ بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ اور دُشمنوں کو جو ہم پر آن ہی پڑے تھے۔

خوب دبایا۔ اس جلسے کے ہونے سے حکومت پر اصل حقیقت کھل گئی۔ چنانچہ ۹ اکتوبر کو میں نے کھلم کھلا ایک بے لاگ تقریر کی اور قوم میں جو لوگ خرابی ڈال رہے تھے۔ اُن سے ایک زبردست اپیل کی۔ دوسرے دن ہی اٹلی کے شاعر (Marinette) میری نٹی نے جو اس وقت سکریٹری بھی تھے۔ اور (Pasella) پیسلا کی طرف سے پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ ایک پر اثر تقریر کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ فیسٹ گروہ کو حق دینا چاہیئے۔ کہ وہ اٹلی کی حکومت کو ایک مضبوط اور اساسی پایہ پر رکھ سکیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ فیسٹ پروگرام نہائیت ہی شستہ اور آرام دہ پروگرام ہے۔ اور ہماری مجلسی اور اقتصادی حالت کو نئی نوعیت دیگا ؛

آخر میں نے اُس پروگرام کو بتایا بھی اور پھر نبھایا بھی۔ جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میں کس راستہ کو طے کر کے یہاں تک پہنچا تو وہ راستہ اُن کے سامنے ہی ہے۔ جو تکالیف اور آزمائشیں درپیش تھیں اور جس طرح اُن کا مقابلہ کیا گیا۔ وہ مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہی ہیں۔ اور جو غلطیاں سرزد ہوئیں وہ بھی بیان کر چکا ہوں۔ اب تو ہر کوئی فیسٹ پروگرام کو پسند کرنے لگ گیا۔ مگر آنیوالے فیسٹ راج میں ایک سوال بڑا ٹیڑھا تھا۔ اور وہ Syndicalism یا مزدوروں کا سوال تھا۔ دس اکتوبر کے بعد دوپہر والے اجلاس میں میں نے خود ایک تجویز پیش کی۔ جس کا منشا یہ تھا کہ مزدور طبقہ ہر طرح سے آزادی کا مستحق ہے۔ بلکہ اس جلسے کی طرف سے ہم نے ان مزدوروں کو جو کہ سیاسی پارٹیوں کی اطاعت سے جن کے سرگروہ لوگ مزدوروں کو غربت اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ مبارکباد دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور قومیں بھی ایسا ہی احساس رکھتی

ہونگی۔ آخیر میں اُسی جلسے کی طرف سے فیوم کو بھی مبارکباد دی گئی اور اس طرح سے اُن فاسد خیالات کا جو جنگ کے برخلاف پھیلائے جارہے تھے خاتمہ کر دیا گیا ؛

میں ہوائی جہاز میں فیوم گیا تھا۔ اور وہاں سے واپس آتے ہوئے فلارنس پہنچا۔ فیوم میں ڈی انزیو کے ساتھ دیر تک اٹلی کے متعلق خوب دل کھول کر بات چیت ہوتی رہی۔ جب میں ہوائی جہاز میں وہاں سے واپس آرہا تھا۔ تو (Adriatic) بحرایڈریاٹک سے گزرتے ہوئے سخت آندھی آئی۔ اور ہمیں (Aiello) آئیلو جو (Udine) اُوڈائین کے صوبے میں ہے ٹھیرنا پڑ گیا۔ مجھے دیری ہو رہی تھی۔ پر میں ریل پر سوار ہو گیا۔ اور وقت پر فلارنس جا پہنچا۔ وہاں مجھے جلسے کی صدارت کرنی تھی۔ اور دشمنوں کا مقابلہ بھی منظور تھا۔ جو لوگ وہاں تھے اُن سب سے زیادہ پریشان خاطر میں ہی تھا۔ لوگوں کی نظر میں تو میں صرف ایک وطن پرست اور جنگ کا حامی تھا۔ اور لوگ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ یہ شخص (Popolo'd Italia اخبار میں ہر روز مضامین لکھا کرتا تھا۔ اور بالشوزم کا پکا دشمن ہے۔ چنانچہ یہ جلسہ بیسٹ طریقہ پر ختم کیا گیا۔ ہم نے قسمیں کھائیں کہ پھر ضرور ملیں گے۔ اور چاہے کچھ ہو جائے ضرور فتح پائیں گے ؛

میں فلارنس سے بذریعہ موٹر روما کو روانہ ہوا۔ ہمارا موٹر چلانے والا ایک شخص مسمی (Guidoan Cani گیڈو پان کانی تھا جو جنگ کے وقت والنٹیر بھی رہ چکا تھا اور بڑا تنا ور تھا اور ہوائی جہاز بھی چلا سکتا تھا۔ میرے ساتھ اُسی موٹر میں پان کانی کا بہنوئی اور GanstonGolvani گان سٹون گلوانی LendroArpinati لینڈرو آرپی ناتی Bologna بلونا

کے ریلوائی کارخانے میں کام کرتے تھے سوار تھے جب ہم Feauza فی آینزا پہنچے۔ تو موٹر خراب ہوگئی۔ اور ایک قہوہ خانہ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ وہاں مجھے کچھ پرانے دوست مل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم پھر روانہ ہوگئے۔ اور اب کے موٹر خوب تیز جا رہی تھی۔ اور ریلوے لائن کے بند پھاٹک کے ساتھ جا ٹکرائی۔ پھاٹک ٹوٹ گیا۔ اور ٹکر اس قدر زور کی تھی۔ کہ موٹر دوسرے پھاٹک سے پھڑ گئی ہم سب کے سب دور جا گرے۔ مگر موٹر چلانے والا بچ گیا۔ مجھے اور Arpinati آرپی ناتی کو زیادہ چوٹ نہ آئی مگر ہمارے دوسرے دو ساتھی تو بری طرح سے زخمی ہوئے۔ اور درد کے مارے چلا رہے تھے۔ حادثہ کو دیکھ کر لوگ بھاگ آ پہنچے۔ زخمی مسافروں کو تو موٹر میں سوار کرا کے اور بیلوں کی جوڑی لگوا کر ہسپتال روانہ کیا۔ جب زخمیوں کی مرہم پٹی ہو رہی تھی تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے اُن کو ہر طرح سے تسلی دی۔ پھر ہم ریل میں سوار ہو کر Bologna بولونا پہنچا۔ اس دفعہ کا نتیجہ تو بڑا خراب ہوتا۔ مگر قسمت نے یاوری کی۔ دشمنوں کی عداوت نے تعویذ کا کام دیا ؂

اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ کس طرح ۱۶ نومبر کو انتخابات کے بعد جو ہمارے برخلاف ہوا۔ میرے بہت سے دوست ڈر گئے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ عوام کی مرضی کے برخلاف چلنے سے کیا حاصل ہوگا۔ وہ کہتے تھے اور اس قسم کے لوگ ہوا ہی کرتے ہیں۔ کہ دشمنوں کے ساتھ صلح کر لینی چاہئے۔ کیونکہ وہ اس وقت زوروں میں ہیں اور وزارتیں اُن کے پاس ہیں۔ اور پارلیمنٹ میں بھی اُن کی چلتی ہے۔ لوگ باگ کہتے تھے کہ سمجھوتہ کر لو۔ آپس میں معاہدے کر لو۔ مگر میں بالکل رضامند نہ ہوا ایسے لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ملک سے غداری کی تھی۔ اور جنگ کے وقت دغا دیا تھا۔ بھلا اُن سے کس طرح سمجھوتا کرتا۔ لوگ میرے منشا کو نہ سمجھے۔ دوستوں کو بھی غلط فہمی ہوئی۔ دو نائب مدیر جو میرے ساتھ

Popolo'd Italia کے دفتر میں کام کیا کرتے تھے مستعفی ہو گئے۔ اور بہانہ کیا۔ کہ ہم تو یہاں سے دور چلے گئے ہیں۔ بلکہ مجھ پر یہ الزام لگایا۔ کہ انتخابات کے موقعہ پر میں نے اخبار کا روپیہ فیوم کے مورچے کی مدد کے لئے خرچ کیا ہے اور یہ ایک دلسوز تجربہ تھا۔ کہ دوست ہی ایسے الزامات دینے لگے۔ مجھے Lombardy لمبارڈی کے اخبار نویسوں کی کانفرنس Convention کے سامنے اپنی صفائی دینے کے لئے حاضر ہونا پڑا۔ میری دلائل معقول تھیں۔ بورڈ کو میرے حق میں فیصلہ دینا پڑا۔ تھوڑے عرصے بعد میرے مشہور ہونے سے پہلے مجھ پر الزام لگانے والوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور اس کی تلافی بھی کر دی۔

اس معاملے کا بہانہ لگا کے سوشلسٹ پارٹی اور ہر دلعزیز پارٹی کے ممبروں نے پادریوں کے ایما سے میرے برخلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا۔ ایک تو جاسوس میرے پیچھے لگا دئے۔ سپاہیوں اور پولیس والوں کو رشوت دی۔ تاکہ وہ میرے متعلق دریافت کریں۔ کہ میں دن بھر کیا کرتا رہتا ہوں۔ اور میرے اعتقادات اور خیالات کیا ہیں جن لوگوں کو میری طرف سے کبھی کسی طرح کا نقصان یا ضرر پہنچا تھا۔ وہ سب میرے برخلاف ہو گئے۔ اکثر ان سے ایسے بھی تھے۔ جو میرے منشا کو نہ سمجھے تھے۔ اور لاپرواہ تھے۔ اور مجھے کورا اور سخت دل خیال کرتے تھے۔ وہ بھی برضد کھڑے ہو گئے۔ مگر میرا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی۔ کہ میرے برخلاف کوئی نقطہ نکالیں۔ مگر کچھ نہ کر سکے۔ جو الزام مجھ پر لگایا گیا تھا۔ کہ میں نے اخبار کا روپیہ فیوم کے مورچے پر خرچ کیا ہے۔ اس کے متعلق سب دستاویز اور شہادت میں نے اخبار میں شائع کر دی اور وہ لاجواب ہو گئے۔

میری دیانت داری پر کوئی حرف نہ آیا۔ اس نتیجہ پر میں تب بھی پہنچا۔ اور اب تک قائم ہوں۔ اور جب تک جیتا رہوں گا قائم ہوں گا۔

میرے سیاسی کام کے متعلق جو لوگوں کا جی چاہے سو کہیں۔ بدگوئی کریں۔
یا بُرا بھلا کہیں۔ مگر میری زندگی کا اخلاقی پہلو نہایت ہی مضبوط تھا۔
انسان کو ایمان دار ضرور ہونا چاہئے۔ اور کمال درجہ کی لاغرضی سے کام
کرنا چاہئے۔ سیاسی دُنیا میں بھی وہ انسان سچے وطن کے محب ہوں گے۔
جو اپنے ہم وطنوں کے ساتھ پیار اور ہمدردی کا رویہ اختیار کریں گے۔ عیاری
خوشامد۔ چرب زبانی اور کمینہ پن کچھ کام نہیں دے سکتے مجھے اس بات کا فخر ہے
کہ میں ایسی معیوب حرکتوں کا مرتکب نہ ہوا۔ اور میرے اندرونی اخلاق کی مضبوطی
کو کوئی چیز ہلا نہ سکی۔ اور در اصل اس اخلاقی مضبوطی میں ہی میری کامیابی
کا راز مضمر ہے ٭

سنہ ۱۹۲۰ء کے شروع میں ہی اٹلی بین الاقوامی جھگڑوں میں پھنس گیا۔
Paris پیرس میں جو مدبر لوگ جمع تھے۔ ان کا رویہ فیاضانہ نہ تھا Dolmatia
دلمیٹیا کے متعلق کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا۔ اور D' Anunnzio، ابھی
تک فیوم ہی میں تھا۔ اگرچہ سوشلسٹ پارٹی انتخابات میں فتح پا چکی تھی۔ مگر دن
بدن کمزور ہوتی چلی جاتی تھی۔ اور اپنی نااتفاقی کی وجہ سے اپنے رسوخ کو کھو رہی تھی
اعتدال پسند لوگ انتہا پسندوں کے زیر اثر تھے۔ ادھر سے لینن Lenin
کے خیالات کا بھوت لوگوں کے سروں پر سوار تھا۔ آزادی پسند پارٹی تو بالکل
بیٹھ ہی گئی تھی۔ کیبنٹ (Cabinet) کا یہ حال تھا۔ کہ آج گری یا کل۔
جو لوگ خاص رعائتیں چاہتے تھے۔ وہ جو چاہتے سو کرتے۔ غرض پارلیمنٹ کے اندر
بھی اور باہر بازاروں میں بھی ایک ہنگامہ برپا تھا ٭

ایسی حالت میں تو جد و جہد کرنا لازمی ہو گیا بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا
تھا۔ کہ ہمیں کبھی فتح نصیب نہ ہوگی میں نے اسی زمانے میں ایک مضمون شائع کیا۔

جس کا عنوان یہ تھا۔ "جہازرانی کرو" میں نے لکھا۔ کہ آج دُنیا میں دو طرح کے خیالوں کی جنگ چھڑ رہی ہے۔ ایک "سیاہ" اور دوسرے "سرخ"۔ دو مقاموں سے حکم نامے جاری ہو رہے ہیں۔ ایک Rome روما سے اور دوسرے Masco ماسکو سے۔ ہم تو ان دونوں کے برخلاف ہیں۔ ہم پر دونو اثر نہیں کرتے۔ ان کے باہمی جنگ سے ہمیں کیا مطلب۔ ہمیں تو اپنی لڑائی سے سروکار ہے۔ چاہے ہم ہار ہی جاویں۔ ہمارا قصہ تو Julian جولین والا ہے۔ جو اپنے مذہب سے منحرف ہو گیا تھا یا Galilee گلی لیو والا ہے جس کے بال سرخ تھے۔ یا تو ہم ہی جیتیں گے۔ یا کرملن گلی لیو یعنی روس کے بالشوکی خیال۔ کیا مضبوط اور پائیدار خیالات پاؤں تلے روندے جائیں گے ؟ میرے ہمعصروں کے دل کو ایسے سوال بے چین کر رہے تھے۔ مجھے تو جہاز کو چلانا ہی ہے۔ چاہے بہاؤ کے اُلٹی طرف ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ غرق ہو جائیں گے۔ مگر اپنے خیال کو نہ چھوڑیں گے ؛

بحث مباحثہ کے لئے تو ہمارے پاس وقت نہ تھا۔ ایک پر دوسرا واقعہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ جنوری کے مہینے میں ایک ریلوائی ہڑتال ہونے والی تھی۔ اور وہ رُکنے والی نہ تھی۔ تھوڑے دنوں بعد ڈاکخانے اور ٹیلیفون والوں نے ہڑتال کر دی۔ جو چھ دن تک جاری رہی۔ لوگوں کا تو بیشک بہت نقصان ہوا۔ مگر حکومت کا سارا کاروبار ہی بند ہو گیا۔ خیالات کی تگ و دو بھی یکدم ٹھہر گئی۔ بھلا بین الاقوامی جھگڑے اس خرابی کے سامنے کیا اہمیت رکھتے تھے۔ سوشلسٹ پارٹی کا اخبار آوانتی جس کا میں بھی کسی زمانے میں مدیر رہ چکا تھا۔ یوں رقمطراز ہوا :-

"ڈاکخانے۔ تارگھر اور ٹیلیفون وغیرہ فی زمانہ عیش و عشرت کا سامان ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد تو ان چیزوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی ہم سے

کہیں بڑھے ہوئے تھے۔" کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ الفاظ مذاقیہ تھے۔ یا انتہا پسندوں کی حماقت کا مظاہرہ تھے۔
غرض بظاہر تو سوالات اقتصادی نظر آتے تھے۔ مگر دراصل کسی سیاسی مفاد کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ مدعا تو یہ ہوتا۔ کہ کسی نہ کسی طرح حکومت کی طاقت کو توڑا جاوے۔ اور متوسط درجے کے لوگوں کو ذلیل کیا جاوے اور امن کو خدشے میں ڈال کر سوویٹ Soviet راج اٹلی میں قائم کیا جاوے۔ باہر دکھلاوا اور تھا۔ اور اندر بات دوسری تھی۔ لوگ یہ بات نہ جانتے تھے۔ کہ جب بدنظمی ہو۔ تو ایک ظالم اقلیت کس طرح ایک بڑی قوم پر قابو پا لیتی ہے۔ اور کس طرح شہروں۔ ریلوں اور تجارت وغیرہ پر قابض ہو بیٹھتی ہے۔ غرض ایسی بُری اور بگڑی ہوئی حالت میں جب ہر طرف مشکلات کا سامنا تھا۔ اور لوگ بھی دل چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور انگلیاں اُٹھ رہی تھیں۔ میں تن تنہا بڑی دلیری سے لکھ رہا تھا۔ کہ سرکاری ملازم حکومت کے کیسے ہی وفادار دوست کیوں نہ ہوں۔ اپنی قوم سے غداری کر رہے ہیں۔ اس طرح لوگوں سے ہڑتالیں کروانی اور سب کے حقوق پائمال کرنے گویا اُن کو مدنیت کے مقام سے گرا کر وحشی پنے کی طرف لے جانا ہے۔
میں نے اپنے ۱۵ جنوری ۱۹۲۰ء والے پرچے میں یوں لکھا:۔
" یہ جھگڑے تو حکومت کے اندرونی جھگڑے ہیں۔ نقصان تو اٹلی کے لوگوں کو ہو رہا ہے۔ عوام کو سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اُن کے سر سے ہی ہی تو یہ سب کچھ نکلتا ہے۔ انہیں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور مزید خرچ بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔ جو مادی نقصان ہڑتالوں میں ہوتا ہے۔ اس کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اس کے علاوہ اخلاقی نقصان بھی ہوتا ہے جس کا اثر

صرف محلی ہی نہیں۔ بلکہ خارجی بھی ہے۔ ہڑتالیں ایسے موقعوں پر کی جاتی ہیں۔ جس سے حکومت کو اور بھی مضبوطی ہو۔ اُدھر پیرس میں صلح کی بات چیت ہو رہی تھی۔ اور ادھر ہڑتال۔ سوال جو در پیش ہے وہ تو یہ ہے کہ کسی طرح سے جنگ بند ہو اور صلح قائم ہو۔ بھلا ڈاک خانے تار گھر اور ٹیلیفون والے دو ہفتہ اور کیوں نہ ٹھیر گئے۔ نیتی کو پیرس سے واپس تو آ لینے دیتے۔ کیا کوئی اقرار نامہ لکھا ہوا تھا۔ ضروری تھا کہ ۱۲ تاریخ کو ہی ہڑتال کروانی ہے۔ بات تو یہ ہے۔ کہ دراصل یہ ایک سیاسی چال تھی۔

خدا کی مرضی سے ۲۱ جنوری کو ڈاک خانے اور تار گھر والوں کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ مگر اُس ہڑتال کے ختم ہونے سے پہلے ہی ۱۹ جنوری کو ریلوائیوں کی ہڑتال شروع ہو گئی۔ یہ ہڑتال تو بالکل بے معنی تھی۔ "سرخ" (Syndicalist) "مزدوروں کے دل" کے لیڈروں نے خواہ مخواہ یہ ہڑتال کروائی۔ اس سے مزدور دل کو کچھ فائدہ بھی نہ ہوا۔ میں نے اس ہڑتال کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

"یہ ہڑتال قوم کے برخلاف ایک بڑا بھاری جرم ہے"۔

اٹلی تو برباد ہو گیا۔ ہر جگہ لڑائی جھگڑا فساد ہو گیا۔ دوسری قوموں کے لوگ جو سیر اور تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بھاگ نکلے۔ بنکوں کے دیوالے نکل گئے۔ اور طرح طرح کی بڑی بڑی افواہیں اُڑنے لگیں۔ سیاسی حلقوں میں سنسنی چھا گئی اور معاملات پیچیدہ سے ہو گئے۔

جب یہ حالت تھی اور کاروبار بند ہو گئے تھے تو فیسٹ اپنی جگہ پر مضبوط کھڑے تھے۔ مجھے یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ وہ لوگ کس طرح سے اپنے خیال میں پکے اپنے فرض کو پورا کرتے رہتے۔ انہوں نے اپنے ہموطن ہڑتالیوں کے طعنے اور دست درازیاں بڑی بہادری سے برداشت کیں۔ اسی اثنا میں لوگ سوشلسٹ پارٹی سے دلگیر ہونے لگ گئے۔ اور سوشلسٹ بھی سست ہو گئے اور کہنے لگ پڑے کہ ہڑتالیں کرانے والے تو اور لوگ ہی تھے۔ ہم نے تو نہیں کروائیں۔ تب میں نے opolo d Italia میں ۲۱ جنوری والے پرچہ میں ایک مضمون لکھا۔ جس کا عنوان "بہت دیر" تھا۔ میں نے اس میں سوشلزم کی اصل حقیقت کھول دی اور میرا خیال درست نکلا میں نے یہ لکھا کہ

اعتدال پسند گروہ کو جس کے لیڈر Filipo Turaty فلی پو تورا ٹی تھے اور اس وجہ سے یہ پارٹی (Turatians) توراتین کے نام سے مشہور تھی۔ پہلے جاگنا چاہیئے تھا۔ اب تو گاڑی ڈھلوان پر دوڑی جا رہی ہے اور بریک لگانا ایک مشکل کام ہے۔ بلکہ بریک لگانے والوں کے ہاتھ رہ جائیں گے اور گاڑی تو ایک بھاری دیوار سے ٹکر کھا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ تب آپ کو ہوش آوے گی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ عقل کے اندھے پہلے ہی سنبھل جاتے۔ اور ہماری قوم کی گاڑی اس مصیبت میں مبتلا ہو کر چکنا چور نہ ہوتی۔

ریلوائیوں کی ہڑتال ۲۹ جنوری تک جاری رہی۔ اور سیاسی مدبر اس وقت پیرس میں بیٹھے ہمارے خارجی تعلقات کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ یہ بحثیں بالکل بے سود تھیں۔ عین اس وقت ایک عجیب اور

حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ یہ طے پایا۔ کہ فیوم کے مصیبت زدہ بچے میلان لائے جاویں۔ فیوم کا تو محاصرہ جاری ہی تھا اور رسد وغیرہ سب ختم ہو چکی تھی۔ اور بچے بچارے بھوک کے مر رہے تھے ٭

پہلے بھی (Vienna) ویناکے بچے جو کہ ہمارے دشمنوں کے بچے تھے میلان میں آئے تھے اور ان سے بڑا اچھا سلوک کیا گیا تھا۔ اگر یہ بات تھی تو (Quarnero) کوارنیرو سے آتے ہوتے اٹلی کے بچوں کے ساتھ کیونکر اچھا سلوک نہ ہوتا۔ فینیٹوں نے فیوم کے لوگوں سے جو ہمدردی اور محبت ظاہر کی۔ اُس کی تعریف سب اٹلی میں ہو رہی تھی۔ جب وہ بچے میلان آ رہے تھے۔ تو ہر جنکشن اور دیگر اسٹیشنوں پر بھی اُن کا خوشی سے استقبال کیا گیا اور خاطر کی گئی۔ اخباروں میں بھی یہ سب شائع ہو جاتا مگر سنسر کی وجہ سے کچھ نہ ہو سکا۔ ہمارے پروگرام کو باقاعدہ بدنام کیا جا رہا تھا۔ اور یہ سب نیتی حکومت کے سیاسی ہتھکنڈے تھے اور ان کی ہی شرارت تھی ٭

اپنے آپ کو سچا ٹھیرانے کے لئے نیتی نے فیوم کے معاملے پر پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں کہا کہ ہم کو سلاویا سے دوستی کرنی چاہیئے۔ اُدھر سے (Wilson) ولسن صاحب اس بات پر زور دے رہے تھے۔ کہ فیوم اور (Zara) زارا کے علاقوں کو لیگ آف نیشن کے سپرد کر دیا جائے اور اٹلی سے علیحدہ ہو جائیں اور آزاد بھی ہوں دوسرے دن میری اخبار کے ۸ فروری کے پرچے میں پہلے ہی صفحہ پر مفصلہ ذیل مضمون شائع ہوا۔ جس کا عنوان یہ تھا۔ (H.E.Cagoia) ایچ۔ ای۔ کاگویا کی قابلِ نفرت تقریر کاگویا کا میں نے گھونگا نام رکھا۔ یعنی ایک کاہل اور مجہول شخص۔ اصل میں یہ نام

ڈی انزیو نے نیتی کو دے رکھا تھا اور یہ نام مشہور ہو گیا تھا۔ نیچے میرا مضمون شائع ہوا۔ جس کا عنوان مصیبت زدہ تھا۔ پیرس میں جو عہد نامہ ہو رہا تھا اس کی پُر درد داستان بیان کرتے ہوئے میں نے آخیر میں جا کر یوں لکھا:-

"سچ تو یہ ہے کہ نیتی پھر پیرس جا رہے ہیں اور اب کے وہ سب کچھ دوسروں کے حوالے کر کے لوٹیں گے۔ یگوسلاویا نے جب ذرا ضد کی تو ہمارے (Cagoia (یعنی نیتی) کا گویا صاحب رو دھو کر چُپ کر جائیں گے ان کی تقریر تو بالکل نکمی اور فضول ہے۔ تمام جرمنی اور تمام آسٹریا میں اس جیسا بڑا وزیر نہ ہوگا۔ اگر ہوتا بھی تو اس کی وزارت زیادہ دن نہ چلتی۔ ایسے وزیروں کو جو جس طرح بن پڑے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں بھلا بُزدل بھگوڑے اور عقل کے اندھے کیوں پسند نہ کریں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اٹلی Trent ٹرنٹ اور Trieste ٹریسٹ کو لینا چاہتا ہے۔ ہمارے وزیر صاحب Yagoslavia کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۸۶۶ء والی صلح تو اس صلح کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جب آپ دوسری دفعہ پیرس تشریف لے جاویں گے۔ نہ معلوم کہ نہ صرف ذارا اور ولونا آدرمان فال کون (Manfal cone) اور گورزیا بلکہ ٹاگ لیا منٹو کی حد تک سارا علاقہ دشمنوں کی نذر کر دیں گے۔ آخر انہوں نے یگوسلاویا سے دوستی جو کرنی ٹھہری۔ اگر انہوں نے ایسا ہی کرنا تھا تو ہم اٹلی میں بسنے کی بجائے جرمنی میں کیوں نہ جا بسیں۔ جہاں (NosKe) نوسکی وزیر ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ہمارے لئے رنج و الم کے دن آ رہے ہیں۔ جو کہ پہلی وزارتوں یعنی (Caporetto) کاپوریتو اور (Abba Carima) ابا کریما کے زمانے سے بھی بدتر ہوں گے۔ ہم

بعد میں پھر مضبوط ہو جاویں - مگر اب تو اپنی کمزوری کی قیمت دینی ہی ہوگی ؛

اُس وقت کی حکومت کی خانگی اور خارجی پالیسی کے متعلق ہمارے قومی اخبارات میں برابر بحث مباحثے ہو رہے تھے - Stampa سٹامپا اخبار کے برخلاف جس کے مالک (Frassati) فراساتی تھے - جو بعد میں برلن میں اٹلی کے سفیر ہو کر گئے - میں برابر لکھتا ہی رہا - اس کے پروگرام پر میں نے سخت تنقید کی - وہ اخبار ایسا سمجھتا تھا کہ وہ اٹلی کا نجات دہندہ ہو گا - فراساتی وہ شخص ہے - جو اٹلی کو جنگ عظیم میں شرکت کرنے سے روکتا تھا - اور جن دنوں اٹلی سخت مصیبت میں مبتلا تھا - وہ علیحدہ کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا - اُس نے بھلا کیوں کر ہمارے ملک کو آزاد کرانا تھا - اُدھر جنگ کے ختم ہونے پر دشمنوں کے ساتھ صلح ہو رہی تھی ؛

ایک دوسرا اخبار جس کا نام (Corrierdella Sera کوریر ڈلا سرا تھا اور جو کہ عوام کی آزادانہ آواز کی نمائندگی کر رہا تھا - وہ بھی فیوم اور دلمیٹیا Dalmatia کے معاملے میں حمائت کر رہا تھا - اور ولسن اور اس کے حامی Albertini البرٹینی کی تجاویز نیتی اور Salvemune سالومینی جیسے شخص نکال رہے تھے - مدد کر رہا تھا - سوشلسٹوں کا اخبار اوانتی تو میرے برخلاف وہ بہتان باندھ رہا تھا کہ پناہ بخدا - اُدھر ہر دل عزیز پارٹی کے اخبارات بھی جن کی تہ پر پادری لوگ تھے یہ ہی گیت گا رہے تھے - غرضیکہ جنگ میں فتح اور فسیٹ تحریک کے برخلاف ایک ہنگامہ برپا تھا ؛

اِدھر یکے بعد دیگرے ہڑتالیں ہو رہی تھیں - اور فسادات جاری

تھے ۔ پولیس ۔فوجی سپاہی اور عوام آپس میں ٹکرا رہے تھے ۔ پارلیمنٹ کے اندر بھی دھکم دھکا ہو رہا تھا جمہوری حکومتیں جب اصولوں کو چھوڑ دیتی ہیں ۔ اور ایک پارٹی دوسری سے رعائتیں مانگنے لگ جاتی ہے ۔ تو اُن کا یہی حال ہوتا ہے ۔ غرضیکہ یہ بیہودگی ہو رہی تھی ۔ کسی کو قومی زندگی سدھارنے کا خیال نہ تھا ۔ جنگ جیتنا تو بھی ۔ مگر عقدہ حل نہ ہوا ۔ نہ ہوا پر نہ ہوا ۔ اِس بزدلی کے سمندر میں فیسٹ تحریک ایک روشنی کے مینار Light-House کا کام دے رہی تھی ۔ لوگ باگ اندھیرے میں خیالی لڑائیاں لڑ رہے تھے ۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں اندھیرے میں گھبرا رہے تھے ۔ کہ کدھر جائیں ۔ نیٹی کی حکومت مجھے نشانہ بنانا چاہتی تھی ۔ سب شکاری کتے میرے پیچھے لگا رکھے تھے ۔ اخباریں میری سیاسی غلطیاں نکال رہی تھیں ۔ سوشلسٹ مجھے خوب جانتے تھے ۔ کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں ، گن گن کے بدلے لیتے تھے ۔ یہتے تو ذرا دُور ہی تھے ۔ مگر وہ بھی اٹلی کی اندرونی بیماری کی تشخیص نہ کر سکے ۔

میلان میں جب یہ طوفان برپا تھا ۔ تو ایک دن شام کے وقت جب میں ایک کیفی Cake میں جو شہر کے اندر واقعہ تھی بیٹھا کچھ پی رہا تھا ۔ اور Michle Bianchi مائیکل بیانچی کا انتظار کر رہا تھا ۔ تو کوئی سو ایک سوشلسٹ آوارہ گرد لوگ وہاں جمع ہو گئے ۔ اور مجھے گالیاں دینے لگے ۔ انھوں نے مجھے پہچان لیا تھا ۔ اور شاید میری مرمت کرنا چاہتے تھے غصے میں بھرے ہوئے تھے ۔ اور دیر سے بدلہ لینا چاہتے تھے ۔ ہجوم بڑھتا جاتا تھا ۔ اتنے میں کیفی کے مالک نے اور ایک خزانچی عورت نے کھڑکیوں کے پردے ڈال دئے اور مجھے بلا کر کہا ۔ کہ آپ یہاں سے چلے جائیے ۔ ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے ایسی حالت میں اور کیا کرتے ۔ میں نے مالک کی بات دشنی ۔ میں نڈر تو تھا ہی

اور جب خطرہ زیادہ ہوتا تو میں اور بھی دلیر ہو جایا کرتا ہوں۔ شائد لوگ خیال کرتے ہوں۔ کہ میں ڈینگیں مارتا ہوں۔ مگر میں تو مقابلہ پر برابر کھڑا تھا۔ میں نے لیڈروں کی طرف دیکھا اور کہا۔ کیا چاہتے ہو۔ مجھے مارنا چاہتے ہو۔ اچھا آؤ مارو۔ مگر خبردار رہنا۔ مجھے مارنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے۔ پہلے تو وہ چپ سے کر گئے۔ پھر ایک دوسرے کی طرف نظر چرا کر دیکھنے لگ گئے۔ سب سے جو نزدیک تھا پہلے وہ سرکا۔ پھر ڈر کے مارے اور بھی بھاگے آہستہ آہستہ اُن پر ایسا خوف طاری ہوُا۔ کہ سب تتر بتر ہو گئے۔ اور دُور سے گالی گلوچ دینے لگے۔ میں اس واقعہ کو اس لئے بیان کرتا ہوں کہ ہر ایک فسیسٹ کی زندگی میں ایسے وقوعے ہوتے ہی رہتے تھے۔ مگر یاد رہے۔ کہ بعض دفعہ مار پیٹ۔ چاقو چلانے اور گولی سے مارنے تک کی نوبت پہنچ جاتی اور کئی دفعہ اذیت بھی سخت پہنچاتے تھے۔

انہیں دنوں میں لوگ باگ ہمارے جرنیل (Diaz) ڈائز اور نیتی کا مقابلہ کرنے لگ گئے۔ جرنیل نے سب سے آخری لڑائی جیتی تھی۔ اُدھر سے انگریزوں نے اٹلی کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کر رکھے تھے۔ وہ توڑ دیئے گئے بحر (Adriatic) اڈریاٹک کا ساحل بالکل خطرے میں تھا۔ سیاسی حلقوں میں بے بنیاد افواہیں پھیل رہی تھیں۔ خیال تھا کہ ہمارے ساحل پر یگوسلاویا قبضہ کر لے گا۔ اس خبر کو سن کر سب قسم کے لوگ روما کے شہر میں جمع ہو گئے تھے۔ طلبا اور پروفیسر۔ مزدور اور مشاہیر گویا ہر طبقے کے نمائندے وزرا سے اور دیگر سیاسی لیڈروں سے کہہ رہے تھے کہ (Dalmatia) دلمیشیا کے متعلق کچھ فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اُن نمائندوں نے اپنی وفاداری

کا مظاہرہ کرنے کی خاطر اٹلی کے لڑائی میں شامل ہونے والے دن کی یادگار میں ڈلمیشیا کے نام سے ایک پریڈ کی۔ اُس دن روما کے شہر میں ایک واقعہ ہوا۔ جو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ لوگ بڑے رنجیدہ ہوتے۔ نئی سرکاری پلیس گارد نے جوکہ خاص نیتی حکومت کو تقویت دینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ پریڈ پر ہلہ بول دیا۔ گولی چلائی۔ بہت سے مر گئے۔ اور کچھ زخمی بھی ہوئے۔ روما میں کبھی پہلے ایسا واقعہ نہ ہوا تھا۔ اس پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ جتنے ولمیشیا کے باشندے روما میں موجود تھے سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ان میں عورتیں بھی تھیں۔ کسی نے اُف تک نہ کی۔ حکومت جس کو جی چاہتی پکڑ لیتی۔ پارلیمنٹ کے کچھ ممبروں نے جن میں قومی مصنف Luigi Siciliani لیوگی سلیانی اور Egilberto Martire اگل برٹو مارٹائیر بھی شامل تھے۔ تھوڑے سے سوال کئے مگر کچھ جواب نہ ملا۔ Popolo d'Italia کے کالموں میں میں نے پورے طور پر نفرت کا اظہار کر دیا۔ اور ایسے طریق حکومت پر لعنت اور پھٹکار بھیجی جس نے رعایا کے ساتھ اس قدر سختی کی تھی۔ Senate سینٹ میں میری آواز گونج اُٹھی۔ ہمیشہ ہی نازک وقت میں کوئی نہ کوئی اپنی قوم کی عزت اور ناموس کو بچانے کے لئے سینٹ میں ضرور کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔

کچھ سینٹ کے ممبروں نے جس کے سرگروہ جنرل (Diaz) ڈائز تھے یہ تجویز پیش کی :

سینٹ نہایت افسوس سے کہتی ہے کہ اگرچہ ہمارے ملک کے لوگوں نے جنگ میں قابلِ تعریف بہادری دکھلائی اور فتح بھی حاصل کی۔ مگر جو طریقے حکومت نے اختیار کئے۔ وہ حکومت کے لئے تباہ کن ہیں۔ اور ملک کی شان کے بالکل شایان نہیں۔ اُن کی وجہ سے تو ملک کی بہبودی اور ترقی کے

لئے کام کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ یہ طریقے اٹلی کی روائیتوں کے برخلاف ہیں۔ اور ۲۴ مئی کے مظاہرے میں جو سختی کی گئی وہ بالکل نامناسب تھی۔ اور ڈلمیشیا اور فیوم کے لوگوں کی گرفتاریاں جب وہ روما کے مہمان تھے۔ نہائیت ہی ناموزون تھیں ؛

جن لوگوں نے اس تجویز پر دستخط کئے ان میں (Diaz) ڈائز اور ایلیو ہارٹس جو مشہور تاریخ نویس تھے اور (Rewal) ریول جو امیرالبحر تھے اور دیگر معزز لوگ بھی شامل تھے۔ دستخط کرنے والوں کی تعداد چونسٹھ تھی جن میں چار سینٹ کے نائب صدر بھی تھے۔ اِس تجویز سے صرف اٹلی کی پرانی روائیتوں کو زندہ کرنا ہی منظور نہ تھا۔ بلکہ جو فتح ہمیں نصیب ہوئی تھی۔ اُس کے متعلق حکومت کے رویہ کے برخلاف بھی آواز اٹھائی تھی۔ اس کام میں سب سے بڑھ کر حصّہ لینے والے (Diaz) ڈائز صاحب تھے۔ جب آپ فوج کے جرنیل تھے تو آپ نے Vetorio Veneto وٹیوریو وینیٹو کی فتح حاصل کی تھی۔ آپ کی سپہ سالاری اب کچھ کام نہ دے رہی تھی۔ نیتی حکومت جو جمہوریت اور پارٹی بازی کے بوسیدہ اصولوں پر چلی جا رہی تھی۔ اب قریب المرگ تھی۔ خوشامد اور خود پسندی اُس کا وطیرہ تھا۔ قوم کا مفاد اُس کے زیر نظر نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی اعلیٰ معراج تھا۔ وہ حکومت اب کے بڑی طرح گری اور تیسری دفعہ گر کر اٹھ نہ سکی۔ (Giolitti) گیولیٹی حکومت واپس نہ آئی ؛

پارلیمنٹ کے اندر انتشار و دبدل اور خرابی اسباب کا کافی ثبوت ہیں کہ یہ طریقہ حکومت قوم کے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ نیتی حکومت تین دفعہ گری اور (Giolitti) گیولیٹی کا پھر وزیر اعظم ہو جانا بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کہ جمہوری طریق حکومت کا دیوالہ نکل چکا تھا۔

اور آپ نے وزارت کو ایک پیشہ سا بنا رکھا تھا اور حساب کتاب چکانے آجایا کرتے تھے۔

ہاں البتہ Giolitti گیولٹی اپنی ذاتی حثیت میں اچھے آدمی تھے۔ مگر ان کی سیاسی زندگی کچھ ایسی اچھی نہ تھی۔ وہ پھسل جایا کرتے تھے اور اصول کے پلے نہ تھے۔ اور اٹلی کے اندرونی جذبات کو اچھی طرح نہ سمجھتے تھے۔ پارلیمنٹ اور جمہوریت کے طریق حکومت کے نشیب و فراز اور مصنوعیت کے پروردہ تھے۔ اور اٹلی کی سیاسی حالت کو اُسی عینک سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کی طبیعت کا میلان بھی اُسی طرف تھا۔ مثلاً انہوں نے جنگِ عظیم میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ فتح ہوتے ہی آپ پھر سیاسیات میں آ شامل ہوئے۔ اُن کی شمولیت ایسی تھی۔ جیسے کوئی تاجر جب دیوالہ نکال دے تو حساب کتاب کرنے دوکان پر آ بیٹھے۔ جنگِ عظیم کے بعد جو حالت ہوا کرتی ہے۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کس قدر خونریزی ہوئی اور فتح بھی شاندار ہوئی۔ اور سچ پوچھو تو اٹلی کے لئے ایک متحدہ قوم بننے کا بہترین موقعہ ہاتھ آیا۔

خانگی معاملات کے سلجھانے کے لئے تو گیولٹی حکومت اچھی ثابت ہوئی۔ چونکہ نیتی حکومت نے بڑی خرابی کر رکھی تھی۔ لوگ باگ نئے نظام کو پسند کرتے تھے۔ اور کچھ مخالفت بھی کرتے تھے۔ البتہ Albania البنیا کے لوگوں کو بعض خارجی ایجنٹ اور دیگر مُفسد اشتعال دلا رہے تھے۔ اور اُس میں خانگی بدنظمی بھی کچھ حد تک ممد تھی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ البنیا (Bari) باری سے کوئی بارہ گھنٹے کا راستہ ہے۔ اور اُس جگہ بہت سے اٹلی کے لوگ جا کر بسے ہوئے تھے۔ اور ہمارے ہموطنوں نے وہاں جا کر موجودہ طریقہ کا تمدن جاری کیا ہے۔ البنیا کے لوگ فی الفور ہی اٹلی کے برخلاف اُٹھ

کھڑے ہوئے ۱۹۰۸ء سے برابر ہم (Valona) ویلونا میں حفظانِ صحت کے لئے اپنا مشن روانہ کرتے رہے اور ۱۹۱۴ء سے ہماری فوجیں وہاں مقیم ہیں۔ ہم نے وہاں شہر بسایا۔ ہسپتال بنوایا۔ اور سڑکیں بنوائیں۔ اور سرویا کی فوجیں جو ۱۹۱۶ء میں شکست کھا چکی تھیں۔ پھر سے وہاں بلوائیں لاکھوں روپے ہم نے وہاں خرچ کئے۔ اور ہزاروں سپاہی وہاں بھیجے۔ تاکہ وہاں کے لوگ آرام سے زندگی بسر کرسکیں۔

مجھے تو معلوم ہی تھا کہ نگیولٹی حکومت البنیا کے لئے کچھ بھی نہ کریگی۔ جب خانگی معاملات ہی گڑبڑ تھے۔ تو بھلا اُسے خارجی معاملات کو درست کرنے کی فرصت کہاں تھی۔ اور ہمت کہاں سے لاتے۔ اُس وقت وزیر خارجہ سورزا (Sforza) صاحب تھے۔ بس ان کا وزیر ہونا ہی سمجھو۔ البنیا کا خاتمہ تھا۔ حکومت کی کمزوری کی وجہ سے ہماری فوجوں کو ویلونا سے واپس آنا پڑا۔ اسے بھی ایک طرح سے اٹلی کی شکست سمجھنا چاہیئے۔

۱۹۲۰ء میں ریلوے کے ملازم باقاعدہ طور پر اُن ریل گاڑیوں کو چلنے نہ دیتے تھے۔ جن میں فوجی سپاہی اور انقلاب پسند لوگ یا پولیس کے سپاہی سفر کر رہے ہوں۔ بعض دفعہ اگر پادری بھی سفر کر رہے ہوتے تو گاڑی کو روک لیتے۔ میں بالکل اِس کے حق میں نہ تھا۔ اٹلی کے لوگ اپنی بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے مفت میں دُکھ اٹھا رہے تھے۔ اور وہ اپنی طاقت اور دیگر صفات کا بالکل اندازہ نہ لگاتے تھے۔ جو لوگ ذرا بھی حکومت کے برخلاف چون وچرا کرتے وہ پیس دیئے جاتے۔ مثال کے طور پر Cremona کریمونا کے سٹیشن ماسٹر کو لیجئے۔

مجھے خود اس واقعہ کا علم ہے۔ اُس نے ہمت کر کے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ Piacenaza پیاسنزا کو جو سپاہی جا رہے ہیں اُن کی گاڑی ٹرین کے ساتھ لگا دو۔ یہ ایک معمولی سی بات تھی۔ اور سٹیشن ماسٹر اپنے فرض کو ادا کر رہا تھا۔ ریلوے Syndicate سنڈیکیٹ نے جس میں بہت سے سوشلسٹ بھی تھے۔ اس وزیر کو جس کے ماتحت ریلوے کا محکمہ تھا۔ کہلا بھیجا کہ اس سٹیشن ماسٹر کو موقوف کر دینا چاہیئے۔ وزیر نے یہ بات نہ مانی اب دیکھئے میلان جس کا اس معاملے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ وہاں ریلوائی ہڑتال ہو گئی۔ جو تیرہ دن تک جاری رہی۔ میلان کی آبادی ۹ لاکھ ہے۔ ہڑتال ہونے سے سب آمد و رفت بند ہو گئی۔ شہر کے اندر جو ریل گاڑی چلتی تھی وہ بھی بند۔ لوگ باگ گاڑیوں۔ موٹروں اور رکشا گاڑی میں سوار ہونے لگے۔ اور دریا میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں دوڑنے لگیں ؁

میلان جو ایک جدید وضع کا شہر تھا۔ اس میں یہ سب سیاسی ہل چل اس کے کیا معنی۔ فوجی لوگ جو سب کچھ سنبھال سکتے تھے اور فوراً سب ٹھیک ٹھاک کر دیتے وہ تو شہر والوں کے ماتحت کر دیئے گئے۔ اگر ان کو آٹا لینا ہوتا تو شہر کے حاکم کے پاس دوڑے ہوئے جانا پڑتا۔ میلان کے علاقے میں جتنے ریل کے سٹیشن تھے۔ وہاں مال کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے پڑے تھے۔ بہت سا مال تو خراب ہو رہا تھا۔ اور سڑ رہا تھا۔ کچھ گوداموں میں پڑا تھا۔ اور کچھ چوری ہو رہا تھا۔ آخر تیرہ دنوں کے بعد ۲۴ جون کی صبح کو ہڑتالیوں کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں گولی چل گئی۔ کئی مر گئے اور بہت سے زخمی ہوئے شہر کے لوگ بھی دق آ گئے تھے۔ اُنہوں نے کہہ سن کر ہڑتال بند کروائی اور ریل کے ملازم اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ مگر حکومت کچھ نہ کر سکی۔ اب

تو بالکل ہی رہ چکی تھی ؛

گیولٹی حکومت نے بڑا گڑبڑ کیا۔ اُدھر سے خزانہ خالی تھا۔ سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنے کے لئے گیولٹی نے اُن سے کہا۔ کہ جنگ کے دوران میں جو روپیہ لوگوں نے کمایا ہے۔ اُسے حکومت اُن سے چھین لے گی۔ اور ورثہ کے اوپر بھاری ٹیکس لگا دیا جائے گا۔ سوشلسٹ لوگ تو ایسا چاہتے ہی تھے مگر ورثہ پر ٹیکس لوگ بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ مرنے والے کو پورا حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی دولت اپنے وارثوں کو دے دیں۔ اس قانون کا اثر اٹلی کی اخلاق اور مجلسی زندگی پر ضرور پڑتا۔ ابھی تو سرمایہ بہت کم تھا۔ اور مجلسی بہبودی کے لئے اُس کو بڑھانا منظور تھا ؛

وزیر خارجہ اس وقت Count Sforza کونٹ فورزا تھے۔ اُنہوں نے کچھ عہدناموں پر دستخط کر دیئے دیلونا اور البانیا کے علاقے چھوڑ دیئے۔ حکومت ترکی کے ساتھ Sevres سیورس کا عہد نامہ کر لیا۔ اور فیوم والے معاملے کا بھی خاتمہ کرنا چاہا۔ اُدھر (Rapallo) کا عہد نامہ بھی ہو گیا ؛

لنڈن کے اقرار نامہ کے مطابق ڈلمیشیا کا علاقہ اٹلی کو ملنا تھا۔ اُسے بھی موڑا توڑا اور کسی مصرف کا نہ چھوڑا۔ ایک پرانے خیال کے سینٹ کے ممبر نے لنڈن کے اقرار نامہ کے متعلق کہا بھی کہ ہم لوگ خود اپنے پاؤں کلہاڑی مار رہے ہیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا۔ کہ خارجی معاملات بہت بگڑ چکے ہیں۔ اُن کا کچھ انسداد کرنا چاہیئے۔ اور بند لگانا چاہیئے۔ تب میں نے فیسٹ تحریک اور Popolod' Italia سے کام لینا شروع کر دیا۔ مگر کہاں تک اِس گندے رو کو روکا جاتا۔ لوگ کمیون اِزم کی طرف

جھک پڑے۔ لینن کے خیالات زوروں پر تھے۔ اور روس میں تو لوگ کھچے چلے آتے تھے۔ اُس کے الفاظ میں جادو بھرا تھا اور لوگ مست ہو جاتے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد جب روس میں قحط پڑ گیا۔ اور ہمارا مشن جو روس میں گیا تھا۔ اُن سے اطلاعات موصول ہوئیں کہ دور کے ڈھول سہاونے ہوتے ہیں۔ تب میرے ہموطنوں کی آنکھیں کھلیں۔ آخر کار لینن تو اٹلی والوں کے لئے صرف ایک نعرہ زنی اور جھنڈا برداری کا نشان سا ہی ہو گیا۔

اٹلی میں جنگی ہوائی جہازوں کا بننا بنانا بند ہو گیا۔ کارخانے جہاں جہاز بنا کرتے تھے وہ بھی بند کر دیئے گئے۔ خالی سواری کے لئے ہوائی جہاز آیا جایا کرتے۔ بدقسمتی سے (Verona) ورونا میں ایک حادثہ ہو گیا۔ ایک بڑا ہوائی جہاز جو وینس سے واپس آرہا تھا۔ شہر پر گرا۔ جہاز چلانے والوں کو لے کر ۱۶ آدمی مر گئے۔ مرنے والوں میں میلان کے کچھ اخبار نویس بھی تھے۔ اس حادثے کا اٹلی پر بڑا اثر ہوا۔ ملک بھر میں ماتم ہو گیا مگر حیرانی کی بات تو یہ ہے۔ کہ حکومت نے موقعہ پا کر اس صیغہ کے متعلق بات چیت کرنی بھی چھوڑ دی۔ اور سب کارخانے بند کر دیئے۔ میں اُس وقت ہوائی جہاز چلانے کا کام سیکھنا چاہتا تھا۔ جو جہاز ورونا میں گرا تھا۔ اُس کا چلانے والا میرے گھر کے پاس کا ہی رہنے والا تھا۔ اور اس کا نام (Lt. Riodolphi) لفٹیننٹ راوڈولفی تھا۔ اُس کی لاش کو دفنانے کے لئے (Forli) فورلی لے گئے۔ میں بھی وہاں اپنے سیاسی دوستوں کے پاس آرام کر رہا تھا۔ میری تو میرے گاؤں کے لوگوں نے پرواہ تک بھی نہ کی۔ بلکہ مخالفت کرتے رہے۔ میں نے اُن کو خوش کرنے کی بہتیری

کوشش کی۔ مگر کچھ نہ بنا۔ اس واقعہ کے بعد تو میرا ہوائی جہاز چلانا سیکھنا بھی بے سود تھا۔ کوئی مالی فائدہ تو ہونا نہ تھا۔ لوگوں کے دل بجھے ہوئے تھے۔ اسی خیال سے تو حکومت نے ڈی انزیو کی کارروائی کی فیوم میں کوئی قدر نہ کرتی تھی۔ اور لوگ بھی کہتے تھے کہ ایسی کوشش بے فائدہ ہے۔

مگر میں نے ہوائی جہاز چلانا سیکھنے کا خیال بالکل نہ چھوڑا۔ میں Popolo d' Italia کے ملازمین کو ساتھ لے کر ہوائی جہاز میں Mantua منتوا گیا۔ میں یہ بتلانا چاہتا تھا۔ کہ ہمارے ملک کو ہوائی جہاز ضرور رکھنے چاہئیں۔ تکلیفیں تو آئیں گی۔ مگر ہم ترقی تب ہی کریں گے۔ جب ہمارے پاس ہوائی جہاز ہونگے۔ اس لئے میں اپنی اور اپنے دوستوں کی مثال ہمیشہ اُن کے سامنے رکھتا تھا۔

عوام تو بالکل سہمے ہوئے تھے اور حکومت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ ستمبر کے شروع ہی میں لوہے کے کارخانوں پر مزدوروں نے قبضہ کر لیا۔ یہ گویا بالشوکی اصولوں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ یعنی یہ جتلانا تھا کہ کارخانوں کے اصلی مالک مزدور ہیں۔ مزدور لوگ اور جو شخص ان کو انگیخت کر رہے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم سب کام سنبھال لیں گے۔ یہ بچوں والا خیال تھا اور اُن کو دھوکا دیا جا رہا تھا۔ یعنی کارخانوں کا سب انتظام۔ اشیاء کا بنانا اور اُن کا بیچنا وغیرہ بھلا کوئی آسان کام ہے۔ کوئی نہ کوئی رہنمائی کرنے والا تو لازمی ہے۔ چاہے کوئی مانے چاہے نہ مانے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مزدوروں نے کچھ بھی نہ کیا۔ صرف تلواریں اور خنجر ہی بنا سکے۔ اکیس دن تک خالی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہے اور دل ہی دل میں اپنی بے بسی پر جلتے رہے۔

جب مزدور کارخانوں کے مالک بن بیٹھے۔ پھر کیا تھا مینیجر اور مالک

اور دیگر ملازمین علیحدہ کر دیئے گئے۔ سب قسم کے نشانات اور تجارتی مارکے وغیرہ مٹا دیئے گئے۔ اور کارخانوں کے دروازوں اور چھتوں پر سُرخ جھنڈے نصب کر دیئے گئے۔ جن پر سوویٹ نشانات یعنی درانتی اور ہتھوڑا تھے۔ ہر ایک کارخانے کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی جو سوشلسٹ اور کمیونسٹ قانون اور قاعدے کے مطابق کام کرتی تھی۔ جو لوگ اُن کے ساتھ شریک نہ ہوتے انہیں بذریعہ ٹیلیفون دھمکی دی جاتی تھی۔ کہ خبردار چنانچہ مجھے اور میرے اخبار (Popoled Italia) کو بھی دھمکی دی گئی۔ مگر ہم تو اس مخول بازی کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ کارخانوں پر قبضہ کرنے کے لئے بہت سینہ زوری بھی کی گئی (Piedmont) پیڈمانٹ کے پرانے دارالخلافہ (Turin) ٹیورن میں جہاں حکومت کا بہت زور تھا اور علاقہ بھی فوجی تھا۔ وہاں بھی سوویٹ اپنا رعب جما رہی تھی۔ (Mario sonzoni) میرو سون زینی جو پہلے قومیت پسند تھے اور پھر فیسٹ ہو گئے تھے۔ گرفتار کر لئے گئے۔ اُن کو عدالت کے سامنے لائے اور بچاروں کو گولی سے مار دیا گیا۔ اور اُن کی لاش کھائی میں ڈال دی گئی کسی رحم دل شخص نے لاش کو وہاں سے نکالا اور بھٹی میں ڈال دیا۔ مگر کارخانے تو بند پڑے تھے اور بھٹی میں آگ نہ تھی۔ ایک اور شخص آیا اور اس نے لاش کو دے پیٹا۔ اور بچارے کا قصور اتنا تھا کہ وہ فیسٹ ہو گیا تھا۔ دوسروں کا بھی یہ ہی حال ہوا۔ اور عورتیں اس قسم کے ظلم اور بے رحمی سے مستثنا نہ تھیں۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ اٹلی کے مرد و عورتیں حیوانوں سے بھی بدتر ہو گئے تھے۔

(Avanti) آونتی اخبار نے (Senzini) سون زینی کو مار دینے کے متعلق یوں لکھا۔ "قسمت کی خوبی دیکھئے۔ کہ ایک شخص قومیت پسند

ہوتا ہے۔ پھر فسیٹ بن جاتا ہے۔ اور ایک بہترین نظام کا خواہاں ہوتا ہے پھر اُسے گرفتار کر لیا جاوے۔ اور اُس کے بعد گولی کا نشانہ بنایا جاوے۔ بھلا یہ کیا انصاف ہے؟

کارخانوں پر قبضہ کرنا تو ایک بہانہ تھا۔ دراصل تو فساد کرنا منظور تھا۔ اٹلی کے بہت سے شہروں میں یہی ہوا۔ بہت لوگ Manfalcone مان فال کون میں مارے گئے۔ اور بہت سے میلان کے شہر میں اور علیٰ ہذا القیاس ہمارے ملک کے دوسرے شہروں میں بھی یہی حال تھا۔ ہمارا اعتبار تو سب جگہ مارا ہی جا چکا تھا۔ صلح ہونے کے بعد بھی تو کوئی قومی ساخت کا کام ہاتھ میں نہ لیا گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ملک بالکل گر رہا ہے۔ حکومت کاغذ کے نوٹ بنانے لگ گئی۔ سونا چاندی کہاں سے لاتے۔ اقتصادی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔ ان ایام کا خمیازہ دس برس بعد بھی اُٹھانا پڑا۔ ایسی حرکتوں نے تو تباہ ہی کر دیا۔ میں اخبار میں سلسلہ وار مضامین لکھتا رہا۔ ایک شخص Meda میڈا جو پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ اور مالی سوالوں میں ماہر تھے۔ میرے ساتھ برابر بحث مباحثہ کرتے رہے۔ مگر کوئی شخص بھی تو اُس وقت اِس معمہ کو حل نہ کر سکا۔ ہم دن بدن تباہی کی طرف جا رہے تھے اُدھر Sforza فورزا جو وزیر خارجہ تھے اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اور فیوم کی قسمت کا فیصلہ کر رہے تھے۔ آپ اس وقت رپالو Rapallo میں تھے۔

چار نومبر ہماری جنگ میں فتح پانے کی سالگرہ کا دن تھا۔ اُس دن کچھ مظاہرے ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہم پھر سے جی اُٹھے ہیں Rome روما اور میلان میں تو خوب رونق ہوئی۔ دیگر مقامات میں بھی خوشی منائی

گئی - میں بھی نہائیت خوش تھا - مگر یہ سب باتیں عارضی تھیں - اُسی دوران میں بڑے دردناک واقعات ظہور میں آئے - مثلاً بولونا (Bologna) کا وقوعہ اور (Ferrara) فراری والا واقعہ اور فیوم میں بڑے دنوں میں خون وخرابی - بلونا میں کچھ تھوڑے سے بہادر فیسٹ تھے - جن کا سردار آرپی نیٹ (Arpinate) تھا - ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہاں سوشلسٹ جن کے ساتھ کمیونسٹ بھی شامل تھے - بڑی شان وشوکت سے نہ ہی صرف بولونا کے شہر میں - بلکہ سارے گرد ونواع کے علاقے میں بالشوکی حکومت کی بنیاد رکھ رہے ہیں - ۲۱ نومبر والے دن سُرخ جھنڈے شاہی محل کے مینار دں پر لہرا رہے تھے - اور دوسری عمارتوں پر بھی سُرخ جھنڈے نصب کر دیئے گئے تھے - بولونا کے سوشلسٹوں کی طرف سے دیگر شہروں کو کبوتروں کے جھنڈ کے جھنڈ مبارکباد پہنچانے کے لئے چھوڑے گئے - شہر کا شہر سوشلسٹوں کے قبضہ میں تھا - اور سوویٹ راج وہاں قائم ہونے والا تھا - اس مطلب کے لئے جو جلسہ ہوا - اُس میں تھوڑے سے بولونا کے امن پسند شہری اور کچھ فیسٹ اور کچھ فوجی آدمی بھی تھے - اُن کو دیکھ کر سوشلسٹ آگ بگولا ہو گئے -

بولونا کے فیسٹوں نے جو (Marsala) مارسلا کے محلے میں رہا کرتے تھے - شہر میں امن وامان رکھنے کا کام اپنے ذمے لے لیا - بعد دوپہر جہاں جہاں وہ جاتے - لوگ لعنت ملامت کرتے - مگر وہ بھی اسباب پر تلے ہوئے تھے - کہ ہم تو اپنا کام ضرور کریں گے - چنانچہ اُنہوں نے عورتوں اور بچوں سے کہہ دیا - کہ گھر سے باہر نہ نکلنا - اور دروازے بند کر لینے - بولونا میں فساد ہونے کا بڑا ڈر تھا - یہ دیکھ کر سوشلسٹ اور بھی چمکے - اُنہوں نے خیال کیا کہ کام تو بگڑ جائے گا - اور علاوہ بریں اُن کے لیڈر کچھ ڈر بھی گئے تھے -

میں یہ کہنے سے رُک نہیں سکتا۔ کہ اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی ہمیشہ ہی خوفزدہ اور بزدل رہی ہے۔

اس وقت کل تیس ایک فیسٹ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں انڈیپنڈنسا (Independenza) محلہ سے نکل کر ایک کھلے میدان کی طرف جہاں سوشلسٹ ہی سوشلسٹ تھے جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ڈر کر شہر کے ہال سے ہوتے ہوئے اُس میدان میں آ پہنچے۔ سوشلسٹ سمجھے یہ تو سب کے سب فیسٹ ہیں۔ اور شاید ہم پر حملہ کر رہے ہیں۔ سوشلسٹوں کے پاس ہاتھ سے پھینکنے والے بمب تھے۔ ہجوم پر وہ بمب دے مارے۔ بڑی کھلبلی مچ گئی اور لوگ ادھر اُدھر بھاگے۔ بہتیروں نے اپنے ٹکٹ پھاڑ دیئے۔ تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ سوشلسٹ ہیں۔ جب محل کے نزدیک میدان میں یہ واقعات ہو رہے تھے شہر کے کونسل ہال میں ایک اور حادثہ ہو گیا۔ سوشلسٹ ممبر جو ہال میں تھے وہ سمجھے کہ فسٹ آن پہنچے۔ وہ سب دروازے پر جمع ہو گئے۔ اِتنے میں گولی چل گئی۔ کچھ تو باہر کی طرف بھاگے۔ تاکہ سوشلسٹوں سے جا ملیں اور کچھ اندر کی طرف دوڑے۔ گولی سے بچنے کے لئے بہت لوگ زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ کونسل کے ممبر اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ مگر اُنہیں گولی لگنے کا بڑا ہی اندیشہ تھا۔ چنانچہ ایک شخص Oviglio اووگلیو تو بال بال بچ گیا مگر Lt. Giordani لفٹینٹ گیوردانی جن کو سوشلسٹ بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے گولی کا نشانہ ہو گیا۔ مُفسد لوگ تو برابر بمب پھینک رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پاگل ہو گئے ہیں۔ بھلا عوام پر بمب پھینکنے سے کیا حاصل تھا۔ وہ تو بھاگتے ہوئے سوشلسٹوں پر ہی پڑے تھے۔ اور خیال یہ تھا کہ فیسٹ بھونے جا رہے ہیں۔ غرضیکہ غضب کی

خونریزی ہوئی ؛

(Ferrara) فرارہ میں بھی اِس قسم کے واقعات ہوئے سوشلسٹ ایک مظاہرہ کر رہے تھے۔ اور اسٹنسی کے پرانے قلعہ میں تھے۔ کچھ فیسٹ بھی اُسی جلسے میں جارہے تھے۔ اِتنے میں ایک بمب پھٹا۔ تین تو مر گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ یہ (Ferrara) وہ جگہ ہے۔ جو بالکل سوشلسٹوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہی طرزِ حکومت وہاں پر جاری تھا۔ یہاں تک کے وہاں کے گورنر کو زیر حراست کرنے والے تھے۔ وہاں کی وہی حالت تھی۔ جو (Bologna) کی تھی۔ ایسے حالات دیکھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ انقلاب آنے والا ہے۔ مگر کیسا انقلاب وہ معلوم نہ تھا ؛

میں نے میلان میں ذمہ وار فیسٹوں کو بلا بھیجا۔ وہ دریائے -.Po پو کی وادی سے شمالی اٹلی اور ہر شہر اور گاؤں سے بھاگے آئے۔ تعداد تو بہت نہ تھی۔ مگر ایسے لوگ تھے جو بالکل نڈر تھے۔ میں نے اُنہیں سمجھایا۔ کہ اخباروں کے ذریعے یا ذاتی بہادری دکھا کر ہمیں زیادہ کامیابی نہ ہوگی۔ مجھے بھی تب ہی یہ بات سوجھی کہ دشمن کے ساتھ لڑنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔ مجھے کچھ ایسا محسوس ہوُا۔ کہ اٹلی صرف ایک طریقے سے بچ سکتی ہے اور اگرچہ وہ طریقہ نامکمل ہے۔ مگر ضروری بھی ہے۔ اور وہ جنگ ہے۔ ہماری جمہوری حکومت اب مر چکی تھی۔ اُس کا وقت پورا ہو چکا تھا اور ہمارے لئے تباہی اور بربادی ورثہ کے طور پر چھوڑ گئی تھی ؛

پانچواں باب

فیسٹ باغیچہ

بعض حالتوں میں تشدد کا بڑا اخلاقی اثر ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں لیڈر نہ تھے۔ جو تھے بھی اُن میں جان نہ تھی۔ آزاد پارٹی نے سب کچھ سوشلسٹ پارٹی کے حوالے کر رکھا تھا۔ موجودہ معنوں میں قومیت یا اتحاد نہ تھا۔ مزدور اور کسان بالکل جاہل اور اُجڈ تھے۔ اُن کو کوئی بات سمجھانا بجھانا مشکل تھا اُنہیں تو صرف ایک بات معلوم تھی۔ یعنی وقت پر بہادرانہ تشدد کرنا۔ اُن کے لئے تو صرف ایک راستہ کھُلا تھا۔ اور وہ تشدد کا جواب تشدد سے دینا۔ ہمارے ساتھ اِس قسم کے لوگ بھی تھے۔ جو جنگ کی حقیقت کو جانتے تھے۔ ایسے لوگ تو لڑنے والے گروہ میں شامل ہوئے تھے۔ کچھ یونیورسٹیوں کے طلبا بھی جو ذرا دل چلے اور بہادر تھے۔ پڑھنا چھوڑ کر ہم میں آملے تھے۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا۔ کہ ہم اس نئے جنگ میں فتحمند ہونگے۔ اور بزدلی اور غداری کا زمانہ گزر چکا تھا۔ ہمیں تشدد اور قربانی سے کام لینا ہوگا۔ اور خون بھی بہانا ہوگا۔ اور ہمیں عوام کی خواہش کے مطابق ایک نظام اور

امنیت قائم کرنی تھی - یہ کام صرف اخباری مضمون نویسی سے یا تقریروں سے نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی پارلیمنٹ میں بحث مباحثے کچھ کام دے سکتے تھے ۔

ہم نے آخر اپنی قوم کو بچانے اور اٹھانے کا کام شروع کر ہی دیا۔ قوم مردہ تو تھی ہی ۔ مگر اٹلی نئی بھی پیدا ہو رہی تھی ۱۹۲۱ء کے آخیر میں فیوم والا کھیل بھی ختم ہوا - اٹلی سے علیحدہ کر دیا گیا۔ مگر مقابلہ جاری رہا۔ ڈی انزیو نے اعلان کر دیا - کہ کچھ بھی ہو وہ فیوم کی خلاصی نہ کرے گا۔ کیونکہ اٹلی والوں نے وہاں قومیت کو زندہ رکھنے کے لئے اس قدر ایثار اور قربانی دکھلائی - میں نے بھی یہ سب کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور جب یہ لڑائی شروع ہوئی تھی - میں D'Anunnzio ڈی انزیو کے ساتھ ہی تھا - سال بھر سے برابر اس سے برادرانہ خط و کتابت جاری تھی - ان خطوں میں فیوم کی جانفشانی کی خوشبو آیا کرتی تھی - جب سے وہ شہر دشمنوں کے ہاتھ میں گیا تھا - تب سے شاعر ڈی انزیو مجھ سے کہہ رہا تھا - کہ اسے واپس لینا چاہیئے - اور وہ لڑنا چاہتا تھا - اس نے جو خط مجھے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۹ء کو لکھا وہ میرے اخبار کے لیئے اس کا پیغام تھا - اور وہ یہ تھا :-

میرے پیارے مسولینی !

دو سطریں جلدی میں لکھتا ہوں - میں گھنٹوں کام میں مشغول رہا ہوں - میرے ہاتھ اور میری آنکھیں تھک گئی ہیں - میں اپنے لڑکے گبریل گینو کے ہاتھ جو میرا بہادر ساتھی ہے - ایک کاغذ روانہ کر رہا ہوں - اس میں جو غلطیاں ہوں وہ درست کر لینا - آپ کی بڑی مہربانی

ہو گی۔ یہ تو ابھی میری جدوجہد کا شروع ہی ہے۔ میں تو اِسے اپنی مرضی کے مطابق آخیر تک ختم کر کے لڑونگا۔ اگر کہیں یہ کاغذ سنسر والوں کے ہاتھ پڑ گیا تو یہ خط جگہ خالی چھوڑ کر جہاں جہاں حروف رہ گئے ہوں۔ چھاپ دینا۔ پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ میں آپ کو پھر خط لکھونگا۔ میں خود آؤنگا۔ میں آپ کی وفاداری کی تعریف کرتا ہوں۔ آپ خوب ہمت سے کام لے رہے ہیں۔ مجھے اپنا ہاتھ دیجئے ؛

آپکا

گبرئیل ڈی انزیو

جولائی سے لے کر دسمبر تک فیوم والا معاملہ زیادہ پیچیدہ ہوتا گیا۔ گیولٹی جو اس وقت وزیرِ اعظم تھے جب اُنہوں نے دیکھا کہ ڈی انزیو اڑا ہوا ہے تو وزیر خارجہ (Sforza) کونٹ فورزا نے مقام (Rapallo) ریپالو پر جو عہد و پیمان کئے تھے اُن کو بحال رکھنے کے لئے شہر کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا۔ محاصرہ کامیاب ہوتا یا نہ ہوتا۔ اس واسطے حکومت نے چڑھائی کر دی۔ کرسمس کے دن تھے۔ اور دو دن تک متواتر اخبار شائع نہ ہونے تھے۔ اٹلی کا علاقہ تھا اور اٹلی کے سپاہی ایک طرف تھے۔ اور دوسری طرف بھی ڈی انزیو کے بہادر سپاہی اٹلی ہی کے تھے۔ دونو طرف بھائی بھائی آپس میں لڑ رہے تھے۔ سارا ملک غصے کے مارے جلا جاتا تھا۔ اب پچھتا والگا اور صلح کی سوجھی سوچنے لگے۔ شرطیں کیا ہوں۔ آخر ڈی آنزیو سب اختیارات ایک کمیٹی کو دے کر چل دیئے۔ سولہ مہینوں تک وہ بڑی جانفشانی سے جمے رہے تھے۔ اب شہر کو شہریوں کے سپرد کر کے چلے گئے۔ اب جو ہو سو ہو۔ میں نے اُس وقت ایک پیغام لکھا۔ جو لوگوں کے دل کو لگا اور نہایت ہی پسندیدہ تھا۔

لفاظی کی تہ پر کھیل تو اچھا ہی نکلا۔ معاملہ تو خوفناک تھا۔ مگر بات پوری ہوئی ۔ ایک طرف حکومت کی سرد مہری اور ضد اور دوسری طرف ایک خیال کے لئے ایثار اور قربانی ۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے ۔ مگر ہم اس طرف ہوتے جس طرف ایثار اور قربانی کرنی تھی ؛

کچھ دنوں بعد ۴ جنوری ۱۹۲۱ء (Ronchi) رونچی کی فوج کے بہادر جو جنگ میں مارے گئے تھے اُن کی یادگار منائی جا رہی تھی۔ میں نے ایک پُر زور مضمون اپنے اخبار میں شائع کیا۔ جس کے آخر کے الفاظ یہ تھے ؛

جنگِ عظیم میں اُنہوں نے سب سے آخر جان دی ۔ اُن کی قربانی بے فائدہ نہ تھی ۔ وہ بہادر اٹلی کے تین رنگ کے جھنڈے تلے اور اٹلی کی سرزمین میں مدفون ہیں ۔ اُن کی قبریں متبرک ہیں ۔ قبروں میں آپس کے جھگڑے مٹ جایا کرتے ہیں۔ (Carnaro) کارنارو کے میدان میں جو بہادر سپاہی کام آئے وہ اس بات کے شاہد ہیں ۔ کہ اٹلی اور فیوم ایک ہی ہیں ۔ دونوں کے جسم اور جان ایک ہیں ۔ مدبرین کی سیاہی بھلا کبھی خون سے لکھے ہوئے رشتہ کو مٹا سکتی ہے ۔ رونچی کی فوج کا بول بالا اور اُن کے لیڈر کو مبارکباد ہو۔ اور اُن کو بھی جو جنگ میں کام آئے ۔ اور اُن کو بھی جو بچ کر زندہ واپس آئے وہ اب ہمارے برفانی پہاڑوں (Nevoso) نووسو کے محافظ ہو گئے ؛

تشدد کی ضرورت پہلے سے ہی پایہ ثبوت تک پہنچ چکی تھی ۔ سب اُس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے ۔ اب اس پر کاربند ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ یہ بات اب صاف ظاہر ہو گئی ۔ چنانچہ جو فوجی نظام میرے دماغ کے اندر تھا وہ واقعہ میں ظہور پذیر ہوا۔ میں نے جو حدود اور قاعدے

سوچ رکھے تھے۔ اُن کے مطابق سب کارروائی شروع ہونے لگی۔ ہمارا تشدد بڑا زوردار تھا۔ جس طرح گیری بالڈی کی فوجیں وفادار اور بہادر تھیں۔ ویسی ہی ہماری نوجیں بھی تھیں۔ اٹلی کے (عـ۱) (فوج کا نام ہے) کی مرکزی کمیٹی ہمارے ساتھ شامل تھی۔ اور صوبوں اور شہروں میں سب جگہ فوجیں میرے ہاتھ کے نیچے کام کرتی تھیں۔ یونیورسٹیوں سے بہادر طلبا بھی ہم میں آن ملے۔ ہر مدرسے کے طلبا اپنی کتابیں چھوڑ چھاڑ کر ہماری سیاسی تحریک میں شامل ہو گئے۔ طلبا، بڑے جوش میں تھے اور خوشی سے آرام کی زندگی چھوڑ کر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہے تھے۔ کیوں نہ ہوتا۔ اُنہوں نے ملک کے غداروں کو سبق سکھانا تھا۔ چونکہ یہ طلبا بہادری سے لڑے تھے۔ جب میں حکمران ہوا۔ تو انہیں میری طرف سے اعزازی ڈگریاں عطا کی گئیں۔ اُنہوں نے قوم کے بچانے کی خاطر جانیں دی تھیں ان نوجوانوں میں ایسے نوجوان بھی تھے۔ جنہوں نے باقاعدہ اور بہادرانہ طریق سے کمیونسٹوں کے مکڑی کے جال کو بھی توڑا۔ جو اُن لوگوں نے ہمارے ملک کے جاہل لوگوں کے پھنسانے کے لئے تن رکھا تھا۔ اور جن کی وجہ سے ہماری قومی زندگی تباہ ہو رہی تھی۔ جہاں کہیں کوئی دنگہ فساد یا لڑائی جھگڑا یا کوئی خرابی ہو جاتی ہمارے فسٹ جا موجود ہوتے۔ اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا۔ ہمارے سپاہی سیاہ قمیض پہنے ہوئے تھے یہ اُن کے سخت جان ہونے کی نشانی تھی اور اُن کی وردی بھی تھی۔

آزادی پسند جمہوری حکومت نے ہماری تحریک کے راستے میں روڑے اٹکانے شروع کیے۔ حکومت شاہی فوج پر بڑی نازاں تھی۔ اور فوج تو قومیت کی ضد پیدا ہی کرتی ہے۔ ہم میں دلیری اور ہمت

عـ۱ Bundle of fight

اور لیاقت کی کچھ کمی نہ تھی ۔ اور ہم تو لڑنے مرنے کے لئے طیار ہی تھے۔ حکومت ہمیں قید میں ڈالتی اور ہمیں یہ ہی انتظار رہتا کہ عدالت کچھ حکم دے گی۔ سپاہی مجھ پر فدا تھے۔ اور میرے کہنے پر چلتے تھے۔ نوجوان لڑکے یہ سمجھتے تھے کہ اُن پر جو ظلم ہوئے اُن کا بدلہ لونگا۔ میرے سپاہی مرتے وقت کہتے تھے کہ ہمیں سیاہ قمیض کا کفن پہنانا۔ جب وہ مرتے۔ تو اُن کی زبان پر ملک کا اور میرا نام ہوتا تھا۔ اور میں اس سے بڑا ہی متاثر ہوتا تھا۔ ایسے خوبصورت اور نوجوان بہادروں نے میرے دل سے ہر قسم کا خوف نکال دیا۔

اب میرے سامنے سوشلسٹوں اور آزادی پسند اور دیگر غیر ذمہ دار پارٹیوں کی کیا حقیقت تھی۔ قوم کی قوم بیدار ہو چکی تھی۔ اور جنگ کا راگ الاپا جا رہا تھا۔ گویا لڑائی کی طیاریاں ہو رہی تھیں۔ کمیونسٹ اور فری میشن Freemason جو سیاسی سازشوں میں حصّہ لے رہے تھے اب خوف کے مارے مرے جاتے تھے۔ اُنہوں نے ہر طرح ہماری تحریک کی مخالفت کی۔ کئی طرح کے جال پھیلائے اور گڑھے کھودے۔ بازاروں اور کھیتوں میں روز خون خرابہ ہو جاتا۔ اتوار ہو یا کوئی تعطیل ہو یا کوئی جلسہ ہو۔ ضرور فیسسٹ لوگ قابو آ جاتے۔ اور مارے جاتے۔ ہم تو اپنی طرف سے پہل نہ کیا کرتے تھے۔ اور نہ ہی ہم پہلے حملہ کرتے۔ میں نے افسروں سے اور سپاہیوں سے بھی کہہ رکھا تھا کہ خبردار زیادتی مت کرنا۔ وہ میرا کہا۔ تو مانتے مگر دل ہی دل میں جھنجلاتے تھے۔ بدلہ نہ لیتے تھے۔ مگر میرا حکم پوری طرح مانتے تھے۔ اگر میں حکم دیتا کہ جان توڑ کر لڑو۔ تو وہ ضرور لڑتے۔ لڑکے تو دشمن سے خواہ مخواہ اُلجھ جاتے۔ وہ تو مجھے ایسا سمجھتے۔ جیسا میں

کوئی اولیا ہوں۔ جس کا حکم اٹل ہے ؁

میرے سپاہی اِس قدر وفادار اور جان نثار تھے۔ کہ ان کی یہ صفات مجھے بھی اونچا کرتی تھیں۔ مجھے اپنی ذمہ داری کا خیال آجاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک نوجوان جس کی عمر بیس سال کی ہوگی۔ اُسے کسی Communist نے خنجر مارا اور وہ زخمی ہوگیا۔ دو دن تک بیمار رہا۔ اور سخت تکلیف میں تھا۔ اور جب مرنے کے قریب ہوا۔ تو میری تصویر (فوٹو) اُس کے سامنے تھی۔ اُس نے خوشی سے جان دی۔ اور کہنے لگا کہ میں فخر سے کہتا ہوں۔ کہ میں نے آپ سے مرنا سیکھا ہے ؁

مجھے سیاسی لڑائیاں اچھی نہ لگتی تھیں۔ میری طبیعت کا میلان ہمیشہ بہادری کی لڑائیوں کی طرف رہا ہے۔ خانگی جنگ اچھے تو نہیں ہوتے۔ مگر جب سیاسیات کی یہ حالت ہو کہ یا تو تیر ہی چلے یا کمان ہی ٹوٹے۔ اُسوقت کیا کیا جائے۔ جہاں پچاس سال پارلیمنٹ کے اندر سیاسی لڑائیاں ہوتی رہیں اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ سازشیں جاری رہیں۔ اور خود غرضی اور خود پسندی کا بازار گرم ہی رہا۔ وہاں چند مہینوں کی لڑائی سے اگرچہ فیصلہ ہوجائے تو بہت بہتر ہے۔ حکومتیں تو ایک مربہ کا مرتبان ہیں۔ مکھیاں وہاں پر جمع ہی رہتی ہیں ؁

۱۹۲۱ء میں میں نے کوشش کی کہ حکومت کے سایہ تلے دشمنوں کے ساتھ کچھ سمجھوتا ہوجائے تو بڑا اچھا ہو۔ بھلا سوشلسٹ اور لبرل کہاں مانتے تھے۔ میں تو اپنی طرف سے فراخ دلی سے کام لیتا تھا۔ اور وہ بھی اپنی ذاتی ذمہ واری پر۔ مگر وہ سمجھے کہ میرا کوئی اور مطلب ہے۔ اور ان کو غلط فہمی سی ہوگئی۔ سوشلسٹ تو مان گئے۔ مگر کمیونسٹوں نے سمجھوتے پر

دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ برابر لڑتے رہے۔ اور سوشلسٹ اُن کی اندر ہی اندر مدد کرتے رہے۔ صلح کی کوشش بالکل بے سود ثابت ہوئی۔ سوشلسٹوں نے اٹلی کا کام بگاڑ رکھا تھا۔ اُن میں سے بہت دشمنی پر اڑے ہوئے تھے اس لئے تھوڑی دیر تک لڑائی بند رہ کر پھر شروع ہو گئی۔ جب تک پورا فیصلہ نہ ہو گیا۔ لڑائی ہوتی رہی۔ یہ ہماری سنہ ۱۹۲۱ء والی بڑی سیاسی لڑائی کا آغاز تھا ۔

اس سال کی خوفناک لڑائیوں کا کیا ذکر کروں۔ وہ اب گزر چکی ہیں۔ مگر کوئی گھر خالی نہ ہوگا۔ جہاں پس ماندگان مرحوموں کی یاد میں دیئے نہ جلائے جاتے ہوں۔ اور جو لڑائی میں کام آئے ہوں۔ اُن کو بیٹھ کر یاد نہ کرتے ہوں۔ ہماری فیسسٹ فوجیں ہر طرح کی تھیں۔ ان میں ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ بہت سے تو تب ہی مر گئے تھے۔ جب فتح کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر خدا جو منصف ہے۔ جو لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اُن کو بہشت نصیب کرے۔ اور جو بچ کر آ گئے۔ اُن کو بھی اجر دے۔ کیونکہ انہوں نے وفاداری اور جان نثاری دکھلائی ۔

سنہ ۱۹۲۱ء کے شروع کے مہینوں میں Po دریائے پو کی وادی میں تو بڑی ہی خونریزی ہوئی۔ سوشلسٹ تو اتنے بے حیا ہو گئے تھے۔ کہ فیسسٹ جنازے پر بھی گولی چلا دیتے تھے۔ ایسا واقعہ Rome روما میں ہوا۔ اُس زمانے میں ایک مقام Laghorn لگ ہارن پر سوشلسٹ پارٹی کی کانگرس ہو رہی تھی۔ اُن میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔
کمیونسٹ پارٹی علیحدہ ہو گئی۔ انہوں نے تو اٹلی کی سیاسی زندگی کو بہت گندہ کر دیا تھا۔ مجھے تو معلوم ہی تھا۔ مگر اور سب بھی جانتے تھے۔ کہ

انہیں Moscow ماسکو سے ہر طرح کی مدد امداد اور سہارا مل رہا تھا اور وہ سب ملکوں میں چھا رہے تھے ؛

Trieste ٹرلیسٹ وہ شہر ہے جسے اٹلی کے لوگ بہت عزیز جانتے ہیں ۔ وہاں کے لوگ بڑے ہی وفادار اور جوشیلے ہیں ۔ وہاں پر فیسٹوں کا ایک بڑا جلسہ ہو رہا تھا ۔ اُن کا سرگروہ ایک شخص مسمی Giunta گینتا تھا ۔ جو اٹلی کی پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا ۔ اور شروع سے ہی بڑا بہادر اور سرگرم فیسسٹ تھا ۔ اُسے خوب معلوم تھا ۔ کہ جو لوگ شہر میں خرابی ڈال رہے ہیں اُن کا کیا علاج ہے ۔ یہ جلسہ Rosetti Theatre روزیٹی تھیٹر میں ہو رہا تھا ۔ میں نے بھی وہاں تقریر کی ۔ میں نے فیسٹ تحریک کے اساسی اصول بیان کئے ۔ اور یہ نہ ہی صرف فیسسٹوں کے واسطے تھے ۔ بلکہ اُن لوگوں کے لئے بھی مفید تھے ۔ جو اپنے ملک کی بہتری اور ترقی کے خواہاں تھے ۔ میں نے اس ضمن میں اٹلی کی خارجہ سیاسی پالیسی کے متعلق بھی کچھ کہا ۔ کیونکہ وہ مسئلہ بھی حل طلب تھا ۔ اور میں نے یہ مطالبہ کیا ۔ کہ Ropallo رپالو کا عہد نامہ جس سے وزیر خارجہ اور Giolitti گیولیٹی نے قیوم دشمنوں کو دے دیا تھا ۔ فسخ ہونا چاہئے ۔ اِس عہد نامے کے خراب نتیجوں سے بھی میں نے لوگوں کو مطلع کر دیا ۔ اگرچہ میں نے یہ بھی کہا ۔ کہ معاملہ لاعلاج ہو چکا ہے ۔ کیونکہ قصور تو صرف عہد نامے پر دستخط کرنے والوں کا نہ تھا ۔ بلکہ قصور تو ہماری پارلیمنٹ کا تھا ۔ اور ہمارے ملک کے اخباروں کا تھا ۔ چنانچہ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے کچھ کتابیں بھی شائع کیں ۔ جن کا ترجمہ Zagabirla زگابریا میں ہُوا ۔ اور مصنف نے اپنے خیال کے مطابق یہ بات ثابت کی کہ Dalmatia

دلمیشیا اٹلی کا حصہ نہ تھا۔ یہ وجہ تھی کہ فیوم اٹلی سے جُدا کر دیا گیا۔ اور یہ ہماری جہالت اور بے سمجھی اور غداری کا نتیجہ تھا۔ ہم اب دکھلائیں گے کہ یہ سراسر غلطی تھی۔ اور ہم دلمیشیا کو جو اٹلی کا ایک حصہ ہے۔ پھر اپنے اندر ملائیں گے۔ ہمیں وُہ بہت عزیز ہے ؏

عہد نامے پر تو دستخط ہو ہی چکے تھے۔ اب تو اس کے توڑنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ یا تو خارجی جنگ ہو یا ملک کے اندر فساد ہو۔ یہ دو نو باتیں فضول تھیں۔ پانچ برس کی خونریز لڑائی کے بعد تو ایک عہد نامہ ہوا ہو۔ اب اس کو توڑے کون۔ کہیں کبھی ایسے معجزے بھی ہوا کرتے ہیں۔ بھلا یہ کب ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ایک عہد نامہ چاہے وہ بُرا تھا یا اچھا۔ جس کو نوے فی صدی اٹلی کے لوگ قبول کر چکے ہوں۔ اس کے برخلاف انقلاب پیدا کر دیا جاوے۔ اگر جنگ میں شمولیت کا سوال ہوتا تو بات دیگر تھی۔ شاید انقلاب ہو بھی جاتا ؏

ایسا صریح اور صاف بیان دے کر اور اٹلی اور فیوم کے پُر درد قصہ کو بیان کرنے کے بعد اور یہ بھی بتلا دینے کے بعد کہ انقلاب پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اور اگر کیا بھی جاوے تو بھی قبل از وقت ہوگا۔ اور ناکامیاب ہوگا میں نے لوگوں کی توجہ اپنے پروگرام کی طرف دلائی۔ یعنی ۱۹۲۱ء میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ میں نے دوران تقریر میں کہا کہ :-

جو کچھ اوپر بیان ہوا۔ اُس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ہمیں مفصلہ ذیل مطالبے کرنے ضروری ہیں :-

—— اول یہ کہ صلح کے لئے جو عہد نامے ہوئے ہیں۔ اُن پر نظر ثانی کی جاوے۔ اور جو شرائط ناقابل عمل ہیں۔ یا جن پر عمل کرنے سے جھگڑا پڑ سکتا

ہے اُن میں مناسب ردوبدل کیا جاوے ؛

—— دوسرے یہ کہ اقتصادی طور پر فیوم کا اٹلی کے ساتھ کیا تعلق ہوگا اور جو اٹلی کے باشندے دلمیشیا کے علاقے میں آباد ہیں۔ اُن کا نگران حال کون ہوگا ؛

—— تیسرے یہ کہ اٹلی یورپ کے دیگر ممالک سے جہاں سرمایہ دار حکمران ہیں علیحدگی اختیار کرکے اپنے خانگی ذرائع پیداوار کو فروغ دے ؛

—— چوتھے یہ کہ اٹلی۔ آسٹریا۔ جرمنی۔ بلگیریا۔ ترکی اور ہنگری کے ساتھ پھر سے تعلقات پیدا کرے۔ مگر وہ خود مختارانہ اور باعزت تعلقات ہوں۔ اور ہماری شمالی اور جنوبی حدود واضح اور مقرر کی جائیں ؛

—— پانچویں یہ کہ مشرقی ممالک سے جو ایشیا میں واقع ہیں۔ اور جن میں روس بھی شامل ہے۔ ہمارے تعلقات دوستانہ ہونے لازمی ہیں ؛

—— چھٹے یہ کہ غیر ممالک میں جو ہمارے سفیر اور ایلچی مقرر ہوں۔ اُن میں ہمارے کالجوں سے تعلیم پاکر نکلے ہوئے طلبا بھی بھرتی ہونے چاہئیں ؛

—— ساتویں یہ کہ خارجہ پالیسی میں ہماری قوم کے حقوق اور ضروریات کا خیال رکھا جاوے ؛

—— آٹھویں یہ کہ بحر میڈی ٹرینین - Mediterranean میں اور Atlantic اطلانتک کے پار بھی ہمارے مقبوضات ہونے چاہئیں جہاں ریلیں بناکر اٹلی کے تمدن کو وہاں جاری کیا جائے۔ تاکہ ہم اپنی اقتصادیات کو فروغ دے سکیں ؛

اخیر میں میں نے کہا۔ کہ مجھے تو یقین واثق ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ کہ روما پھر سارے مغربی یورپ کو تہذیب

سکھلانے لگا ہے۔ یہیں آنے والی نسلوں کے دلوں میں حب الوطنی کی آگ روشن کرنی چاہیئے۔ اور دنیا کی قوموں میں ہماری قوم ایک شاندار قوم بننی چاہیئے ؛

۱۹۲۱ء میں Dante ڈانٹے کی ششابدی منائی جاتی تھی۔ مجھے اس وقت Aligluerie انی غیری کے لفظ یاد آ رہے تھے۔ وہ کہتا تھا۔ "کل کو اٹلی آزاد اور دولتمند ہو جائے گا۔ سمندر میں اُس کے جہاز چلتے ہونگے اور آسمان پر ہوائی جہاز اُڑتے ہوں گے۔ اور زمین پر اُس کے ہل چلتے ہوں گے ؛

Lombardy لمبارڈی میں جو فیسٹوں کا جلسہ ہوا۔ میں نے اُنہیں وہ منزلیں بتلا دیں۔ جنکو اُنہوں نے طے کرنا ہوگا۔ ایک تقریر جو میں نے میلان میں کی۔ میں نے اپنے دوستوں کو صاف کہہ دیا۔ کہ اگرچہ دقتیں تو بہت پیش آنے والی ہیں۔ مگر ایسے لوگ طیار ضرور ہو رہے ہیں۔ جو کل کو اٹلی میں حکمران ضرور ہوں گے۔ اس طرح سے بلاشبہ بیج بو یا جا رہا تھا۔ اور قانونی طریقے سے یا تشدد سے عنان حکومت ہمارے ہاتھوں میں چلی آ رہی تھی۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ اگرچہ آپس میں جھگڑتے رہتے تھے۔ مگر فیسٹوں کے برخلاف دونوں مل جایا کرتے تھے۔ بلکہ کمیونسٹوں کا تو کوئی دھرم ایمان ہی نہ تھا۔ ہر روز قانون کو توڑتے اور اپنی حماقت کی وجہ سے دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکتے تھے ؛

Florance فلارنس میں جب ایک فوجی پریڈ ہو رہی تھی کمیونسٹوں نے فساد شروع کر دیا۔ بم پھینکے اور اکیلے دکیلے فیسٹوں پر وار بھی کیا۔ اور ایسا اتفاق بھی ہوا۔ کہ ایک نوجوان فیسٹ کو جس کا نام Berta برتا تھا۔ بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ بچارا قسمت کا مارا دریائے Arno آرنو

کے پُل پر ان لوگوں کے قابو چڑھ گیا۔ پہلے تو اُس کو خوب مارا۔ پھر اُٹھا کے پُل پر سے دریا میں پھینک دیا۔ جب جان بچانے کے لئے اُس غریب نے پُل کے جنگلے کو زخمی ہاتھوں سے تھامے رکھا۔ تو کمیونسٹ اُس پر لپکے۔ اور اس کی اُنگلیوں پر چوٹیں لگائیں۔ اور وہ دھم سے دریا میں گرا۔ اور اُس کی لاش بھنور میں بہہ گئی۔ یہ ناقابلِ یقین بے رحمی کا واقعہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ کمیونسٹ کس بلا کے لوگ تھے۔ انہوں نے اس پر ہی اکتفا نہ کی۔ کچھ دیر بعد Empoli امپولی کی واردات ہوئی۔ جہاں کمیونسٹوں نے بارود کی سرنگ لگا دی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور اُن کی لاشوں کی وہ بے حرمتی کی۔ کہ جنگل کی وحشی قومیں بھی نہ کرتی ہونگی ۔

یہ واقعات کسی خاص صوبے میں نہ ہو رہے تھے۔ بلکہ سب جگہ یہ ہی حال تھا۔ چنانچہ Casall Monferrato کاسال مان فریٹو میں بھی ایسا ہی ہوا۔ وہاں Sardinia سارڈینیا کے رہنے والے دو ڈھوپچی مارے گئے۔ اور ایک بہادر سپاہی مسمی میر باڈی وشی بھی زخمی ہوا میلان میں بھی اکیلے دکیلے فلسٹ کو مار دیا کرتے۔ ہمارا ایک بڑا عزیز دوست Aldo Sette الڈو سٹ جو بالکل جوان تھا۔ بڑی بے رحمی سے مارا گیا ۔

میلان میں ۲۳ مارچ کو ایک بڑا ہی دردناک واقعہ ہوا جس کے نتائج بھی خطرناک ثابت ہوئے۔ شہر کے Diaan Theatre ڈائینا تھیٹر میں ایک بم پھٹا۔ کمیونسٹوں کی شرارت تھی۔ تھیٹر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ بیس آدمی تو فوراً ہی مر گئے۔ اور پچاس زخمی ہوئے۔ میلان میں تو ماتم پڑ گیا۔ لوگ غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ اور بدلہ لینے کے لئے طیار تھے۔ لوگوں

میں جوش بھر رہا تھا۔ فیسٹوں نے آوانتی اخبار کے دفتر پر دوسری دفعہ
ہلہ بول دیا اور آگ لگا دی۔ اور لوگوں نے مزدوروں کے دفتر پر حملہ
کرنے کی کوشش کی۔ مگر بہت سی فوج آگئی۔ اور فلیسٹوں کو روک دیا گیا۔
پھر کیا تھا جہاں جہاں کمیونسٹ اور سوشلسٹ تھے۔ وہاں وہاں فلیسٹ پہنچے
وہ نابکار آگے سے بھاگ نکلے۔ حکومت بالکل بے بس تھی۔ ایسے فسادات
کو کس طرح روکتی۔ ۲۶ مارچ کو میں نے سب فلیسٹ فوجیں لمبارڈی روانہ کر
دیں۔ وہ فوج کے دستے قدم سے قدم ملاتے ہوئے میلان کے بازاروں
سے گزرے۔ ایسا نظارہ تھا کہ انسان بھول نہیں سکتا۔ آخر میں کام کو لے
ہی نکلا۔ جو ملک میں امن و امان چاہتے تھے۔ وہ میرے ساتھ ہو لئے۔ جو
فیسٹ مارے گئے تھے اور جو لوگ خفیہ بیرمیں بمب کا شکار ہوئے تھے۔ آخر
اُن کی شہادت ضائع تو نہ جاسکتی تھی۔ اب تو اٹلی کے نام پر سب لوگ
متحد ہونے لگے اور خاص کر اٹلی کے نوجوان جنہوں نے لڑائی جیتی تھی۔ اب
اپنی جانفشانی اور محنت کا پھل چکھنے لگے۔ آخر اُن کی محنت اور ایثار بارور تو
ہونی ہی تھی ۔

جو لوگ بمب کے پھٹنے سے مارے گئے۔ اُن کے حق میں بڑا شاندار
مظاہرہ ہوا۔ اس دن سے سمجھو ملکی بربادی کرنے والوں کا زوال شروع ہو گیا۔
کمیونسٹ اور سوشلسٹ چوہوں کی طرح اپنی بلوں میں گھس گئے۔ اور جہاں سر
چھپانے کی جگہ ملی۔ وہاں چلے گئے۔ اُن دنوں مجھے بہت محنت کرنی پڑی۔
میں Popolod' Italia کو بھی چلاتا تھا۔ اور اُس میں ہر روز صبح ہی اپنا
پروگرام دے دیا کرتا تھا ۔ یہ پروگرام نہ صرف میلان میں بلکہ اٹلی کے
ہر شہر میں پہنچ جاتا تھا۔ اب تو میں فلیسٹ پارٹی کا کام خوب مضبوطی سے

چلانے لگا۔کبھی کبھی تو میں بڑے سخت حکم جاری کرتا تھا۔ مگر جو لوگ باہر سے آتے اور فیسسٹ تحریک کی خبریں لاتے تھے ۔میں بڑی توجہ سے سُنتا تھا۔مجھے دشمن کی حرکات کا بھی پتہ تھا۔میں اپنی تحریک کو اِدھر اُدھر جانے نہ دیتا تھا اور نہ ہی اُس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ڈالتا تھا۔ ہاں میں تحریک کے اندر کوئی ملاوٹ نہیں ہونے دیتا تھا۔میری تحریک ہر قسم کی ملک فروشی۔پارٹی بازی اور غداری سے پاک اور مبرا تھی ۔

میری زندگی میں بہت نشیب و فراز ہوئے ہیں۔اُن کے ہوتے ہوئے بھی مجھے ہوائی جہاز میں سوار ہونے کی بڑی خواہش رہی ہے اُن دنوں میں بھی جب مجھے بہت دوڑ دھوپ کرنی پڑتی تھی اور روز کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا تھا۔میں بائیسکل سے کر ہوائی جہاز چلانا سیکھنے کے لئے ۸ میل آیا جایا کرتا تھا۔گیوسپ رو انگلی میرے اُستاد تھے ۔سیدھے سادھے مگر بہادر ہوائی جہاز چلانے والے تھے ۔اُنہیں خود بھی شوق تھا اور مجھے اُنہوں نے یہ مشکل کام بڑی اچھی طرح سکھلایا ۔

ایک دن میں اُن کے ساتھ ہوائی جہاز میں گیا۔پہلی دفعہ تو کچھ نہ ہوا۔جب ہم دوسری دفعہ گئے۔تو ہم اتر رہے تھے ۔کہ موٹر کچھ خراب سا ہو گیا۔ہمارا جہاز بازو کے بل گرا۔گرنے کے وقت اونچائی کوئی چالیس میٹر Metre ہوگی چلانے والے کے تو پیشانی پر کچھ کچھ زخم آئے ۔میرے سر پر چوٹیں آئیں اور اُن کے ٹھیک ہونے میں دو ہفتے لگے ۔کچھ مرہم پٹی تو اُسی وقت کی گئی اور باقی کے لئے مجھے ہسپتال میں ڈاکٹر Leonardo لیونارڈو پیلی اوری Pallierie کے زیر علاج رہنا پڑا ۔میرے دوست ڈاکٹر Binda امبراگیو بندا Ambrogia نے بھی میرا

علاج اچھی طرح سے کیا۔ میں اُن کا نہایت ہی شکرگزار ہوں۔ اگر وہ علاج نہ کرتے تو نہ معلوم کیا کا کیا ہو جاتا۔ اس سے مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا۔ کہ اٹلی کے لوگ میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ سب جگہ سے ہمدردی کے خطوط آئے۔ کچھ دن بیمار رہنے کے بعد اور آرام لینے کے بعد میں نے پھر اخبار کا کام شروع کر دیا مجھے معلوم تھا کہ میرے ہموطن میرے کام کی قدر کر رہے ہیں۔

جن دنوں تھیٹر میں یہ واقعہ ہوا۔ اور لوگوں میں سخت جوش پھیل رہا تھا۔ ایک شخص مسمی Masi مسی جسکو Piombrao پیام بیو کے Anarchists انارکسٹوں نے میری جان پر قصد کرنے کے لئے بھیجا تھا میلان میں آیا۔ وہ شخص میرے گھر پر آگیا اور اُس نے گھنٹی بجائی اور سیڑھیوں پر چڑھ آیا۔ وہ ایک عجیب سا آدمی تھا۔ میری لڑکی Edda ایڈا دروازہ کھولنے گئی۔ اُس نے پوچھا کہ میں کہاں ہوں۔ لڑکی نے اُسے Popolo'd Italia اخبار کے دفتر میں بھیجدیا۔ وُہ نیچے اتر گیا۔ Foro Bonap trte فورو بوناپارٹ کے چوک میں کھڑا میرا انتظار کرتا رہا جب اُس نے مجھے دیکھا تو پہلے جلدی سے میری طرف بڑھا۔ اور پھر ذرا جھجکا۔ مجھ سے دبی زبان سے پوچھنے لگا۔ کہ کیا پروفیسر مسولینی آپ ہی ہیں۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ کہنے لگا کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مگر وقت درکار ہے۔ اس کے اس رویہ سے میں سمجھ گیا۔ کہ یہ شخص کچھ بیوقوف سا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ بازار میں کیسے ملاقات ہوسکتی ہے۔ آپ اخبار کے دفتر میں آئیے چنانچہ نصف گھنٹہ بعد وہ دفتر میں آن پہنچا اور کہا کہ میں ملنا چاہتا ہوں میں بھی فوراً راضی ہو گیا وہ نوجوان جس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے جیسے

ہی میرے سامنے آیا۔ کچھ گھبراسا گیا۔ کہنے لگا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔
میں نے جب یہ دیکھا تو کہا اچھی بات کہو جو کہنا چاہتے ہو۔ مگر جلدی کرو۔ ذرا تامل
کے بعد وہ نوجوان بولا کہ Piombino پیام بینو کے انارکسٹوں نے قرعہ ڈالا۔
اور وہ میرے نام پر نکلا۔ کہ تم پستول سے داؤ بچا کر مسولینی کو مار دو۔ کہنے لگا کہ مجھے
کچھ تامل ہوا۔ اور میں اس بات کا اقرار کرنے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ لیجئے
پستول اور مجھ پر رحم کیجئے۔ میں اُس کی باتیں سنتا رہا۔ مگر میں چپ رہا۔ چنانچہ میں
نے پستول تو اُس سے لے لیا۔ اور اپنے چیف کلرک کو جو ٹیلیفون کلرک بھی تھا۔ بلا
بھیجا اُس کا نام Saiut ست الیا تھا اور اُس نوجوان کو اُس کے حوالے کر دیا
یہ نوجوان دراصل انارکسٹوں کے قابو چڑھ گیا تھا۔ مگر بڑا بزدل تھا۔ میں چاہتا تھا۔
میرا کلارک اُسے Trieste ٹریسٹ لے جاوے۔ اور وہاں Giunta گنتا
سے ملاقات کرا دیوے جو فیسسٹ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی پولیس کو نہ معلوم کس طرح
خبر ہو گئی۔ اُنہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ میلان کی خفیہ پولیس نے بڑی ہوشیاری
دکھائی۔ اگرچہ تھیٹر میں بم پھینکنے والوں کا پتہ نہ لگا سکی۔ بہت لوگوں نے میرے
مارنے کی ٹھان رکھی تھی۔ مگر محبت نفرت پر ہمیشہ فتح پاتی ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح
بچ ہی جاتا تھا۔

Giolittee گیولٹی بیچارا اُس وقت پارلیمنٹ میں بُری طرح پھنسا ہوا
تھا۔ سیاسی آسمان میں فیسزم Fascism کا ستارہ چمک رہا تھا۔ صدر
کونسل ہونے کی حیثیت میں وہ جاننا چاہتا تھا۔ کہ پارٹیوں کی کیا حالت ہے
اور اُس نے انتخابات ہونے کا اعلان کر دیا۔ کہ ماہ مئی میں ہوں گے۔ کچھ
بحث مباحثے کے بعد جو لوگ امن و امان چاہتے تھے۔ اُنہوں نے سوشلسٹوں
اور کمیونسٹوں کے برخلاف ایک متحدہ پارٹی بنالی اور Nationalist

یا قومیت پسند پارٹی کہلانے لگے۔ اُس پارٹی کے روح رواں فیسسٹ ہی تھے۔ اور پارٹیاں تو سیاسی اور اقتصادی معاملات میں گڑبڑ ڈالنا چاہتی تھیں۔ سوشلسٹ پارٹی کمیونسٹ پارٹی سے علیحدہ ہو چکی تھی۔ اور ہر دلعزیز پارٹی ہمیشہ پادریوں کے ساتھ ہوا کرتی۔ اور اُن کا آسرا لیا کرتی تھی۔

یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ ہماری پارٹی کہاں تک مضبوط ہے۔ میں نے سب جگہ نظر دوڑائی۔ اور دورہ کرنا شروع کر دیا۔ اپریل کے شروع میں میں Bologna بولونا پہنچا۔ یہاں سوشلسٹوں کا بڑا زور تھا۔ اور سارے دریائے Po پو کی وادی میں اُن کے نفوذ کا پتہ اسی مقام سے چل جاتا تھا وہاں میرا بڑا شاندار استقبال ہوا۔ خوشیاں منائی گئیں اور پریڈ بھی ہوئی اور جھنڈیاں لگائی گئیں۔ اور تقریریں بھی ہوئیں جس میں لوگوں نے کہا۔ کہ اٹلی کو زندہ ہونا چاہئے۔ اس شہر میں جو فسادات ہوئے تھے۔ لوگ انہیں بھولے نہ تھے۔ ہماری تحریک زوروں میں تھی۔ میرے جلنے سے نوجوان دلوں میں ہمت اور امید بندھ گئی۔ وہاں سے میں Ferrara فرارہ گیا۔ یہاں بھی سوشلسٹوں کا زور تھا۔ مگر وہاں بھی اچھا استقبال ہوا۔ بولونا اور فرارہ دونو بڑے شاندار شہر ہیں۔ اور ارد گرد کا علاقہ زراعت کے لحاظ سے بڑا ہی زرخیز ہے۔ اس زمانے میں میں بھی خوب جوان اور ہوشیار تھا۔ اور لوگوں کے خیالات اور احساسات کا پورا پورا اندازہ کر لیتا تھا۔ مجھے معلوم ہو جاتا تھا۔ کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اصل میں تو وہ راستے سے بھڑک گئے تھے۔ مگر بالشوی خیالات کا اُن پر اثر نہ تھا۔ اندر سے تو وہ سمجھ دار تھے۔ اور ہمیشہ وقت پر اٹلی کی قوم کے بہی خواہ اور مددگار

رہتے تھے ۔

انتخابات پورا ایک مہینہ ہونے رہے ۔ میں نے اس دوران میں تین تقریریں کیں ۔ ایک بولونا میں دوسری فرارہ میں اور تیسری میلان میں ۔ ۱۹۱۹ء میں جو انتخابات ہوئے تھے ۔ اس کے بالکل الٹ ہوا ۔ نہ ہی میلان میں بلکہ بولونا اور فرارہ میں بھی مجھے بڑی کامیابی ہوئی ۔ خبر نکلتے ہی سب جگہ خوشیاں منانی شروع ہوگئیں ۔ ہر جگہ فیسٹوں کی جیت ہو رہی تھی ۔

نومبر ۱۹۱۹ء کے انتخابات میں تو مجھے کل چار ہزار ووٹ مشکل سے ملے تھے ۔ مگر ۱۹۲۱ء میں مجھے ایک لاکھ اٹھتر ہزار ووٹ ملے ۔ اور میں فہرست میں اول نمبر تھا ۔ جب میں پارلیمنٹ کا ممبر ہو گیا ۔ تو میرے دوست بڑے خوش ہوئے اور میرے ساتھ کام کرنے والے اور میرے ماتحت بھی بڑے خوش ہوئے ۔ اور میں نے انہیں ۱۹۱۹ء والا واقعہ یاد دلایا ۔ جب میں نے ان سے کہا تھا کہ دو سال بعد میری باری بھی آجائے گی ۔ میری پیشین گوئی درست نکلی ۔ سب طبقوں کے لوگ گویا نئے اخلاقی ماحول میں سانس لے رہے تھے ۔ اگرچہ زیادہ فیسٹ پارلیمنٹ کے ممبر نہ ہوئے ۔ مگر تھوڑے سے جو ہوئے ۔ وہ اس قدر زبردست تھے ۔ کہ سارے ملک کا نقشہ بدل سکتے تھے ۔ قاعدے کے مطابق اب ہم نے اپنی پارٹی بنا لی ۔ ہم کل پینتیس ۳۵ تھے ۔ اور اگرچہ ہم تعداد میں کم تھے ۔ مگر ہم میں سب لائق اور دلیر تھے ۔

سوشلسٹ پارٹی میں ایک شخص مسمی Misiano مسیانو بڑا ہی نالائق تھا ۔ وہ جنگ عظیم سے بھاگا ہوا تھا ۔ اور اسی لئے

Turin ٹیورن اور Naples نیپلز کے شہروں سے منتخب ہوا تھا۔ اپنی پارٹی میں بھی کوئی سرکردہ ممبر نہ تھا اور نہ ہی کوئی خاص ایثار یا قربانی کر سکتا تھا بلکہ بڑا ہی بزدل تھا۔ اور خندقوں کو چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملا تھا۔ فوج سے بھاگ آیا تھا۔ اور سوشلسٹوں نے جو جنگ کے برخلاف تھے۔ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ جو لوگ جنگ میں لڑے تھے۔ اور مارے گئے تھے۔ یا زخمی ہوئے تھے۔ اور جن کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔ اور جو یتیم بچے چھوڑ گئے تھے۔ اُن کے مقابلے پر بھلا یہ منحوس آدمی کیا منہ دکھا سکتا ہے ایسے شخص کا پارلیمنٹ کا ممبر ہونا ایک شرمناک بات ہے فلبرٹ بڑے ہی فرمانروا اور دل کے سچے واقع ہوئے تھے۔ ایک دن اُنھوں نے اُس شخص کو پکڑا۔ اور پارلیمنٹ سے باہر نکال دیا۔ کہنے لگے۔ تمہیں کس نے ممبر بنایا ہے۔ جاؤ نکلو۔ یعنی تو زبردستی۔ مگر اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ فیسٹ اپنا پروگرام جاری کرنا چاہتے تھے پارلیمنٹ میں آرام ہو گیا۔ اور مزے سے کام ہونے لگا ؏

پارلیمنٹ کے اجلاس میں مَیں بھی چند دفعہ بولا۔ شائید میں نے پانچ تقریریں کی ہونگی۔ میں بڑے جوش سے بولتا تھا۔ اور اصلی حالت کا نقشہ کھینچ دیتا تھا۔ میں کہتا تھا۔ کہ ہمیں ملک کا مفاد زیرِ نظر رکھنا چاہئے۔ میں کوئی سیاسی لڑائیاں نہ لڑتا تھا۔ اور بال کی کھال نہ اُتارتا تھا۔ ایک تقریر میں نے ۲۱ رجون ۱۹۲۱ء کے دن کی۔ اور میں نے گیولٹی وزارت کی خارجہ پالیسی پر بے دھڑک تنقید کی۔ میں نے شمالی اٹلی یعنی Upper Adige اپر اڈیج کے سوال کی حقیقت بیان کی۔ اور حکومت کی کمزوری کا ذکر کیا۔ اور اُن حاکموں کے نام لئے۔ جو نئے صوبوں میں حکومت کر رہے تھے

ان میں سے ایک شخص مسمی Credaro کری دارو تو بالکل beral لبرل پارٹی کا دلدادہ تھا۔ اور کھلم کھلا دوسری قوموں کا حامی تھا۔ میں نے صاف لفظوں میں کہا۔ کہ چونکہ گیولٹی وزارت نے ایرایڈیج میں ایسے شخصوں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ میں اُس کے برخلاف ووٹ دیتا ہوں۔ اور میں جرمنی کے نمائندے جو اس وقت ہماری پارلیمنٹ میں موجود ہیں۔ اُن سے صاف کہے دیتا ہوں۔ کہ ہم Brenner درہ برنیر (جرمنی کی حد میں ہے) پر حملہ آور ہوں گے۔ اور وہاں پر اڑے رہیں گے۔ میں نے پھر دلمیشیا اور فیوم کے سوال کو اُٹھایا۔ اور میں نے وزیر خارجہ Sforza فورزا کی شرمناک پالیسی پر حملہ کیا جس کی وجہ سے ہمارا مُلک تباہی اور بربادی کے راستے پر گامزن ہُوا۔ خانگی پالیسی پر تقریر کرتے ہوئے میں نے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو بے نقاب کیا۔ اور کہا کہ ہماری طرف دیکھو۔ میں نے طنزاً یہ بھی کہا۔ کہ Garziodei گرازیدی جو کسی وقت میرے برخلاف تھا اور سوشلسٹ تھا۔ اب کمیونسٹ ہوگیا ہے۔ میں نے اُن لوگوں کی جو کبھی کسی پارٹی میں شامل ہو جاتے اور کبھی کسی میں۔ کیونکہ وہ خودغرض ہیں خوب خبر لی۔ میرا مدعا تو بات کو صاف کرنا تھا۔ مگر میں نے اپنے دشمنوں کے منصوبے توڑنے کے لئے جو سامان طیار کیا تھا۔ اس کی طرف بھی اشارہ کر ہی دیا۔ میری تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ پارلیمنٹ کے باہر بھی میری آواز گونج اُٹھی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ Giolittee گیولٹی وزارت ٹوٹ گئی۔

میں اس جدوجہد میں اکیلا نہ تھا۔ میرے ساتھی بڑی بہادری اور لیاقت سے میرا ساتھ دے رہے تھے۔ پارلیمنٹ کے ایک اور ممبر

جن کا نام Federzoni فڈرزونی تھا۔ اور وہ اب فیسٹ حکومت کے بڑے رُکن ہیں۔ اُنہوں وزیر خارجہ Count SForza کونٹ فورزا کی پالسی پر خصوصاً Adriatic ایڈریاٹک کے متعلق بڑی تنقید کی۔ غرضیکہ فیسٹ [illegible] سے [illegible] کی سب [illegible] عہد نامہ [illegible] وغیرہ کا پورا معائنہ کیا گیا۔ اور کھول کر سب معاملہ پارلیمنٹ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آخر نشیب و فراز سے گذر کر گیولٹی وزارت ٹوٹ گئی۔ اور Bonomi بونومی جو سوشلسٹ تھے۔ اور اب Democrat جمہوریت پسند بن بیٹھے تھے۔ وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے سوشلسٹوں اور فیسٹوں میں صلح ہو جائے۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے۔ کہ Sarzana سرزانا میں قتل اور غارت گری شروع ہو گئی۔ اٹھارہ فیسٹ مارے گئے۔ پھر Modeno میں فساد ہو گیا۔ شاہی فوج نے فیسٹوں کی پریڈ پر گولی چلائی۔ دس مر گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ خانگی معاملات درست تو ہوتے نہ تھے۔ اور پھر بھی ہر طریقے سے ہیں اپنے پروگرام پر زور دیتا جاتا تھا۔

میرا کچھ جھگڑا Siccoti Scozzese سکوٹی کازس سے بھی ہو گیا۔ وہ ہماری سیاسیات میں بڑی مداخلت کرتا رہتا تھا۔ مگر اُن کو دل کی بیماری تھی۔ اس واسطے ڈاکٹروں نے حکم دے دیا۔ کہ مت جھگڑو۔ میرا Major Baseggis میجر باسیگو سے بھی کچھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ میں کچھ لڑا کا واقعہ ہوا ہوں۔ [illegible] ذکر کرتا ہوں اس لئے مجھے اکثر فتح ہوتی رہی ہے۔

جو لوگ شجاع یا بہادر ہوتے ہیں۔ اُن کو [illegible] بہادری دکھلانا بھلا

معلوم ہوتا تھا ۔

آخرکار نومبر ۱۹۲۱ء میں سارے اٹلی کے لئے میں نے شہر Rome روما میں فیسٹوں کی کانگرس بلائی ۔ اب تک تو فیسٹ تحریک سیاسی پارٹیوں سے باہر رہ کر اپنا کام کیا کرتی تھی ۔ مگر اب ہماری ایک مستقل اور مضبوط پارٹی بن گئی ۔ اور سب جگہ ہمارے محلی مرکز قائم ہو گئے ۔ اور ایک مرکزی ادارہ بھی بن گیا ۔ غرضیکہ ہم میں کافی جوش تھا ۔ ایسا سمجھنا چاہیئے ۔ کہ ہم صرف ایک سیاسی پارٹی ہی نہ تھے بلکہ ایک فوج کی فوج تھے ۔ جو جنگ کے لئے طیار ہوئے ۔ پرانی پارٹیاں سب ٹوٹ چکی تھیں ۔ اور سب سیاسی معاملات اب ہمارے ہاتھ تلے تھے ۔ کانگرس شہر کے ایک بڑے ہال میں منعقد ہوئی ۔ جو کسی وقت امپراطور Augustus آگسٹس کا مدفن تھا ۔ اور اب وہاں گانا بجانا ہوا کرتا تھا ۔ وہاں ہماری نئی پارٹی کے قواعد و ضوابط بنے ۔ اور پروگرام وغیرہ بنایا گیا ۔ یہ ایک قابل یاد کانگرس تھی فیسٹ کثرت سے موجود تھے ۔ اور جو معاملات زیر بحث تھے ۔ اُن سے معلوم ہوتا تھا ۔ کہ ہماری تحریک ایک زندہ تحریک ہے ۔ جلسے میں میرے نقطہ نگاہ کو بڑی کامیابی ہوئی ۔ دراصل فیسٹ اب بڑے تیز رفتار ہو گئے تھے ۔ اب وہ Fascist National فیسٹ نیشنل پارٹی کا نام اختیار کرنے والے تھے ۔ اور مرکز میں اور صوبوں میں بھی عنان اقتدار ہمارے ہاتھ میں آنے والی تھی ۔ اور ہر جگہ فیسٹ سوسائٹیاں بننے والی تھیں ۔ اس لئے میں دل سے چاہتا تھا ۔ کہ اپنا ذاتی تعلق پارٹی سے توڑ دوں کیونکہ ابھی تک یہ تحریک میری ذات سے مربوط تھی ۔ اور اگرچہ میں چاہتا تھا ۔ کہ پارٹی خود مختار ہو اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہے

اگر پھر بھی مجھے واقعات سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں نے پارٹی کی رہنمائی نہ کی یا اُس کو سہارا اور مدد نہ دی تو وہ زندہ نہ رہ سکے گی اور ہمیں کامیابی نصیب نہ ہو گی۔

اس جلسے سے مجھے فیسٹ تحریک کی طاقت کا پورا پورا اندازہ ہو گیا۔ اور مجھے یہ بھی پتہ چل گیا کہ میں خود کتنی طاقت کا مالک ہوں۔ اگرچہ چند ایک دل شکن واقعات پیش آ گئے۔ مثلاً روما میں کچھ آدمی مارے گئے شہر کے مزدور ہمارے برخلاف تھے۔ پھر بھی کانگرس کو بڑی کامیابی ہوئی۔ اور بازاروں میں فیسٹ پریڈ لگاتے ہوئے چلے گئے۔ ہر شخص کو معلوم ہو گیا کہ ہماری تحریک پکی ہو گئی ہے اور ہماری پارٹی اس قدر مضبوط ہو گئی ہے کہ اگر جنگ کرنی پڑ جائے تو بھی سنبھال لے گی۔

(Bonomi) بونومی وزارت نے سب قسم کی مشکلات کی موجودگی میں صلح اور امن کی پالیسی اختیار کی۔ مگر وقت موزوں نہ تھا۔ ۱۹۲۱ء میں تو اس قدر سیاسی پیچیدگی تھی کہ بڑے سے بڑا سیاستدان بھی گھبرا جاتا۔ سیاسی آسمان گویا بادلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اگرچہ اُفق پر ذرا سی روشن لکیر نظر آ رہی تھی۔ اس بدبختانہ سال کے آخر میں جب کہ ہم امیدیں باندھ رہے تھے کہ شائد اب کچھ حالت سدھرے۔ ایک مالی زلزلہ آیا۔ جس نے سب کو غمگین بنا دیا (Banco Italiad' Scouts) اٹلی کے مشہور بنک سکانٹو کا دیوالہ نکل گیا۔ جنوبی اٹلی میں جہاں کے غریبوں نے اپنا روپیہ جمع کرا رکھا تھا۔ تو بُرا حال ہوا۔ یہ بنک جنگِ عظیم کے وقت قائم ہوا تھا۔ مگر جنگ کے بعد اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ اتنا بڑا بنک جہاں شمال اور جنوب کے مزدوروں نے اپنی پونجی جمع کرا رکھی ہو۔ جب

ٹوٹ جائے تو بھلا ہماری اقتصادی حالت پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اب ہماری جہالت یا بیوقوفی یا قصور یا لاپرواہی سمجھو۔ ہوا تو بہت ہی بڑا۔ دوسرے ملکوں کے مقابلے پر ہماری مالی حالت بہت کمزور ہوگئی۔ اب ہم تعمیری کام کیسے کرتے۔ اُدھر سے خانگی جھگڑے اور ادھر سے اغیار کی نظر میں مالی کمزوری اور ناداری۔ عجب حالت تھی۔ گر سیاسی اور مالی جھگڑوں سے ہماری تحریک دور ہی رہی۔ گزری ہوئی باتوں کا تو ہم نے کچھ خیال نہ کیا مگر ہم نے آئندہ کے لئے سوچ سمجھ کر ایک مضبوط اور صحیح اقتصادی پالیسی اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہمیں ایسے مشکل اور پیچیدہ مالی سوال کو حل کرنا پڑا۔ میرے لئے تو بالکل نیا مضمون تھا۔ اور کوئی لائق استاد بھی سکھانے والا نظر نہ آتا تھا۔
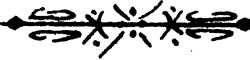
چھٹا باب

حصول اقتدار

جب ایک ملک کی تجدید کرنی ہو یا ایک قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھارنا منظور رہؤا۔ اور یہ بڑی بھاری ذمہ داری کسی کے سر پہ ہو۔ تو اُس قوم کی مالی حالت بالکل درست ہونی چاہیئے۔ اور اُس کے پاس سرمایہ بھی کافی ہونا چاہیئے اور بنک بھی مضبوط پایہ پر قائم ہونے چاہئیں ہمارے ملک کے Sconto سکانٹو بنک کا دیوالہ نکل جانا گویا ہماری مالی تعمیر کا گر جانا تھا۔ جنگِ عظیم کے بعد تو بہت سے کارخانوں اور بنکوں کی حالت خراب ہوگئی تھی اور انہوں نے تو بیٹھ ہی جانا تھا۔ اور پہلے سے مضبوط کارخانے اور بنک بننے سکتے۔ سرمایہ داروں میں آپس میں جھگڑے پڑ گئے تھے۔ اور اوسط طبقے کے لوگ تو اس طرف دھیان بھی نہ دیتے تھے اور جو سرمایہ دار کارخانے وغیرہ چلاتے تھے۔ اُن کو انتظام کرنا نہ آتا تھا۔ اِس کام کے لئے تو تجربہ اور لیاقت ضروری ہوتی ہے۔ ایسی گڑبڑ کی حالت میں اچھے بُرے کی تمیز بھی نہ ہو سکتی تھی۔ کون بچ نکلیگا اور مصیبت سے بچ جائے گا۔ کہنا نہایت ہی مشکل تھا۔ دوسری قومیں

جو ہماری حالت کو دیکھ رہی تھیں ۔ اُن کے سیاستدان ہمارے متعلق کہتے تھے کہ اٹلی تباہ ہو جائے گا۔ ہماری حکومت کو تو کچھ نہ سوجھتا تھا ۔ کہ کیا کرے ۔ اُس نے نوٹ چھاپنے شروع کر دیئے ۔ اس سے تو اور بھی خرابی ہوگئی ۔ گویا حالت پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئی ؛

جنوری ۱۹۲۲ء جنوبی فرانس میں (Allies) کی کانفرنس مقام کینس میں ہوئی اور کانفرنس بھی اچھی تھی ۔ میں وہاں اپنے اخبار polo d Itaha کا نمائندہ ہو کر گیا۔ خانگی جھگڑوں سے توجہ ہٹا کر لوگوں کو دوسری طرف لگانے کا اچھا موقعہ تھا ۔ اگرچہ عارضی ہی تھا۔ ہم بین الاقوامی مسائل کے حل کرنے میں لگ گئے ۔ میرا ارادہ تھا کہ ذمہ دار سیاستدانوں سے ملوں اور اُن سے اٹلی کے متعلق کچھ کہوں سنوں - Cinaes کینس کی کانفرنس کے بعد (Genoa) جنوا میں ایک اور کانفرنس ہونے والی تھی ۔ اٹلی کو چاہیئے تھا کہ اپنے مطالبات کا فیصلہ کر لیتی ۔ اور ایسی پالیسی اختیار کرتی جس سے ملک کی سیاسیات پر خراب اثر نہ پڑتا ۔ میں توان باتوں کو ملحوظ رکھ کر کانفرنس میں شریک ہوا تھا۔ بلکہ میں نے اپنے خرچ کے لئے دس ہزار Lires لیرے جمع کر لئے ۔ میرا بھائی Arnaldo ارنالڈو جب اُنہیں فرانس کے سکہ میں تبدیل کرنے کے لئے گیا ۔ تو اُسے صرف پانچ ہزار دو سو Francs فرینک اُن کے بدلے میں ملے ۔ اگرچہ میں یہ بات خوب جانتا تھا ۔ پھر بھی ذاتی تجربے نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے یہ احساس ہوا ۔ کہ اٹلی کے سکوں کی فرانس کے سکوں کے مقابلے پر آدھی قیمت رہ گئی ہے ۔ یہ تو بڑی بُری بات تھی۔ اس میں تو ہماری بڑی بے عزتی تھی۔ لڑائی تو ہم جیت گئے تھے پھر یہ کیا۔ ہمارا تو دیوالہ نکل رہا تھا۔ مجھے اُسی

وقت خیال آیا۔ کہ اس کا علاج فیسٹ تحریک ہی ہے۔ یہ اچھا موقعہ مل گیا۔ حکومت یا سیاسی پارٹیاں یا پارلیمنٹ تو کچھ کرنے کی نہیں۔ لوگ باگ سمجھتے تھے کہ ہم تو اچھے خاصے امیر ہیں ہمیں کیا یہ نہ جانتے تھے کہ اُن کی امارت مصنوعی اور چند روزہ تھی ؛

(Cannes) کینس والی کانفرنس میں کچھ نہ ہوا۔ یہ تو جنوا والی کانفرنس کا پیش خیمہ تھی۔ وہاں تو بے پرواہی کا عالم تھا۔ ایسے بین الاقوامی جلسے یورپ کے اندر ان مقامات پر اکثر ہوتے رہتے تھے۔ جہاں لوگ تفریح کے لئے چلے جاتے۔ اس وقت جو کانفرنسیں ہوئی۔ اُن میں کوئی دلچسپی نہ لیتا تھا۔ بلکہ اخبارات تو اُن پر ہنسی اڑا رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ یہ کیا مخول بازی ہے۔ ہاں مجھے کینس جانے سے بڑا فائدہ ہوا۔ مجھے ذاتی طور پر لوگوں سے ملنے کا موقعہ مل گیا۔ اور میں ان حالات سے بڑے بڑے نتیجے نکال سکا ؛

اس کانفرنس سے فرانس کی وزارت پر بڑا اثر پڑا Briand برائینڈ جو وزیراعظم تھے اُنہوں نے پیشتر اس کے کہ پارلیمنٹ اُن سے کچھ کہے استعفےٰ داخل کر دیا۔ میں نے ۱۴ جنوری والے پرچہ میں ایک مضمون شائع کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا۔ یعنی "کینس کے بعد" اور میں نے بین الاقوامی معاملات کے متعلق بہت سے سوال کئے اور آخر میں یہ لکھا :-

ہم بے شمار سوالات کر سکتے ہیں۔ کئی مسائل حل طلب ہیں۔ مگر سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ ہمیں فرانس کی وزارت کے حشر سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ لوگ جن کو اخلاقی اور اقتصادی طور پر نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ تو دل ہی دل میں

یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی کوئی ضمیر نہیں اور یہ لوگ بہت ڈھیلے ڈھالے اور بے حس و حرکت ہیں۔ یا تو ان سے صلح ہوتی ہی نہیں یا یہ بالکل صلح کرنے کے نا قابل ہیں۔ اگر یورپ کی یہی حالت رہی تو خدا ہی حافظ ہے۔ وہاں کے لوگ غریب ہو گئے ہیں۔ اور آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ شائد ایک قوم اُن پر قابض ہو بیٹھے اور اُن کا وہی حال ہوا۔ جو دوسرے دو براعظموں یعنی امریکہ اور آسٹریلیا کا ہوا یعنی انگریزوں کی بستیاں بنی بیٹھی ہیں ؛

اِدھر یورپ کا یہ نقشہ تھا اور اُدھر ہمارے خانگی جھگڑے چل رہے تھے۔ اور روز بروز زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ اخبار نویس اور سیاست دان اور پارلیمنٹ کے ممبر ہونے کی حیثیت میں مَیں دیکھتا ہوں۔ دو اٹلیاں ہیں۔ ایک اٹلی تو وہ ہے جو آزاد ہے۔ یہ اٹلی بڑی شریف۔ مغرور۔ وفا دار اور جنگ میں ایثار اور قربانی دکھلانے والی اور ہمیشہ انصاف کی طرف دار اور اپنے ہموطنوں کے حقوق کی پاسبان اور اُن کے ننگ و ناموس کی پاسدار اور ایک دوسری اٹلی ہے کہ جس میں کوئی قومی احساس نہیں۔ جو اپنی پرانی روائتوں سے بے نیاز ہے۔ اور جو ازموں Isms کے چکر میں سرگرداں ہے اور جو بے حس و حرکت اور سرد مہر اور خود غرض ہے۔ اور جس میں بہادری اور قربانی کی بو بھی نہیں ہے۔ قسمت نے ان دو اٹلیوں کو ہزاروں مصیبتوں اور لڑائیوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ایک طرف دشمن خون خرابہ کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف بیچارے فلسطوں کو جان کے لالے پڑ رہے تھے۔ اس حالت کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے میں چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں پستویا Pistoia میں ایک بڑا بہادر افسر مسمی Federico فیڈریکو ٹلورنیو جو جنگ عظیم میں بڑی بہادری سے لڑا تھا۔ اور فیوم میں

D'Adunnzio ڈی انسریو کے ساتھ تھا۔ اسے ایک اناڈکسٹ مسمی Lucchesi لوشمسی نے جو فوج سے بھاگا ہوا تھا۔ دھوکہ سے کر ماردیا۔ یہ نہایت ہی بزدلی کا کام کیا۔ سب فیسٹ غصہ میں بھر گئے۔ اس بہادر کے مرتے وقت کے الفاظ یہ تھے: "مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے ملک کی پوری طرح خدمت نہ کرسکا۔" اس قسم کی قربانیوں نے ہمیں اور بھی متحد کر دیا۔ میں نے اس واقعہ کا اپنے اخبار میں ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ یہ شہادتیں سیمنٹ کا کام کرتی ہیں۔ ان سے تو Fascists بالکل متحد ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک دکھائی نہ دینے والی منبرک زنجیر Littorio لتوریو کے شہداء کو جکڑ رہی ہے۔ ایسے شہداء کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ کیا بانکے جوان مارے گئے۔ کسی پارٹی یا موجودہ تحریک نے ہماری تحریک کے مقابلے اتنے بلی دان نہ دئے ہوں گے۔ اگر فیسٹوں کا ایمان مضبوط نہ ہوتا۔ تو اس قدر بہادری اور جان نثاری کس طرح دکھلاتے۔

فیڈریکو فلورینو کے منہ سے جو الفاظ نکلے۔ وہ کہیں بغیر ایسے مضبوط ایمان کے بھلا نکل سکتے تھے۔ وہ تو بچارا مر رہا تھا۔ یہ الفاظ ایک وصیت نامہ ہیں اور مجھے تو بسے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے انجیل کے سادہ اور سنجیدہ الفاظ۔

اٹلی کے فیسٹوں کو ان الفاظ پر خوب غور کرنا چاہئے۔ اور بڑے حوصلے سے منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتے جانا چاہئے۔ انشاءاللہ کوئی رکاوٹ ان کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔

جنگ میں کام آتے ہوئے بہادر سپاہی ہمیں پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ بڑھے چلو۔ شہیدوں کی مثال ہماری آنکھوں کے سامنے تھی۔ کیوں نہ ہو۔ ان

کی شاندار قربانیاں ہمیں ہمت دلا رہی تھیں۔ ہمارے جلسے اور ہماری پریڈیں اور ملک کی خاطر خدمات دراصل اُن شہیدوں کے زیر اثر جنہوں نے فیسٹ تحریک کی خاطر اپنی جانیں قربان کی تھیں ہی ہو رہی تھیں۔ ہم اُنکے نام لے لے کر اور انہیں یاد کر کے آگے بڑھتے تھے۔ جب کسی شہید کا نام لیا جاتا۔ تو اُس پر سب آفرین کہتے۔ گویا اُن کے نام ہمارے وردِ زبان ہو گئے تھے۔

ایک اور اٹلی بھی تھی۔ جہاں حکومت کے دو بڑے رکن یعنی Credars کرداروں اور Salata سلاٹا جو سرحدی مقاموں پر High Commissioner ہائی کمشنر تھے اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے۔ دوسری پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے اپنے آپ کو اٹلی کے باشندے ظاہر کرتے تھے۔ مگر دوسری قوموں سے ہاتھ جوڑتا رہے تھے۔ اور خصوصاً جرمنی کے باشندوں کو بڑا تنگ کر رہے تھے۔ اس قسم کی بزدلی اور غلامی کی پالیسی نے تو ہمارے سارے حقوق پاؤں تلے رندوا دئے۔ اور ہمارے بہادروں کا خون ناحق میں بہا۔ جون ۱۹۲۱ء کو جیسا کہ پچھلے باب میں ذکر کیا گیا۔ میں نے کھلے طور پر پارلیمنٹ کے اجلاس میں ان دو شخصوں کے کارنامے بیان کر دئے تھے۔ مگر یہ باز نہ آئے۔ اور خرابی کرتے ہی رہے فیسٹ ان باتوں کو برداشت نہ کر سکے۔ اور جوش میں آگئے۔ انہوں نے ان دونوں گورنروں کے برخلاف بہت کچھ کہا سنا۔ چنانچہ ۱۷ جنوری ۱۹۲۲ء کو جو فیسٹ جلسہ Trieste ٹریسٹ میں ہوا۔ وہاں ہم نے ان دونو کو واپس بلانے کا مطالبہ کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ ان صوبوں کو توڑ دینا چاہئے آخر کچھ عرصے بعد حکومت نے دونو کو واپس تو بلا لیا۔ مگر صوبوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حکومت کو اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ البتہ اگر ہم ہوتے تو ہمارا رویہ بالکل مختلف ہوتا۔ یعنی ان صوبوں کو اٹلی کی حد میں ملا لیتے۔

جب اس قسم کے جھگڑے ہو رہے تھے۔ اور بحث مباحثہ جاری تھا۔ اور تمام یورپ میں کھلبلی مچ رہی تھی۔ تو پوپ Benedict XV بینی ڈکٹ پندرھویں صعود فرما گئے۔ آپ جینوا کے ایک اعلیٰ خاندان میں سے تھے۔ آپ کا انتقال ۲۲ جنوری ۱۹۲۲ء والے دن ہوا۔ آپ جنگ عظیم کے دنوں میں پوپ رہ چکے تھے۔ اور Pius پائس دسویں کے جانشین تھے۔ جو کہ Venice وینس کے رحمدل بزرگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں سیاسی اور دینی توہمات کے برخلاف بڑا جہاد کیا تھا۔ مگر پوپ بینی ڈکٹ پندرھویں بالکل ہر دلعزیز نہ تھے۔ ۱۹۱۷ء میں جب روس میں انقلاب ہو رہا تھا۔ اور Czar زار کو تخت سے اتار دیا گیا تھا۔ اور مشرقی میدان جنگ میں فوجوں نے بغاوت کر رکھی تھی۔ پوپ بینی ڈکٹ جنگ کو "بے سود قتل عام" کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اُن لوگوں کے دلوں کو جو کسی خاص خیال سے اس قدر جانفشانی کر رہے تھے۔ یا جو یہ سمجھتے تھے۔ کہ جنگ ہی کئی مظالم کا علاج ہے۔ بڑی ٹھیس لگی۔ علاوہ بریں جنگ تو ہم لوگوں کی ایجاد تھی۔ کلیسا تو ایسے جنگوں کے برخلاف پہلے سے ہی تھا۔ باوجودیکہ خود جنگ کرتا رہتا تھا۔ اب بھی پوپ کی اس بیہودہ حرکت کو کچھ لوگ جو غور و خوض کرنے کے عادی نہیں ہیں اور جو واقعات کی تہ تک نہیں پہنچتے۔ منصفانہ اور درست خیال کرتے ہیں۔ مگر پوپ کی اس حرکت کا اٹلی پر تو بڑا ہی خراب اثر پڑا۔ اُدھر سے تو ہمارا ملک جنگ میں شرکت کر رہا تھا۔ ادھر پوپ صلح کا گیت الاپ رہا تھا۔ پوپ Benedict کی وفات کے بعد یہ سوال اٹھا۔ کہ اُن کا جانشین کون ہو۔ یہ ایک نہایت ہی مشکل اور پیچیدہ سوال تھا۔

ہمارے ملک میں ایک کہاوت ہے۔ کہ جب پوپ مرجاتا ہے۔ تو اس کی جگہ دوسرا پوپ آجاتا ہے۔ جب کوئی غیر معمولی واقعہ ہوجاتا تو لوگ کہا کرتے کہ مشکل سے مشکل باتیں آسان ہوجایا کرتی ہیں۔ مگر یہ معاملہ واقعہ میں بڑا دقیق تھا۔ اور اس کا حل آسان نہ تھا۔ St Peter سینٹ پیٹر کے تخت پر بیٹھنا اور اتنے بڑے رسول کا جانشین ہونا یا زمین پر خداوند مسیح کی نمائندگی کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ کوئی آئین ساز مجلس کا انتخاب نہ تھا۔ حکومت اور کلیسیا کے تعلقات۔ جو ہمارے ملک میں رہے ہیں۔ وہ ظاہر ہی ہیں۔ کس قدر نازک معاملہ ہے اور انتخاب کا اثر اور نتیجہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ساری کیتھلک دنیا کی آنکھیں روما کی طرف لگ جاتی ہیں۔

یورپ کے ہر ملک میں ہل چل سی مچ گئی۔ سازشیں ہونے لگیں۔ اور چالیں چلنے لگیں۔ ادھر چناؤ کی طیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور ادھر لوگ باگ الغرض سب حیران کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اور شہر روما میں سینٹ پیٹر کے محل کے اردگرد تو ایک ہنگامہ تھا۔ لوگ انتخاب کے نتیجے کے منتظر تھے۔

ان دنوں بینی ڈکٹ پندرھویں کے سیاسی اثرات کے متعلق سارے اٹلی میں بحث چھڑ گئی۔ اس کے جانشین کے متعلق پیشین گوئیاں ہونے لگیں۔ اخبارات میں بھی مضامین نکلے۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ لوگ کہہ رہے تھے۔ کہ Bonomi بونومی حکومت کے گرنے کی وجہ ہماری خانگی سیاسی جھگڑے نہ تھے۔ اور نہ ہی Scouto سکاؤٹو بنک کا ٹوٹ جانا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ ہماری پارلیمنٹ کی پوپ بینی ڈکٹ پندرھویں سے مخالفت تھی۔ میں نے بہت دفعہ فیسٹوں سے جو اٹلی میں ممتاز ہیں کھلم کھلا

کہا ہے۔ کہ عیسائی مذہب میں اخلاق پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ پادریوں کی مخالفت کرنا بالکل بے جا بے فائدہ اور فضول ہے اور اس مخالفت کو بند کرنا نہایت ہی لازمی ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ دوسری قوموں کے مقابلے پر ہمارا اخلاق گرا ہوا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اٹلی کے لوگوں میں مذہب کے متعلق اختلافات ہیں۔ گویا ہمارے اندر وہ خرابی اور عیاری پیدا ہو گئی ہے۔ جو کہ بین الاقوامی Freemasons فری میسنوں کی تحریک میں تو پائی جاتی ہے۔ مگر انگریزی فری میسنوں میں نہیں پائی جاتی۔

میں یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ حکومت اور کلیسیا کے تعلقات کا سوال ہمارے ملک میں آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اور یہ جدوجہد ختم بھی کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ دونو طرف سے انصاف اور آرام سے بیٹھ کر سمجھوتہ کیا جاوے۔ تاکہ ہمارے ملک کے لوگوں کو مذہب کی طرف سے تو اطمینان قلب میسر ہو۔ اور ان کی مجلسی زندگی بھی آرام سے گذرے۔ میرے فیلسٹ دوست جو سمجھدار تھے اور زمانے کی روش کو خوب سمجھتے تھے۔ میرے اس نئے خیال سے متفق تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم Freemason فری میسن تحریک کے بھی بالکل برخلاف تھے۔ اور اس کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ لڑائی تو نہایت ہی ضروری تھی۔ اور ہم سب اس کے متعلق ایک ہی رائے رکھتے تھے۔

ہمیں یہ بات بھول نہ جانی چاہئے۔ کہ اٹلی کے فری میسن ہمیشہ سیاسی اور دینی حلقوں میں ٹیڑھی چالیں چلتے رہے ہیں۔ پوپ کی پالیسی کے تو وہ ہمیشہ برخلاف ہی تھے۔ مگر یہ لڑائی کوئی اصولی لڑائی نہ تھی۔ ان لوگوں نے ایک خفیہ سی سوسائٹی بنا رکھی تھی اور ان کا کام ایک دوسرے کی خوشامد کرنا

اور مدد کرنا اور طرف داری کرنا تھا۔ یہ تو صرف اقتدار چاہتے تھے۔ اور اپنا مطلب نکالنے کے لئے پوشیدہ طور پر حکومت کی۔ Liberal آزادی پسند پارٹی کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ اور ۱۸۷۶ء کے بعد جب عنان حکومت لبرل پارٹی کے ہاتھ میں آگئی۔ تو یہ حکام کے ساتھ ملے ہی رہے۔ کیا فوجوں میں اور کیا محکمہ تعلیم میں اور کیا سرکاری محکموں میں ان کی توپ چلتی تھی۔ ایک طرح ساری قوم ان سے مرعوب ہو رہی تھی۔ غرضیکہ فری میسنوں کا بیسویں صدی میں اس طرح چھپ کر کام کرنا ہماری مجلسی زندگی کے لئے بڑا ہی نقصان دہ تھا۔ ہمارے عوام تو اس کو پیار کرتے تھے۔ اور یہ لوگ دغا اور فریب سے کام چلاتے تھے۔ نہ اُن کا کوئی پروگرام تھا۔ اور نہ ہی کوئی اخلاق۔ غرضیکہ اُن کی تحریک بے روح تھی۔

میں جب جوان تھا۔ تب سے مجھے ایسی خفیہ سوسائٹیوں سے نفرت تھی۔ Ancona انکونا میں ۱۹۱۴ء میں جو سوشلسٹوں کی کانگرس ہوئی تھی۔ اُس سے کہیں پہلے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ ہمارے لئے سوشلسٹ اور فری میسن ایک ہی ہیں۔ کچھ فرق نہیں ہے بہت سے فری میسن جو سوشلسٹ بھی تھے۔ اِس پر بہت بگڑے۔ کانگرس میرے ساتھ ہم خیال تھی۔ پھر میں نے فسٹوں کو بھی یہ بات کہی۔ وہ فوراً مان گئے۔ میں تو اپنی ضمیر کی آواز کو سنتا تھا۔ اور جو وہ کہتی، وہ کہہ دیتا تھا۔ میں زمانہ سازی کرنا نہیں جانتا تھا Jesuists جیزوٹ بھی فری میسنوں کے برخلاف تھے۔ مگر وہ اور وجہ سے ناراض تھے۔ وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اور دراصل اُن کا مذہب کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا۔ میری نفرت کی اور وجہ تھی، چونکہ میں فری میسنوں کی باقاعدہ اور صاف طور پر مخالفت کرتا رہا ہوں۔ وہ ابھی تک

میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگرچہ اٹلی میں اب تو اُن کا بالکل زور نہیں ہے۔ مگر پھر بھی وہ فیسٹ تحریک کے برخلاف بین الاقوامی مجلس میں کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ ہتک آمیز کلمات میرے برخلاف کہتے رہتے ہیں۔ مگر میں پرواہ نہیں کرتا۔ اکثر سازشیں کرتے ہیں۔ اور میری جان لینے کے درپے بھی ہیں۔ مگر میرا نصیب میرے ساتھ ہے۔ وُہ تو میری کمزوریوں اور جسمانی نقائص کا جو فرضی ہیں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ مگر میں تو ویسے کا ویسا ہی رہتا ہوں ؛

فری میسنوں کے ساتھ تو میری لڑائی ہمیشہ رہیگی۔ میں بھی میدان نہیں چھوڑوں گا۔ جب کبھی میں نے اُن کی سیاسی زندگی کی درستی کرنی چاہی ہے یا سیاست میں سچائی۔ وفاداری اور سادگی لانے کی کوشش کی ہے اُن لوگوں نے سب سے پہلے میری مخالفت کی ہے۔ میں نے بھی اُن کے نظام کو درہم برہم کر دیا ہے۔ کبھی وہ زور دار تھے۔ اب تو بالکل رہ گئے ہیں۔ مجھ سے وہ کس طرح جیت سکتے تھے۔ اٹلی کے لوگ میرے ساتھ تھے ۔ اُنہوں نے اس جذام کا علاج کیا۔ آج اٹلی میں سب کام کھُلم کھُلا ہوتا ہے۔ کوئی خفیہ سوسائٹیاں نہیں ہیں ؛

جب Bonomi بونومی وزارت بدلی۔ تو بادشاہ نے بہت لوگوں سے مشورہ کیا۔ چنانچہ میری بھی دو مرتبہ محلات میں طلبی ہوئی۔ وہاں ہی مشورے ہوا کرتے تھے۔ جو بادشاہ کے ساتھ بات چیت ہوئی۔ وہ تو میں بتلانا نہیں چاہتا۔ سیاسیات کی حالت اُس وقت غیر معمولی سی تھی۔ ہم تو اندھیرے میں رستہ ٹٹول رہے تھے۔ جو لوگ وزارت میں آ سکتے تھے۔ اُن کی تعداد بہت کم تھی۔ پہلے Orlando اورلینڈو کا نام تجویز ہوا۔ پھر

De Nichola ڈی نکولا کا نام - مگر ان میں سے کوئی بھی وزیراعظم بن کر ذمہ داری اپنے سر پر لینا نہ چاہتا تھا - پھر Bonomi کا نام تجویز ہوا مگر وہ بھی نامنظور ہوا - پھر دوبارہ مشورت ہوئی - بار بار وہی نام تجویز ہوتے تھے عجیب بے بسی کا عالم تھا جمہوری سلطنتوں کا اکثر یہ ہی حال ہوتا ہے - آئے دن وزارتیں بدلتی ہی رہتی ہیں - انہیں کوئی قیام نہیں - چنانچہ یہ ہی حال سیاسی لیڈروں کا بھی ہے نہ کسی اصول پر ٹھیرتے ہیں اور نہ ہی دیانت دار ہوتے ہیں - آپس میں سمجھوتے اور سودے کرتے رہتے ہیں - اور عیاری اور دغابازی اُن کا شیوہ ہے - ایسی وزارتیں بناتے ہیں - جو جلدی ہی جاویں - مگر طریق حکومت کو نہیں بدلتے - قانونی لوگ جمہوریت کو پسند کرتے ہوں گے - عملی طور پر تو یہ طریقہ کسی مصرف کا نہیں +

ہر دلعزیز پارٹی جسے Catholic کیتھلک پارٹی کہنا چاہیئے - اُسی پرانی بے ڈھنگی چال پر چل رہی تھی - آگے تو قدم رکھنا نہ چاہتی تھی - مگر پارلیمنٹ اور عوام میں دکھلاوے کی خاطر ڈینگیں مارتی - کہ ہم تو انقلاب پسند ہیں - یہ پارٹی بھی گیولیٹی وزارت کو واپس لانا نہ چاہتی تھی - مگر تھی یہ پارٹی بڑے رسوخ والی - خود بھی وزارت کا بوجھ اٹھانا ناپسند نہ کرتی تھی - مگر ڈ گیولیٹی کو اور نہ ہی بونومی کو چاہتی تھی +

غرضیکہ یہ لوگ کوئی وزارت بننے ہی نہ دیتے تھے - اور کام چلنے ہی نہ دیتے تھے - ہر بار وہی پرانے نام تجویز ہوتے رہتے - جب جمہوری حکومتیں کمزور ہو جاتی ہیں - تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے - عقل اور منطق کو بالائے طاق رکھ دیا ہوا تھا - تب بھی اگر اٹلی بچ جاتا تو حیرانی کی بات ہوتی +

آخر Facta فیکٹا وزارت بن ہی گئی - فیکٹا ممبر پارلیمنٹ تھے

اور گیولٹی کے بڑے دوست تھے۔ لائق تو نہ تھے ہاں مگر اُس وقت بچاؤ کی صورت ہو گئی۔ ہم تو دن بدن نیچے گرتے جا رہے تھے۔ خیر فیکٹا نے وزارت کا بوجھ ایسے وقت میں اپنے سر پر لے لیا جب اور کوئی طیار نہ ہوتا تھا۔ میں نے اپنے اخبار میں نئی کیبنٹ Cabinet کے متعلق لکھا۔ کہ ہے تو سیدھی سادھی شاید کچھ کر ہی نکلے۔ کچھ کام تو کرے گی حکومت کا معمولی کاروبار تو بند نہ ہوگا۔ حکومت جو کچھ کر کے نہیں دکھاتی وہ کس مصرف کی ہے۔ مگر جو حکومت کام ہی نہ چلا سکے اُس سے کوئی کیا کرے ؞

فیکٹا پارلیمنٹ کے پرانے ممبر تھے۔ اور تھے بھی پرانے طریقے پر چلنے والے۔ اس زمانے کے سیاسی اخلاق بھی گھٹیا ہی تھے۔ اور انہوں نے انہی کے زیر اثر نشو و نما پایا تھا اور ان کی اپنے اُستاد گیولٹی کے لئے بڑی ہی عزت تھی۔ آپ پہلے بھی وزیر مالیہ رہ چکے ہیں۔ ہاں جس طرح سے اُن کے دوست بھی کہا کرتے تھے۔ نازک وقت میں اُن کے لئے وزارت کا کام سنبھالنا مشکل تھا۔ کئی تو پارٹیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ ایک طرف تو ہر دلعزیز پارٹی تھی۔ دوسری طرف فیسٹ پارٹی زور پکڑ رہی تھی اور علاوہ بریں بین الاقوامی معاملات بھی بگڑ رہے تھے ؞

الغرض پرانی آزادی پسند اٹلی کا یہ حال تھا۔ ہمارے ملک کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ سیاسی معاملات کے حل کرنے میں تنگ خیالی سے کام لیا جاتا تھا۔ پارلیمنٹ کے اندر چھوٹے چھوٹے معاملوں پر جھگڑا ہو جاتا تھا۔ ہر جگہ لوگ باگ سازشوں میں مشغول تھے۔ اپنے مفاد اور خود غرضی کے لئے مرے جاتے تھے۔ تجارت کا برا حال تھا۔ اور اخبارات میں بھی لڑائی دنگا اور فساد ہو رہا تھا۔ کوآپریٹو Co-operative تحریک ابھی شروع ہوئی تھی نیم دلانہ

کے سلئے بنک نہ تھے ۔ اقتصادیات بھی بگڑ رہی تھیں ۔ اور خیرات منظم نہ تھی ۔ اور
اٹلی بین الاقوامی کانفرنسوں میں کچھ حیثیت نہ رکھتی تھی ۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارا
ملک زرخیز اور طاقتور تھا ۔ غیر ممالک ہمارے خوشہ چین تھے ۔ اٹلی کے باشندے
وہاں جاتے ۔ اور زمینوں کو آباد کیا کرتے تھے ۔ شہروں کو بسانے اور آباد کرتے تھے ۔
آج اُسی اٹلی کی خستہ و خوار حالت تھی ۔

فیکٹا ہماری پرانی اٹلی کے کامل نمائندے تھے ۔ اُنہیں حیرانی سی ہوئی
کہ اُن کے معصراُن سے اس قدر خوش کیوں تھے ۔ اور وہ کہتے تھے ۔ کہ مجھے سمجھ
نہیں آتی ۔ کہ مجھے کیوں وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے ۔ وہ تو پارلیمنٹ کے معمولی
ممبر تھے ۔ مگر وہ اس بات کو بھول گئے تھے ۔ کہ جو لوگ اُن کے اردگرد تھے ۔ وہ
تو پُرانی لبرل پارٹی کے دل دادہ تھے ۔ ایسے لوگ تو اُن کی حمایت پر تھے ۔ اگرچہ
جمہوریت کے ختم ہونے کے ساتھ اُن کا خاتمہ ہو گیا تھا ۔ اب تو وہ جان بچانے
کی خاطر لبرل پارٹی کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لے رہے تھے ۔ انہیں پوچھتا
ہی کون تھا ۔ ادھر ہماری تحریک زوروں پر تھی ۔ کوئی طاقت اُس کو روک نہ
سکتی تھی ۔ اور ہم تو اٹلی کو ایک نئی حکومت دینے والے تھے ۔ ہمارے اندر بھی
نفاق ڈالنے کی کوششیں ہو رہی تھیں ۔ مگر میں نے یک قلم اُنہیں بند کر دیا ۔
اور فوراً بندوبست کر دیا ۔ میں فسادات کی تو پرواہ نہ کرتا تھا ۔ مگر فیوم والا معاملہ
بڑا تکلیف دہ تھا ۔ وہاں ایک شخص جو اٹلی سے بھاگا ہوا تھا ۔ اور اُس کا نام
Zanella زانلا تھا ۔ وہ اپنے ہموطنوں کے برخلاف شرمناک سازشیں
کر رہا تھا ۔ فیسٹوں نے اُسے وہاں سے نکال دیا تھا ۔ یہ شخص Yugoslavia
یگوسلیویا کے حق میں تھا ۔ اور فیوم کو آزاد دیکھنا چاہتا تھا ۔ اس کے چلے جانے
سے اٹلی کو بڑا نقصان ہوا ۔

اُن ہی دنوں میں Charles چارلس جو Haps burg ہیپس برگ کے بادشاہ تھے۔ مر گئے۔ وہ تخت پر سے اتارے گئے تھے اور پھر واپس نہ آسکے۔ آخر اوے کا بدلہ تو ملتا ہی ہے۔ انہوں نے اٹلی پر اپنے عہد حکومت میں بڑے ظلم روا رکھے تھے۔ اور کبھی ہمارے ملک کو متحد نہ ہونے دیتے تھے۔ اتنے میں Genoa جنوا کی کانفرنس ہونے لگ گئی۔ لوگوں کی توجہ اس طرف بالکل نہ تھی۔ یہ کانفرنس کبھی کچھ کرتی کبھی کچھ۔ کبھی تو امید بندھ جاتی، اور کبھی مایوسی چھا جاتی اسی طرح سے نیچے اوپر ہوتا ہی رہا۔ یکم مئی کو مزدوروں کا میلا تھا۔ اس میں بدقسمتی سے سوشلسٹ اور کمیونسٹ بہت آگئے تھے۔ ۲۴ مئی کو جنگ کے اعلان کی سالگرہ تھی۔ اس دن بھی خون خرابہ ہوگیا۔ اور مقامات پر تو امن ہی رہا۔ Rome روما میں کمیونسٹوں نے ایک پریڈ کے اوپر جو Enrico Toti انرکو ٹوٹی کی شہادت کا دن منا رہی تھی۔ گولی چلا دی۔ یہ شہید بڑا بہادر تھا اور اس نے دشمن پر اپنی چلنے والی لکڑیاں دے ماری تھیں۔ ایک شخص مارا گیا اور چوبیس زخمی ہوئے۔ اس پر طرفہ یہ کہ مزدوروں کے دل نے جو ہمارے بڑا برخلاف تھا۔ اس دن ہڑتال کر دی۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا حکومت تو پہلے سے ہی کمزور ہو چکی تھی۔ اس نے کچھ نہ کیا۔ میں نے بلا تامل فیسٹوں کو حکم دے دیا کہ ہلہ بول دو۔ ہم اس "سرخ" گلے کا بندوبست کریں گے ہم توان کو ملیامیٹ کرکے دم لیں گے۔

حکومت اور لوگ باگ تو کچھ کرتے ہی نہ تھے۔ میرا ایسا کرنے سے اور اس کی پوری ذمہ داری اپنے اوپر لینے سے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے سر پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا۔ ہم بجلی کی طرح جا گرجے ہڑتال تو فوراً بند ہوگئی۔ ہماری مداخلت سے سب ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔ مگر پارلیمنٹ میں ہمارے برخلاف سازشیں

ہوتی ہی رہیں۔ وہاں ردو بدل جاری رہا۔ کوئی کہتا کہ Dictator حاکم مقرر ہونا چاہیئے۔ کوئی کہتا کہ نہیں سوویٹ Soviet نظام ہونا چاہیئے۔ اِسی جھگڑے میں ۱۲ر جولائی والے دن وزیر مال نے جکا نام Peano پینو تھا ایک بیان شائع کیا اُس کو پڑھ کر میں تو فکر میں ڈوب گیا۔ ہماری بجٹ میں ساڑھے چھ ارب کا گھاٹا تھا۔ اٹلی کے لئے یہ گھاٹا تو بہت ہی زیادہ تھا۔ ہماری مالی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔ ایک تو خانگی جھگڑے تھے۔ دوسرے خارجی اور اس پر ہمارے خزانہ کی یہ حالت تھی۔ فیکٹا وزارت کی ناقابلیت ظاہر تھی۔ ۱۹ جولائی ۱۹۲۲ء کو میں نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی۔ جس میں میں نے کہا کہ فیسٹ پارٹی بالکل ووٹ نہ دے گی۔ میں پہلے تو سوشلسٹوں کے برخلاف بولا۔ یہ لوگ حکومت کے بڑے حامی تھے۔ اور اُسے بدنام کر رہے تھے۔ پھر میں نے ہر دلعزیز پارٹی کو لتاڑا جو سمجھتے تھے۔ کہ حکومت اُن کے ہاتھ میں ہے اور میں نے وزیر اعظم سے مخاطب ہو کر صاف لفظوں میں یوں کہا:۔

" جناب عالی۔ آپ کی وزارت زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی۔ کیونکہ یہ ہر طرح سے نالائق ثابت ہوئی ہے۔ جو لوگ آپ کو مدد دیا کرتے تھے۔ یہ انہی کا قصور ہے۔ آخر جنہوں نے آپ کو رسہ دیا۔ وہی آپ کو پھانسی دیں گے۔ جیسے آپ کے حامی تھے ویسی آپ کی وزارت بنی۔ آپ خود ہی تو فرماتے تھے۔ کہ مجھے کیوں کونسل کا صدر بنا دیا گیا ہے " ۔

پھر میں نے وزارت کی پالیسی پر تنقید کی۔ اور آخر میں میں نے کہا کہ فیسٹوں نے اکثریت کا ساتھ نہ دے کر ہماری قومی سیاست اور اخلاق کو اونچا کر دکھلایا ہے۔ میرے ان الفاظ نے ایک طرح کی ہل چل مچادی۔ میں نے اور بھی زور سے کہا کہ ہم خود اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ ہم باقاعدہ

حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ یا کہ موجودہ حکومت کی ضد پر اپنی پارٹی کھڑی کریں۔ اگر ہم ضد پر کھڑے ہو گئے تو ہمارا اکثریت کے ساتھ کچھ واسطہ نہ ہو گا۔ اور ہم پارلیمنٹ میں حاضر بھی نہ ہوا کریں گے۔ میں نے ان الفاظ میں نہ ہی صرف فیکٹا وزارت کو ہی جواب ختم ہونے والی تھی۔ بلکہ اُس کو بھی جو آنے والی تھی۔ آگاہ کر دیا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ میں نے اپنے ارادہ کو صاف صاف الفاظ میں اُن سے کہہ دیا ؛

اسی دن فیکٹا وزارت تو ختم ہو گئی۔ پھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگے۔ کہ کون وزیر اعظم بنے۔ پھر وہی نام یعنی اور لینڈو۔ بونومی۔ فیکٹا اور گیولٹی تجویز ہوئے۔ آخر ادھر اُدھر کر کے Meda میڈا کا نام تجویز ہوا۔ وہ میلان سے ہر دلعزیز پارٹی کے نمائندہ تھے۔ اور اسی پارٹی کے لیڈر بھی تھے۔ یہ پارٹی ہر ایک وزارت کو اپنے پاؤں تلے رکھا کرتی تھی۔ میڈا جو وزیر رہ چکے تھے۔ پہلے تو انکاری تھے۔ اور وزیر اعظم بننا نہ چاہتے تھے۔ اور ڈرتے بھی تھے۔ یہ بات عجیب تھی۔ کہ اگرچہ ہر دلعزیز پارٹی میں پادری بھی تھے۔ اور انتہا پسند طبقے کے لوگ بھی تھے۔ پھر بھی کوئی وزارت کو ہاتھ ڈالنا نہ چاہتا تھا۔ آگے تو آزادی پسند اور جمہوریت پسند اقتدار کے پیچھے دوڑا کرتے تھے۔ مگر اب تو کوئی نزدیک بھی نہ آتا تھا۔ سوشلسٹ تو حکومت کو بدنام کرتے ہی رہے۔ مگر فیسٹ چپکے چپکے اپنا کام کرتے ہی گئے ؛

اِدھر کانفرنسیں ہو رہی تھیں۔ اور اُدھر وزارت کا فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ اُنہی دنوں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ سب سیاسی پارٹیوں نے جن میں انقلاب پسند مزدوروں کا دل سوشلسٹ۔ جمہوریت پسند اور انتہا پسند شامل تھے۔ سارے ملک میں یک دم ہڑتال کر دی۔ یہ ہڑتال فیسٹوں کے برخلاف تھی۔ بہانہ یہ

بنایا گیا۔ کہ فیسٹ ہماری قوم کے لئے خطرناک ہیں۔ ان سیاسی پارٹیوں میں سب قسم کے لوگ شامل تھے۔ ان میں اکثر تو وہ تھے۔ جنہوں نے اپنے وقتوں میں آزادی کو پیروں تلے روندا تھا۔ اور اخلاق کو گندا کیا تھا۔ اور امن و امان کو تباہ کیا تھا۔ اہل اٹلی اور فیسٹوں کی طرف ایسا رویہ انصاف سے بالکل بعید تھا۔ اور مجھے اس پر بڑا ہی غصہ آیا۔

اُن دنوں میں بھی اپنا آخری فیصلہ دیا کرتا تھا۔ ہم نے سیاسی اور فوجی لحاظ سے خوب طیاری کرلی اور ہم نے یہ ارادہ کیا۔ کہ ہم روما پر چڑھائی کر دیں گے۔ اور پوری طاقت حاصل کرینگے۔ ان لوگوں کے جواب میں میں نے پھر ہلّہ بول دیا۔ فیسٹوں کی ایک مستقل کونسل قائم کر دی۔ باقاعدہ ملازمتیں شروع کر دیں اور کام بانٹ دیا۔ کچھ انقلابی گروہوں کا انسداد کرنے لگے۔ میلان کے فیسٹوں نے اوانتی اخبار پر حملہ کر دیا۔ جو ہمارے دشمنوں کا اڈا تھا۔ دفتر کو آگ لگا دی۔ ٹرامیوں پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ ہڑتال تھی۔ وہ کام کاج کرنے لگ گئے۔ حکومت ہڑتال کے متعلق کچھ نہ کر سکی۔ مگر ہم نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بجلی گھروں پر پہرہ لگا دیا۔ تاکہ لوگ باگ توڑ تاڑ نہ دیں۔ غرض سب قسم کی بدنظمی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ سب فیسٹوں نے کیا۔

میلان میں تین نوجوان فیسٹ (کالی قمیض والے) مارے گئے۔ اُن میں سے دو یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ بہت سے طالب علم زخمی ہوئے مگر آخر ہم کامیاب ہوئے۔ اٹلی کے دشمن پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ فلاں شخص ذمہ دار ہے۔ کوئی کچھ۔ کوئی کچھ۔ خوب تقریریں ہوتی تھیں بحث مباحثے جاری تھے۔ میرے ہموطنوں کو ہوش آتی جاتی تھی۔ وہ سمجھ گئے۔ کہ کل کو فیسٹ ہمارے حاکم بن جائیں گے زور کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ

اُن میں حب الوطنی اور ہمت اور دانائی ہے ۔ ہمارے دشمنوں کو شکست ہوئی وہ گھبرا گئے ۔ اور بے عزت ہوئے ۔ بعضے جو سمجھدار تھے ۔ وہ جانتے تھے ۔ کہ Fascism فیسسزم اب زوروں میں ہے ۔ اور کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔

میلان کا نہایت ہی سنجیدہ اور عمدہ اخبار Corrier Della Sera کوریر جو متوسط درجے کے لوگوں کے احساس کا ترجمان تھا ۔ اور سوشلسٹ لیڈر فلپو توراتی کا ہمیشہ سے ثنا خوان تھا ۔ اب وہ بھی فیسسٹوں کے حقوق کے متعلق جو ان کو حکومت میں ملنے چاہئیں ۔ لکھنے لگ گیا ۔ غرض کچھ عرصے تک یہ ہی حالت رہی ۔ مجھے پھر بادشاہ نے بلا بھیجا ۔ میں اور لینڈو سے بھی ملا ۔ وزارتیں بنتی اور توڑ دی جاتیں ۔ پھر پھرا کر Facta کا نام تجویز ہوا ۔ اُس نے اپنا ایلچی میرے پاس بھیجا اور پوچھا ۔ کہ نئی وزارت میں فیسسٹ کن شرائط پر شرکت کریں گے ۔ میں نے کہلا بھیجا کہ ہم تو بڑی بڑی وزارتیں اپنے ہاتھ میں لیں گے ۔

مجھے کہنے لگے کہ تم کیبنیٹ کے ممبر بن جاؤ ۔ مگر میں نہ مانا ۔ میں تو ایسی حکومت سے باہر ہی رہنا چاہتا تھا ۔ تاکہ میں آزادی سے نکتہ چینی کر سکوں ۔ اور اگر ضرورت ہو ۔ تو اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا سکوں ۔ مگر وہ لوگ خیال کرتے تھے ۔ کہ فیسسٹوں کا مطالبہ حد سے زیادہ ہے ۔ فیکٹا وزارت میں کوئی فیسسٹ نہ تھا ۔ مگر جب کام شروع ہوا ۔ تو قوم کی قوم بگڑ گئی ۔ اور حکومت کی طرف سے لاپرواہ ہو گئی ۔ اب دوست اور دشمن کو بھی ہماری طرف دیکھنے لگے ۔ اٹلی کے لوگ سب یہ ہی چاہتے تھے ۔ کہ ہم عنان حکومت ہاتھ میں لیں ۔ میں نے فیسسٹوں کا لیڈر بننے کی ٹھان رکھی تھی ۔ اور میرا پکا ارادہ تھا ۔ کہ ہم روما پر چڑھائی کر دینگے

اور کوئی حل تھا ہی نہیں ۔

۱۰ اکتوبر کو میں نے میلان سے ایک جرنیل کو بلا بھیجا۔ وہ اپنے کام میں بڑا ہی ہوشیار تھا۔ اور پکا Fascist فیسسٹ تھا۔ میں نے پرانے رومن طریقے کے مطابق ایک فوجی اور سیاسی نظام کا نقشہ طیار کیا۔ میں نے فیسٹوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا۔ بڑے بڑے فیسسٹوں سے مشورہ کر کے میں نے ایک وردی اور ایک نعرہ معین کیا۔ مجھے اٹلی کے ہر حصے میں اپنی طاقت کا اندازہ تھا۔ میں اب روما پر سمندر کے کنارے کنارے ہوتا ہوا Umbria امبریا کے راستے جا کر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ جنوب کی طرف سے Puglic پگلی Naples نیپلز کے شہروں کے فیسسٹ میرے ساتھ شامل ہو سکتے تھے۔ اگر کہیں سے مخالفت کا ڈر تھا۔ تو وہ انکونا سے تھا۔ میں نے ارپی ناتی اور دیگر فیسسٹوں کو بلا بھیجا اور اُن سے کہا۔ کہ انکونا سے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو بالکل نکال دو اس شہر پر انارکسٹوں کا قبضہ تھا۔ مگر ہم نے اپنی سپاہ گری دکھلا کر اُن کو شکست دی۔ کچھ تو مارے گئے۔ اور کچھ زخمی ہوئے۔ ہوا تو بہت بُرا۔ مگر ہمارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب ہمارے دشمن صرف روما میں رہ گئے۔ جہاں ہمارے ملک کی پارلیمنٹ کا گھر تھا ۔

صوبوں کے لوگ جاگ اُٹھے اور آزادی کا دم بھرنے لگے فیسسزم کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ ہر قسم کے لوگ اور دنیا کے ہر حصے کے مصنف اور تاریخ دان اور نقطہ سنج اشخاص ہماری تحریک میں دلچسپی لینے لگ گئے۔ کیونکہ یہ میری پیدا کردہ تحریک کامیابی کے راستے پر گامزن تھی۔ جو لوگ ابھی تک شک میں تھے۔ اُن کی خاطر میں نے چند ایک مضامین اپنے اخبار میں لکھے۔ جن میں میں نے کہا کہ ابھی تو یہ تحریک پہلے درجے میں ہی ہے وقت آرہا ہے کہ میسح کے بعد سینٹ پال کی آمد ہوگی

میں ان دنوں روم (Rome) پر چڑھائی کرنے کی تفصیلات سوچ رہا تھا مجھے خود حکومت کا شوق نہ تھا۔ نہ مجھے کوئی اور غرض تھی۔ نہ ہی میں سیاسی دنیا میں بڑائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں بالکل بے غرضانہ اپنے خیال کے پیچھے جا رہا تھا۔ میں خیال کی اندھیری دنیا میں چکر لگاتا تھا۔ مگر اس لئے نہیں کہ میرا خیال پورا ہو۔ بلکہ اس لئے کہ عوام کو فائدہ پہنچے۔ میں لڑا بھی ہوں۔ مگر اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے فائدے کے لئے اپنی قوم کا مفاد ہمیشہ میرے زیر نظر رہا ہے۔ اور میں یہ خواہش کرتا تھا۔ کہ آخر فیسزم (Fascism) فیسزم کی فتح ہو۔ تاکہ میرے ملک کی قسمت جاگ اٹھے۔

اُن دنوں جو کچھ میں نے کیا۔ اور میرا طریقہ عمل بالکل سادہ تھا۔ اُس کی تفصیل پیش کرنا ناممکن ہے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھنا لازمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ سیاسیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ میرا اخبار (Popold' Italia) جس کی طرف ہمارے دشمن اور دیگر ممالک کے لوگ زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ میرے مقاصد کی اور ہمارے روما پر چڑھائی کرنے کے ارادے کو وقتاً فوقتاً شائع کرتا ہی رہتا تھا۔ وہ اخبار ہمارے خیالوں اور تجربوں کی ترجمانی کرتا تھا۔

ہمارے فوجی اور سیاسی حلقے میرے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ میں نے سارا نقشہ سوچ رکھا تھا۔ سوچنے کے بعد میں نے ہلہ بول دیا۔ شروع ہی میں ہم نے ٹرینٹو (Trents) اور انکونا (Ancona) اور بول زانو (Bolzana) جیسے مقامات پر جہاں سے ہمیں خدشہ تھا۔ قبضہ کر لیا۔

میں فیسٹوں (Fascists) کے احساسات اور اُن کی استقامت اور نظام وغیرہ کا اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں اٹلی کے مختلف حصوں میں تقاریر کرنے گیا۔ چار مقامات پر میں نے تقریریں کیں۔ اور اُن میں میں نے آئندہ کی پالیسی کا ذکر کیا۔ میں نے

صاف لفظوں میں اپنے منشاء کو ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ہم اقتدار چاہتے ہیں۔ میں عوام کی خوشامد کبھی نہ کرتا تھا۔ بلکہ اُن کو صاف صاف سب بات کہہ دیا کرتا تھا۔ برعکس اِس کے ہر ملک میں سیاسی پارٹیاں ہمیشہ عوام کے میلان کو دیکھ کر بات کرتی ہیں۔ مجھے اس سے نفرت تھی۔ چنانچہ Rome روما پر چڑھائی کرنے سے ایک مہینہ پہلے یعنی ۷ ستمبر ۱۹۲۲ء کو میں نے لکھا "جمہوریت کی منبر سے حضرت عوام کو اٹھا پھینکو"

فسیسٹوں کے جلسے جن میں میں حاضر تھا۔ مفصلہ ذیل مقامات پر ہوئے Udine اوڈین جو شمالی اٹلی میں ہے Cremonia کریمونا جو دریائے Po پو کی وادی میں ہے، میلان جو بڑا انجارتی شہر ہے اور Naples نیپلز جو جنوبی اٹلی میں واقع ہے۔

ان اضلاع میں میں خود جا کر دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا حال ہے۔ جب میں گیا۔ تو لوگوں نے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے فاتح اور نجات دہندہ کہہ کر یاد کیا۔ میں خوش تو ضرور ہوا۔ مگر میں نے غرور نہ کیا۔ مجھے اپنی طاقت کا احساس تو ضرور ہوا۔ مگر میں اپنی ذمہ داری کو بھی سمجھ گیا۔ ان چاروں مقاموں میں جو ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے یکساں جوش موجزن تھا۔ میرے ساتھ میرے امین نیک اور صاف دل ہم وطن تھے جو کہ میرے ملک کی روح و رواں تھے۔ میں نے فوراً ہی اپنی مرکزی کمیٹی کو بلایا۔ اور ہم تحریک کے نقشے کے متعلق ہمراز ہوئے۔ اور یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ہماری سیاہ قمیضوں والی سپاہ Rome روما کی طرف روانہ ہو جائے۔ اُن دنوں (Milan) میلان میں ایک تقریر کرتے ہوئے میں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ کہ افسوس آخر لبرل حکومت کا سورج غروب ہو رہا ہے۔ اور (Fascism) فیسزم کی صبح نکلنے لگی ہے۔ اور اٹلی ایک نئی اٹلی بننے والی ہے۔
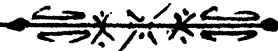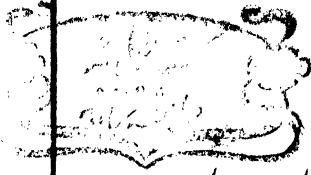
ساتواں باب
روما کی فتح

اب ہم روما (Rome) کے شہر پر چڑھائی کرنے کی طیاریاں کر رہے تھے۔ صوبوں کی حالت کا اندازہ لگاکر اور کالی قمیض والے (Black Shirts) یعنی فیسٹوں کے افسروں کی کارروائیاں دیکھ کر اور سب نقشہ تیار کرکے اور مناسب وقت خیال کرکے میں نے فلارنس (Felorence) میں بڑے بڑے فیسٹوں کو بلایا۔ اُن میں مائیکل بیانچی (Michel Bianchi) اور ڈی بونو (De Bono) اور اتالو بالبو (Italo Balbo) اور گیرائی بھی تھے۔ بعضوں نے تجویز کی کہ ہم نومبر والے دن جو جنگ میں فتح کی سالگرہ کا دن تھا۔ چڑھائی کی جاوے۔ میں نے یہ تجویز نہ مانی کیونکہ ایسے خوشی منانے والے دن ایک انقلاب کی بنیاد ڈالنی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔

ہم اپنی تحریک کو پورا موقعہ دینا چاہتے تھے۔ اور اُسے چمکانا چاہتے تھے۔ اور پورے زور سے اپنا کام کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھنا تھا کہ سیاسیات پر ہماری تحریک کا کیا اثر پڑیگا۔ اور جنگی لحاظ سے ہم کہاں تک کامیاب ہونگے ہمیں یہ بھی دیکھنا تھا کہ شاید دشمن غالب آئے۔ اور ہماری تحریک کو دبا دے۔ یا ہم ہی کوئی غلطی کر بیٹھیں۔ اور ناکامیاب ہوں۔ ہمیں تو پہلے سے ہی دیکھنا تھا کہ کس طرح

سے اور کب اور کتنی فوج کے ساتھ اور کن ذرائع سے ہم کو چڑھائی کرنی ہے۔ اور
ہمیں فتح کیسے ہوگی۔ (Naples) نیپلز میں جو فیسٹوں کا جلسہ ہوا۔ اُسے ہماری
دوسری کانگرس سمجھنا چاہیئے۔ یہ جلسہ بڑا منظم تھا۔ اور تقریریں بھی عمدہ ہوئیں۔
اور یہ بات بھی ظاہر نہ ہوئی کہ ہمارا ارادہ (Rome) روما پر چڑھائی کرنے کا
تھا۔ ہماری فوجوں نے ساری اٹلی میں ایک ہی دن مسلح ہوکر طیار ہو جانا تھا۔ اور
اُنہوں نے شہروں میں مشہور ناکوں پر مثلاً ڈاکخانہ۔ ریلوے سٹیشن۔ تھانہ۔ اور فوج
کی بارکوں وغیرہ پر پہرہ لگا دینا تھا۔ فیسٹ فوج کے دستوں نے سمندر کے کنارے
کنارے جاکر اپنے بہادر افسروں کے تحت میں (Rome) روما پر حملہ بول دینا
تھا۔ بحر (Adratic) ایڈریاٹک کی طرف سے بھی (Romogna) رومانا
(Marches) مارچ اور (Abruzzi) ابروزی کے علاقوں کے فیسٹوں نے
(Rome) روما پہنچ جانا تھا۔ ہماری یہ بھی تجویز تھی کہ (Ancona) انکونا
کو سوشلسٹوں کے پنجے سے چھڑا لیا جاوے۔ یہ تو ہم پہلے ہی کر چکے تھے جن فوجوں
نے (Naples) نیپلز میں آنا تھا۔ اُن سے بھی کہہ دیا گیا کہ (Rome)
چلے جاؤ۔ اُن کی مدد پہ ایک فیسٹ رسالہ بھی تھا جس کا کمان افسر (Cara
Donna) کاراڈونا تھا۔

جس وقت یہ فیصلہ ہوگیا۔ کہ فیسٹ فوج اب چڑھائی کرے۔ اور فوج روانہ
ہوگئی۔ تو افسروں اور سپاہیوں کے لئے فوجی قانون جاری کر دیا گیا۔ سب
اختیارات چار فوجی افسروں کو دے دئے گئے۔ جن کے نام مفصلہ ذیل تھے۔
جرنیل (De Bono.) ڈی بونو جرنیل (Vecchi) ڈی۔ وشی
جرنیل (Italo Balbo) اٹالو بالبو اور جرنیل (mich l Biandi
مائیکل بینیشی۔ میں صدر مقرر ہوا۔ اور مجھے (Duce) یا لیڈر بھی کہتے تھے۔ اور

اُن چار افسروں کے کام کا میں ہی ذمہ وار تھا۔ اور میری ذمہ واری صرف فیصلوں کی طرف ہی نہ تھی۔ بلکہ کُل اٹلی کی طرف تھی۔ ہم نے (Perugia) پروگیا کے شہر کو جو کہ (Umbria) امبریا کا دارالخلافت تھا۔ اپنا ہیڈ کوارٹر (Head quarter) بنالیا۔ یہاں بہت سی سڑکیں ملتی تھیں۔ اور یہاں سے (Rome) روما جانا آسان تھا۔ اگر بالفرض ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑتا۔ تو ہم کوہ (Appenine) اپنی نائن کو عبور کر کے دریائے (Po) کی وادی میں پہنچ سکتے تھے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ ہیڈ کوارٹر (Head quarters) بڑی ہوشیاری سے معین ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اُس پر سب لڑائی کا انحصار ہوتا ہے یہ جگہ نہایت ہی موزوں تھی۔ اور ہمارا وہاں پورا قبضہ تھا۔ ہم نے نعرہ بھی مقرر کر لیا۔ اور دیگر تفصیلات فیصلہ کر لیں۔ میرے اخبار کے دفتر میں سب خبریں پہنچا دی جاتی تھیں۔ ایماندار ہرکارے مکڑی کی طرح دوڑ رہے تھے۔ اور تانا بانا تن رہے تھے۔ میں سارا دن حکم جاری کرتا رہتا تھا۔ میں نے وہ اعلان بھی لکھا جو کہ چڑھائی شروع کرنے سے پہلے ہموطنوں کو خطاب کیا جانا تھا۔ ہمیں بہت سے دوستوں نے جو بڑے دفادار تھے۔ پہلے سے بتلا دیا تھا۔ کہ شاید لڑائی کی نوبت نہ پہنچے۔

نیپلز (Naples.) میں ایک کانگرس منعقد ہوئی تھی۔ وہاں تقریر کرتے ہوئے میں نے فیسسٹوں کے حکومت کے ساتھ تعلقات کا ذکر کیا۔ اور میں نے یہ بھی کہا۔ کہ شہر (Naples.) میڈی ٹرینین (Mediterranean) کی ملکہ ہے۔ اور وقت گذارنے کے لئے میں ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس فرضی بحث مباحثہ میں ہمارے جرنیل (Michei Bianchi) مائیکل بینچی بھی حصہ لے رہے تھے۔ اور انہوں نے (Rome) روما پر

چڑھائی بھی کر لی تھی۔ یہ جرنیل سیاسیات میں بڑا ہی ماہر تھا۔ ڈی بونو (De Bono) اور ڈی بالبو (De Balbo) پروگیا (Perugia) میں پہنچ چکے تھے۔ میں کانگرس میں شمولیت کے بعد واپس میلان (Milan.) چلا گیا۔ راستے میں بہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ اور میں نے پوری پوری طیاری بھی کر لی۔ میلان (Milan) میں جو کام کرنا تھا۔ اُس کے متعلق بھی بات چیت ہو گئی۔ اور لمبارڈی (Lombardy) کے علاقے کے دیگر مقامات پر بھی جو کچھ کرنا تھا۔ وہ ٹھیک ٹھاک کر لیا۔ چونکہ پولیس میرا پیچھا کر رہی تھی۔ میں اکثر بھولا بھالا بن بیٹھتا۔ جیسے مجھے کچھ خبر تک نہیں ہے۔ اور میں بالکل فارغ نہیں ہوں۔ تھا تو ایسا کرنا مشکل۔ کیونکہ میں نے آخر اتنی بڑی تحریک کو چلانا تھا۔ اور اس کے لئے آنا جانا ہوتا ہی رہتا تھا۔ میں شام کے وقت تھیٹر چلا جاتا۔ اور دن بھر اخبار کا کام کرتا رہتا۔

جب مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اب طیاری مکمل ہو گئی ہے۔ میں نے اپنے اخبار (Popolo'd Italia) میں اعلان شائع کر دیا۔ اور علیحدہ چھاپ کر بھی تقسیم کر دیا۔ اور دوسرے اخباروں میں بھی چھپوا دیا۔ اُس پر اُن چار جرنیلوں کے دستخط تھے۔ اُس تواریخی اعلان کا مضمون یہ تھا۔

فیسٹو اور میرے ہموطنو۔

"مضبوط مقابلے کا وقت آن پہنچا ہے۔ چار سال پیشتر ان ہی دنوں میں ہماری فوجیں جنگ عظیم کے آخری حملے کے لئے تیار تھیں۔ اور اُنہیں فتح نصیب ہوئی۔ اب کالی قمیض والی فوج (فیسٹوں سے مراد ہے) اُسی فتح کو دوبارہ تازہ کرتی ہے۔ اور سیدھی روما (Rome) پر چڑھائی کرتی ہے۔ کیونکہ فتح کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ ہماری فوج کے دو طبقے روانہ ہونے والے ہیں۔

(Fascism) فیسزم کا فوجی قانون جاری کر دیا گیا ہے۔ میرے حکم سے سب فوجی سپاہی اور سرکاری محکمہ جات کے جواب تک حکومت کے ہاتھ میں تھے۔ ایک خفیہ چار جرنیلوں کی کونسل کے حوالے کر دیئے گئے ہیں جس کے ہاتھ میں اب کل اختیارات ہونگے۔ وہ جو چاہے سو کرے۔ ہماری موجودہ حکومت کی فوجیں اور ریزرو (Reserve) وغیرہ اس جنگ میں بالکل شریک نہ ہوں۔ ہم (Vittoria Venetto) وٹوریا وینیٹو کے ماتحت جو سرکاری فوجیں ہیں۔ اُن سے ہرگز نہ لڑینگے۔ ہمارا پولیس کے ساتھ بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہمارا تو اُس سیاسی جماعت کے ساتھ جھگڑا ہے۔ جوکہ بالکل نالائق اور بزدل ثابت ہوئی ہے۔ اور اب تک چار سال کے عرصے میں بھی ایک عمدہ گورمنٹ قائم نہیں کر سکی ہے۔ جو لوگ دولت پیدا کر رہے ہیں۔ وہ جان لیں۔ کہ ہم صرف ترتیب اور انتظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے ملک کی ثروت بڑھے۔ اور قوم ترقی کرے۔ جو لوگ کھیتوں میں یا کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ یا جو ریلوں اور دفتروں میں کام کر رہے ہیں۔ اُن کو فیسٹ حکومت سے بالکل خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ اُن کے حقوق بالکل محفوظ رہینگے۔ اور جو لوگ بغیر ہتھیاروں کے ہیں۔ اور ہمارا مقابلہ نہ کرینگے۔ اُن سے ہم بڑی فیاضی سے پیش آئینگے۔

ہم تو اُن لوگوں کا خاتمہ کرینگے۔ جو ملک سے غداری کرتے ہیں۔ پانچ لاکھ آدمی جو جنگ عظیم میں کام آئے۔ ان کی روحیں اس بات کی شاہد ہیں۔ اور خدا بھی شاہد ہے۔ کہ ہم تو صرف اپنے مُلک کی عزت بچانے کی خاطر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ سوائے اس کے اور کوئی خیال ہمارا محرک نہیں ہے۔ اے اٹلی کے فیسٹو بہادر بنو اور طاقت اور جانفشانی دکھلاؤ۔ ہم جیتیں گے۔ اور ضرور جیتیں گے۔ اٹلی زندہ باد اور فیسزم زندہ باد!

دستخط چار جرنیلوں کے

رات کو خبر آئی کہ (Allessandri) السندری (Cremona) کریمونا اور (Bologna.) بولونا میں خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اور اصلاحات جنگ بنانے والے کا نفانوں اور فوج کی بارکوں پر حملہ بول دیا گیا۔ میرا اعلان بہت مختصر مگر پُر زور الفاظ میں تھا۔ سارے ملک پر اُس کا اثر ہوا۔ جھٹ پٹ ایک بڑا انقلاب ہو گیا۔ مختلف شہروں سے جو خبریں آتیں۔ اگرچہ بعض دفعہ مبالغہ آمیز تھیں مگر پھر بھی عجیب تماشہ تھا۔ ذمہ دار لوگ کہہ رہے تھے۔ کہ آخر کار ایک ایسی حکومت ضرور قائم ہوگی۔ جو واقعہ میں حکومت کرے گی۔ اور لوگ اُس کی قدر و منزلت کرینگے۔ عوام حیران تھے۔ اور کہتے تھے۔ یہ کیا ہو رہا ہے ۞

انتہا پسند اور لبرل لیڈر تو بھاگ نکلے۔ اُن پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ خوب سمجھ گئے۔ کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ہر ایک کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ فیسسٹ جیت جائینگے مجھے تو اس کا احساس دور بیٹھے ہی ہو رہا تھا۔ ہر طرف یہی چرچا تھا۔ میں نے بھی کالی قمیض پہن لی۔ اور (Popolo d Italia) کے دفتر کی حفاظت کا بندوبست کر لیا۔ اُس دن (Milan) میلان کے شہر کی عجب حالت تھی۔ سب جگہ سنسان سی نظر آتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ کہ کوئی بڑا واقعہ ہونے والا ہے۔ شاذ و نادر ہی کبھی ایسا موقعہ آیا کرتا ہے۔ بادشاہی فوج شہر میں چکر لگانے لگی۔ بازار خالی پڑے تھے۔ اور فوج کا گھومنا ایک غیر معمولی نظارہ تھا۔ سب کام بند ہو گئے۔ جب فیسسٹوں نے بارکوں اور ڈاک خانے پر حملہ کیا۔ تو اُدھر سے فوج نے گولی چلائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ بلوہ ہو گیا ہے۔ میں نے دفتر کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی طیاری کی ہوئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ حکومت اپنی زور آزمائی سب سے پہلے ہمارے دفتر سے شروع کریگی۔ صبح ہی اخبار

کے دفتر کے گرد فوج کے سپاہیوں نے حلقہ ڈال دیا۔ دونو طرف سے گولی چلی میری بندوق بھری ہوئی تھی۔ اور میں دروازہ روکے کھڑا تھا۔ ہمسایوں نے بھی دروازے اور کھڑکیاں روک رکھی تھیں۔ اور اپنے بچاؤ کی کوشش کر رہے تھے۔ گولیاں چل رہی تھیں۔ اور میرے کانوں کے پاس سے نکل جاتی تھیں۔ شاہی فوج کے ایک میجر نے مجھے بلا بھیجا۔ اور کہا کہ صلح کر لو تھوڑی بات چیت کہنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا۔ کہ فوج دفتر سے دو سو میٹر (Meter) پرے چلی جاوے۔ اور سپاہی بازار سے نکال کر چوک میں جو سو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ کھڑے کر دئے جاویں۔ یہ سب ۲۸ اکتوبر والے دن کا واقعہ ہے۔ اُسی رات پارلیمنٹ کے ممبر اور (Milan.) میلان کے بڑے بڑے سیاستدان جو مشاہیر تھے۔ اور جن میں (Conti Crespi) کانٹی کریسپی اور (De Capitani.) ڈی کپتانی جیسے مدبر بھی شامل تھے۔ میرے دفتر میں آئے اور کہنے لگے۔ کہ ایسا کام مت کرو۔ اس سے تو بڑی سخت خانگی جنگ ہو جائیگی اور اُنھوں نے کہا۔ کہ مرکزی حکومت کے ساتھ صلح کر لو۔ تو اچھا ہے۔ وزارت میں اگر ردّ و بدل ہو جائے۔ تو ملک تباہی سے بچ جائیگا +

میں ذرا مسکرایا۔ اور میں نے کہا۔ کہ یہ پارلیمنٹ کے ممبر کیسے سلے خبر ہیں۔ اور میں نے اُنہیں یہ جواب دیا۔ جناب والا۔ یہ سوال ہی نہیں۔ کہ کیا ہوگا یا نہ ہوگا۔ اور وزارت کا بھی سوال نہیں ہے۔ کہ ایسی ہو یا ویسی۔ میرا تو مطلب کچھ اور ہی ہے۔ میں تو نتیجہ خیز بات کرنا چاہتا ہوں۔ تین سال سے ہم گویا ایک کڑاہے میں تلے جا رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور جھگڑا ختم نہیں ہوتا۔ اب تو میں جب تک پوری فتح نہیں ہو جاتی۔ لڑائی نہیں چھوڑونگا۔ مجھے تو حکومت کا رویہ ہی نہیں بدلنا ہے۔ مجھے تو سالے

ملک کا نقشہ بدلنا ہے۔ پارٹیوں کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ اُن کی آپس کی لڑائی اور بات ہے۔ ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے گھر میں آزاد ہو سکتے ہیں یا نہیں کیا ہم اپنی کمزوریوں کا شکار ہی بنے رہینگے۔ اور کیا غیر ممالک کے لوگ ہم پر سواری ہی کرتے رہینگے۔ یا ہم اپنے گھر میں خود مالک ہونگے۔ میں تو لڑونگا۔ اور آخری فیصلہ کر کے چھوڑونگا۔ یہ لو ساری خبریں۔ آگ تو سارے ملک میں لگ چکی ہے۔ نوجوان اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں تو آگے بڑھونگا۔ پیچھے تو ہٹنے کا نہیں۔ نہ ہی میں کوئی سمجھوتہ کرونگا۔ اٹلی کے نوجوانوں کو کیا منہ دکھلاؤں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ہمارا آخری ہلہ ہے۔ اب تو ہم اٹلی کے نام کو دھبہ نہیں لگائیں گے۔ ہرگز صلح نہیں کرینگے۔

پھر میں نے اُنہیں وہ خط دکھلایا۔ جو اُسی دن صبح کو مجھے (De Anunnzio ڈی اننزیو کی طرف سے موصول ہُوا تھا۔ میں نے (Fuime فیوم کے بچانے والے کو جو شروع سے ہمارے ساتھ تھا۔ ایک مختصر پیغام لکھ بھیجا تھا۔ یہ خط تین جرنیل میرے پاس لے کر آئے تھے۔ کچھ سیاسی لوگوں نے اُسے سمجھایا بجھایا تھا۔ مگر اُس نے فوراً سخت جواب دیا۔ یہ دیکھئے اُس کا خط۔

پیارے مسولینی۔

سارا دن کام کرنے کے بعد تین شخص آج رات میرے پاس آئے۔ اس خط میں جو میں نے مشکل سے لکھا ہے۔ کیونکہ لوگ آتے جاتے تھے۔ وہ سچی باتیں محفوظ ہیں۔ جو کہ ایک انصاف پسند شخص بڑی سوچ بچار کے بعد خود سمجھ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ اب اٹلی کے نوجوانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیئے اور صاف دل ہو کر اُن سچائیوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔ اور وہ سچی باتیں یہ ہیں:

یہ لازمی ہے۔ کہ سب طاقتیں ایک جگہ جمع کی جاویں۔ اور اپنے مقصود کے حصول کے لئے ہمہ تن ہو کر کوشش کی جاوے۔ اور جو ہمارے ملک کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ وہ حاصل کیا جاوے۔ اس میں زبردست صبر درکار ہے بے صبری اور بے قراری سے ہمیں نجات حاصل نہ ہو سکے گی۔

یہ دوست جن کے ہاتھ خط روانہ کر رہا ہوں۔ آپ کو میرے خیالات اور میرے ارادہ کے متعلق مفصل ذکر کرینگے۔ اور ہرگز کوئی مبالغہ نہ کرینگے۔ بادشاہ سلامت جانتے ہیں۔ کہ میں ایک بڑا نمک حلال اور جوشیلا فوجی افسر ہوں۔ مگر وہ بھی اب تقدیر کے سامنے جھک جائیں گے۔ اور کچھ نہ کر سکینگے۔ فتح تو اب ضرور ہوگی۔ کوئی طاقت اب اُسے روک نہ سکے گی۔

دستخط (De Anunnzio) ڈی اننزیو

جب میں نے (Lombardy) لمبارڈی کے سیاست دانوں کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ تو میں نے اُن سے کہا۔ کہ اگر صرف ایک شخص میری مدد پر ہو یا میں اکیلا ہی رہ جاؤں۔ میں تو بھی لڑائی کرنے بغیر نہ رہونگا۔ جب تک کہ مجھے پوری فتح حاصل نہ ہو جاوے۔ جیسا کہ میں اپنے ساتھیوں کو پیشتر سے بتلا چکا ہوں جب میں نے صاف اور سخت مگر مدلل طریقے سے جواب دیا۔ تو اُن کی بالکل تسلی ہو گئی۔ وہ اپنی طرف سے صلح صفائی کرنے اور سمجھوتہ کرنے آئے تھے۔ شاید اُن میں سے کوئی نہ کوئی (Facta) فیکٹا کو جو وزیر اعظم تھے۔ دوڑ کر یہ خبر بھی دے آیا ہو۔ کہ صاحب کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ بیچارے وزیر اعظم صاحب بڑے سرگرداں تھے۔ اپنی کمزوری پر تو نظر نہ ڈالتے تھے۔ کس کو اپنے دل کا حال کہہ سناتے۔

پارلیمنٹ کا اجلاس اُن دنوں بند تھا۔ یہ قاعدہ ہے۔ کہ ایسے موقعوں

پر ایک طرف تو غم و الم گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف لوگ ہلکا پن ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ حکومت کا یہ ہی حال تھا۔ اُس نے مفصلہ ذیل اعلان شائع کر دیا۔

"کچھ صوبوں میں لوگ حکومت کے برخلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔ اُن سے حکومت کے روزمرّہ کے کام بند ہونے کا خطرہ ہے۔ اور ملک میں بدامنی پھیلنے کا ڈر ہے۔ حکومت نے بہت کوشش کی۔ کہ کسی طرح سے صلح صفائی ہو جائے اور بدامنی نہ پھیلنے پائے۔ مگر مظاہرے بند نہ ہوئے۔ حکومت لوگوں کا باغیانہ رویّہ پسند نہ کرتی ہوئی خواہش کرتی ہے۔ کہ وہ مجبور ہو گی۔ کہ کسی نہ کسی طرح اس بدنظمی کو روک دے۔ کیونکہ حکومت ایسا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے۔ اگرچہ وزارت مستعفی ہو چکی ہے۔ پھر بھی حکومت رعایا میں امن قائم کرنے کے لئے اپنے فرض کو ادا کرے گی۔ اور نظام سلطنت کو قائم رکھے گی۔ شہری لوگوں کو امن سے رہنا چاہیئے۔ اور جو قانون حکومت اس غرض سے جاری کرے اُس کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اٹلی زندہ باد۔ بادشاہ زندہ باد!

اس اعلان پر بڑے بڑے وزراء کے دستخط تھے۔

ساتھ ہی ساتھ وزراء نے ملک کی حالت بدلتے دیکھ کر اپنے محکموں کے کاغذات وزیر اعظم کے جو صدر کونسل بھی تھے۔ حوالے کر دیئے۔ وزیر اعظم صاحب نے (Rome) روما کے مدبرین سے صلاح مشورہ کیا۔ دوستوں نے مشورہ دیا۔ کہ فوجی قانون جاری کر دو۔ جب وزیر اعظم بادشاہ کی خدمت میں اُس کا مسودہ طیار کر کے لے گئے۔ تو بادشاہ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ سلامت سمجھ گئے۔ کہ کالی قمیضوں والے (Black) جو انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ وہ اُن کی تین سال کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اب

ملک میں صلح اور امن جب ہی قائم ہوگا جب ایک ہی پارٹی حکومت ہاتھ میں لے لیگی۔ بغیر اس کے کام نہیں چلے گا۔ بادشاہ نے (Facta) فیکٹا کو بلا بھیجا۔ اور کہا۔ کہ نظام نامے کے مطابق کارروائی ہونی چاہیئے۔ مگر اُس وقت تو معاملہ بہت بگڑ چکا تھا۔ سب تجویزیں بے کار ثابت ہو چکی تھیں۔ استعفے ہوئے وزیر نامزد ہوئے۔ مشورے ہوئے۔ خط وکتابت ہوئی۔ الزامات اور جوابات ہوئے کچھ نہ بنا۔ ایسے نازک وقت میں ایک اور چال چلی گئی۔ نیشنل پارٹی یعنی قومیت پسند گروہ جو ظاہرہ تو فیسسٹوں سے ملتے جلتے تھے۔ مگر اُن کے طریقے اور رستے اور ہمارے اور۔ حکومت کے دعویدار بن بیٹھے۔ اور کچھ مطالبے کرنے لگے۔

( ) سالندرا جو نیشنل پارٹی کے خاصے اچھے نمائندے تھے۔ وہ اِس بوجھ کو سر پر اٹھانے کے لئے طیار ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم فیسسٹوں کی ہر طرح سے حمایت کرینگے۔ مگر میں نے بڑے زور سے اُن کے مطالبے کی مخالفت کی۔ میں نے سوچا۔ کہ اس طرح ہم تو سب کچھ کھو بیٹھیں گے اور غلطی میں مبتلا ہو جائینگے۔ اب تو (Fascists) فیسسٹ طیار تھے۔ اور سب جگہ قومی زندگی ہماری تحریک کے زیر اثر تھی۔ اور ہم نے تو پہلے سے ہی فیصلہ کر لیا۔ تھا۔ کہ ہم کیا کرینگے۔ اور ہمارا راستہ پارلیمینٹ کے راستے سے بالکل علیحدہ تھا۔ اور ہم کیوں اپنی فتح کو جو ہمیں نصیب ہونے والی تھی۔ گڑبڑا دیتے۔ جو لوگ نیشنل پارٹی اور ہماری تحریک کو آپس میں خلط ملط کرنا چاہتے تھے اُن کو میں نے پورا پورا جواب دے دیا۔ اور کہہ دیا۔ کہ یہ بات ہونی ناممکن ہے۔ لڑائی عین اُسی طرح سے جاری رہی۔ جیسے میں نے نقشہ کھینچ رکھا تھا۔ اپنی سرگزشت لکھتے ہوئے سب واقعات کا مفصل بیان کرنا ممکن نہیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔ جیسے وقت گزرتا گیا۔ مجھے اس بات کا احساس ہوتا

گیا۔ کہ ہم ضرور غالب آئینگے۔ ہمارے دشمن بالکل گھبرا گئے تھے۔ اور تتر بتر ہوتے جاتے تھے۔ اور چپ سے ہو گئے تھے۔ ہماری (Fascist) فیسٹ فوجیں (Rome) روما کے دروازے پر پہنچ گئی تھیں۔ اور میرا انتظار دیکھ رہی تھیں۔ کہ میں ان کی رہنمائی کروں +

۲۲ تاریخ بعد دوپہر مجھے (Rome) روما سے اُن چار جرنیلوں کی طرف سے ایک ضروری ٹیلیفون آیا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ اٹلی کے بادشاہ کے ایڈی کانگ صاحب آپ کو (.Rome) روما میں بلاتے ہیں۔ کیونکہ بادشاہ کی مرضی ہے۔ کہ آپ کو وزیر اعظم بنایا جاوے۔ میں نے جرنیل (Citta-divi) ستادیینی جنہوں نے ٹیلیفون کیا تھا۔ اُن کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ کہ مجھے اس کے متعلق تار بھیج دیجئے۔ کیا پتہ ہے۔ ٹیلیفون میں دھوکا لگ جائے۔ جرنیل صاحب نے پہلے تو کہا۔ کہ یہ شاید قاعدے کے مطابق نہ ہو۔ مگر یہ خیال کر کے کہ حالات غیر معمولی ہیں۔ آخر تار دینے پر راضی ہو گئے۔ چند گھنٹے بعد ہی ایک ضروری تار میرے نام آیا۔ یہ شخصی تار تھا۔ اور اُس کا مضمون یہ تھا۔

مسولینی۔ میلان (Milan)

بادشاہ سلامت فرماتے ہیں۔ کہ آپ فوراً (.Rome) روما تشریف لے آویں۔ کیونکہ وہ آپ کو وزیر اعظم بنانا چاہتے ہیں۔ آداب

دستخط جنرل (Cittadivi) ستادیینی

اگرچہ یہ فتح تو نہ تھی۔ مگر ہم بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ میں نے (Perugia) پروگیا جہاں ہمارا (Headquarter) ہیڈکوارٹر تھا۔ اور میلان (Milan) کے کمان افسروں کو یہ خبر دے دی۔ اور اسکو اپنے اخبار کے ایک غیر معمولی پرچے میں بھی شائع کر دیا +

میری عجیب حالت تھی. میں کئی راتوں تک جاگتا رہا. میں نے اپنی (Fascist) فوجوں کو بھی حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا. میرے سر پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنا تھا. اور اپنا مدعا حاصل کرنا تھا۔ میں نے حوصلہ کر کے جو لوگ جنگ میں کام آچکے تھے. اُن کے نام کا واسطہ ڈالا. اور خدا سے مدد مانگی. اور اپنے ساتھیوں سے استدعا کی. کہ خدا کے واسطے میری مدد کرو۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء رات کو میں نے اخبار کا کام اپنے بھائی (Arnaldo.) ارنالڈو کے ہاتھ میں دے دیا. اور یکم نومبر کے پرچے میں میں نے یہ اعلان شائع کر دیا۔

"آج سے (Popolo'd Italia.) کا انتظام (Arnaldo Mussoline.) آرنالڈو مسولینی کے تحت میں دیا گیا ہے. میں برادرانہ محبت سے اُن اصحاب کا جن میں نائب مدیر اور نامہ نگار اور ملازمین اخبار اور دیگر کارکنان بھی شامل ہیں. تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں. اور انہیں آداب عرض کرتا ہوں. انہوں نے نہایت جانفشانی اور وفاداری سے اس اخبار کی اور ملک کی خاطر خدمت کی۔

(Rome) روما. ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء
دستخط مسولینی

مجھے اخبار سے جدا ہوتے ہوئے نہایت ہی رنج ہوا. یہ اخبار ہی دراصل ہماری فتح کا بڑا ذریعہ بنا تھا. میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں. کہ بھائی نے مدیر کا کام نہایت ہی خوبی اور لیاقت سے بہم پہنچایا. جب میں کام اُن کے سپرد کر چکا. تو میں (Rome) روما چلا گیا۔ کچھ سرگرم دوستوں نے

کہا کہ آپ سپیشل ٹرین میں جائیے۔ کیونکہ آپ بادشاہ کی ملاقات کے لئے جا رہے ہیں۔ مگر میں نے کہا کہ میں گاڑی کے ایک معمولی درجے میں بیٹھ کر جاؤنگا۔ کیوں خواہ مخواہ فضول میں کوئلہ خرچ کیا جاوے۔ خرچ کو کم کرنا چاہئیے حکومت کے ملازموں کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہی ہے۔ دراصل تو میں نے (Black shirts.) کالی قمیض والی۔ روما (Rome) میں اپنی فوج کا کمان افسر ہوتے ہوئے ہی جانا تھا۔ وہ فوج (Marinella) ماری نلا میں جو (Rome.) روما سے نزدیک ہی ہے۔ کیمپ ڈالے پڑی تھی۔

میری روانگی کی خبر سب جگہ اٹلی میں پھیل گئی۔ ہر اسٹیشن پر جہاں گاڑی کھڑی ہوتی۔ فسیسٹ اور دیگر لوگ میرے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔ انہیں موسلا دھار بارش کی بھی پرواہ نہ تھی۔ میلان (Milan) سے روانگی بھی پرُدرد تھی۔ میں اُس شہر میں دس سال تک رہا تھا۔ اور یہ وقت میں نے نہایت خوشی سے گذارا تھا۔ اُس شہر نے مجھے ہر طرح کی مدد دی تھی۔ اور میری فوجیں بھی اسی شہر میں طیار ہوئی تھیں۔ اور میں نے ابھی بڑے بڑے کام سرانجام دینے تھے (Milan.) میلان میں میرے چلے جانے کی خبر ہوگئی۔ اور اگرچہ میں فتح مند تھا۔ اور خوشی میں جا رہا تھا۔ مگر اُس خوشی کے ساتھ فرقت کا غم بھی ملا ہوا تھا۔

مگر یہ وقت دل کے ابال نکالنے کا نہ تھا۔ یہ تو کام کرنے کا وقت تھا اہل خانہ اور دیگر دوستوں کو خیرباد کہہ کر میں اکیلا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ رات بھر سوچتا رہا۔ اور دل میں ہزاروں امنگیں تھیں۔ اور کہتا تھا۔ کہ دیکھیں کل کو کیا ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو نظر انداز کرتا ہوں۔ میری گاڑی آخر (Rome,) روما جا پہنچی۔ وہاں تھوڑے فاصلے پر میری Faseist.

فسسٹ فوجیں Fascist (بھی پڑی تھیں۔ میں نے اُن کا ملاحظہ کیا۔ اور سب تفصیلات شہر کے اندر داخل ہونے کے متعلق طے کر لیں۔ اور جرنیلوں اور حکومت کا آپس میں میل کرا دیا۔

میرے آنے سے اُن کا جوش دوبالا ہو گیا۔ اُن نوجوان (Fascists) فسسٹوں کی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اس فتح پر بڑے ہی نازاں تھے۔ ایسی فوج سے نہ صرف اٹلی کی کمزور حکومت کو شکست دے سکتا تھا بلکہ اگر کسی قوم کا دشمن بھی چڑھ آتا۔ تو اُسے بھی شکست فاش ملتی۔ (Rome) روما میں میرا بڑا استقبال کیا گیا۔ میں بھی جلدی کرنا چاہتا تھا۔ میں سیاسی دوستوں سے ملنے سے پیشتر اپنی فوج کی طرف چلا گیا۔ میں نے سیاہ قمیص پہن رکھی تھی۔ میں بادشاہ کے حضور میں بلا تکلف چلا گیا۔ نامہ نگاروں اور اخباروں نے تو غضب ہی کیا۔ بہت کچھ لکھ مارا۔ اُس ملاقات کا میں اختصار سے ہی ذکر کرونگا۔ میں بڑے تپاک سے بادشاہ کے ساتھ ملا۔ میں نے اپنے خیالات کا کھلم کھلا اظہار کیا۔ اور اپنی تجاویز جو نظام حکومت کے متعلق تھیں پیش کر دیں۔ بادشاہ نے ان کو مان لیا۔ اور منظور فرمایا۔ میں (Savoy) سیوآئے ہوٹل میں ٹھیرا۔ اور اپنا کام شروع کر دیا۔

سب سے پہلے میں نے شاہی فوج کے کمان افسر سے یہ وعدہ لے لیا۔ کہ وہ ہماری فوج کو (Rome.) روما میں داخل ہونے کی اجازت دے اور بادشاہ اُن کا باقاعدہ ملاحظہ کرے۔ اس کے متعلق میں نے ٹھیک اور مفصل حکم جاری کر دیا۔ ایک لاکھ Black-Shirts کالی قمیض والے بادشاہ کے سامنے سے گزر گئے۔ اور انہوں نے اُن کا سلام قبول کیا۔ میں اب فتح مند ہو کر شہر میں داخل ہوا۔ میں نے فوراً ہی اپنے متعلق مظاہرے کرنے بند کروا دیئے

ہم نے کہا کہ (Fescist.) فیسٹ فوج کے کمان افسر کے حکم کے بغیر کوئی پریڈ نہ ہو۔ سب کام قاعدے اور قانون اور نظام کے تحت میں ہونے لگا۔ فوج کے افسر جو میری عزت افزائی کے لئے مظاہرے کرتے۔ میں انہیں بند کر دیتا تھا۔ فوج کو سیاسیات سے الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ ان کا وظیفہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اور ان کا کام سرحد اور قومی حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ فوج کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیئے۔ اور فوج کو بھی اپنا کام کرنا چاہیئے۔ اور بال بھر بھی ادھر اُدھر نہ ہونا چاہیئے ؛

اُس وقت اور بھی حل طلب مسائل اٹد رہے تھے۔ میں نے صرف فنانس ہی نہیں قائم کرنی تھی۔ مجھے تو سرے ہی سے اٹلی کی قومی زندگی تعمیر کرنی تھی۔ میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ میں اپنی قوم کو ایک اعلےٰ معراج پر لے جاؤنگا اور اس کی شان کو دوبالا کر دونگا ؛

(Rome.) روما پہنچتے ہی میرا ایثار جاگ اٹھا۔ اس شہر میں دو عدالتیں ہیں۔ اور دو طرح کی سیاستیں بھی ہیں۔ کئی دفعہ تو شاہی فوجوں نے اس شہر کی دیوار تلے شکستیں کھائی ہیں۔ اسی شہر میں سلطنتیں بنی اور بگڑی ہیں اور تمدن بنا اور بگڑا ہے۔ بادشاہ آئے اور گئے۔ اور یہاں ہی پرانی روما کی سلطنت قائم ہوئی۔ اور یہاں ہی عیسائیت نے فروغ پایا۔ اسی شہر نے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے کسی پارٹی یا گروہ کا نمائندہ سمجھ کر میری عزت افزائی نہ کی۔ بلکہ مجھے ساری قوم کا لیڈر اور نمائندہ خیال کیا ؛

میں مدتوں سے سوچ رہا تھا۔ کہ میں کسی سیاسی پارٹی میں شامل ہو جاؤں۔ یا حکومت میں وزارت لے لوں۔ مجھے دن رات یہ ہی خیال رہتا۔ اور رات کو سوتے وقت بھی اسی طرف خیال چلا جاتا۔ میں مختمند ہوا تھا۔

اور مجھے اس سے بھی زیادہ فتح نصیب ہو سکتی تھی۔ میں اپنے دشمنوں کو جس طرح میں چاہتا۔ اپنے سامنے سے ہٹا سکتا تھا۔ اور جنہوں نے فیسزم کو بدنام کیا تھا۔ اُن سے پورا پورا بدلہ بھی لے سکتا تھا۔ یا جن لوگوں نے اٹلی سے غداری کی تھی۔ یا جنگ عظیم میں نمک حرامی کی تھی۔ میں سب کو کچل سکتا تھا۔ مگر میں نے کچھ نہ کیا ؛

میں بڑا سخت انقلاب پیدا کر سکتا تھا۔ میرے ہاتھ کے نیچے تین لاکھ سیاہ قمیضوں والے (Black-Shirts.) تھے۔ اُن کے لیئے میری اُنگلی کا اشارہ کافی تھا۔ میں اُن کو جس کام میں لگانا چاہتا لگا سکتا تھا۔ خاص (Rome) میں ساٹھ ہزار آدمی لڑنے مرنے کے لیئے طیار رہتے۔ شہر پر چڑھائی کرنے سے تو آفت آجاتی۔ اگر انقلاب ہو جاتا۔ تو بہت خونریزی ہوتی۔ ایسے موقعہ پر مجھے بڑے سوچ بچار سے کام لینا پڑا۔ اور مجھے نتائج کا اندازہ کرنا پڑا۔ اگر میں کچھ کر بیٹھتا۔ تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ میں (Dictator.) یعنی حاکم مطلق بن سکتا تھا۔ یا ایسی وزارت قائم کر سکتا تھا۔ جس میں سب وزراء (Fascist) فیسسٹ ہی ہوتے۔ یا جس طرح فرانس میں (Convention,) کانونشن کے وقت ( ) ڈائرکٹری بنی تھی۔ ویسی بنا سکتا تھا۔ مگر میری تحریک تو بالکل نرالی تھی۔ پہلے کبھی ایسا طرز حکومت قائم ہی نہیں ہوا۔ انقلابات تو بہت ہوئے ہیں۔ مگر اس قسم کا انقلاب جس میں ایک باقاعدہ نظام مخفی ہو پہلے نہیں ہوا۔ اگر میں (Rome) روما پر چڑھائی کر بھی دیتا۔ تو بے اثر ہوتی ؛

میں اس بات کو بھی نہ بھولا۔ کہ ہمارے ہاں ایک پارلیمنٹ بھی ہے۔ اور اُس کے ممبر عجب طرح کے ہیں۔ ممکن ہے۔ وہ مجھے دھوکا دیں۔ اور وہ ہیں

بھی زمانہ ساز اور پُرانے طریقے کے لوگ خوف کے مارے۔ اگر کچھ نہ کریں۔ تو دوسری بات ہے۔ مگر کیا معلوم ہے۔ اپنا کینہ نکالیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہمارے ہاں (Scnate) سینٹ بھی ہے۔ جسے مایوسی دیکھنی پڑی ہے اُس کے ممبر میری عزت تو کرینگے۔ مگر شاید دل سے میری مدد نہ کریں۔ اُدھر بادشاہ دیکھتا رہیگا۔ کہ میں کیا کرتا ہوں۔ یا نظام نامے کے مطابق کام کرتا ہوں۔ یا نہیں ✣

ادھر کلیسیا فکر مند تھا۔ کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے دوسری قومیں ہمارے انقلاب کو مشتبہ نظروں سے دیکھتی تھیں۔ دوسرے ممالک کے بنک بھی گھبرائے ہوئے تھے۔ تبادلے کا نرخ بدل رہا تھا۔ اور بلے عتباری بڑھتی جاتی تھی۔ بھلا ایسی حالت میں ایک نیا نظام کس طرح سے قائم ہو۔ مجھے تو سب طرف نظر دوڑانی تھی۔ کئی راتیں نیند نہ آئی۔ مگر جاگتے جاگتے کئی معاملے سلجھ گئے۔ اور پہلے ۲۴ گھنٹوں میں جو کام میں نے کیا۔ وہ اس بات کا شاہد ہے

یہ انقلاب بھی نرالا انقلاب تھا۔ دوسرے انقلابوں میں تو ہجوم کے علاوہ کچھ ایسے لیڈر بھی ہوتے ہیں۔ جو بے غرضانہ کام کرتے ہیں۔ اُن انقلابوں میں دو قسم کے اور لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ جانباز بہادر اور افسردہ دماغ لوگ جنہیں۔ "انقلابی سادھو" کہنا مناسب ہوگا۔ جب انقلاب ختم ہو جاتا ہے تو عوام جو اکثر جوشیلے ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ لیڈر جنہوں نے قربانیاں کی ہوتی ہیں۔ عنان اقتدار و حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ مگر بچارے جانباز بہادر اور افسردہ دماغ لوگ جنہیں "انقلابی سادھو" کہا گیا ہے۔ وہ کہاں جاویں۔ عوام اور لیڈروں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ بس آ سب کچھ بدل جائیگا۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ انسانی طبیعت اتنی جلدی نہیں بدلا

کرتی۔ انقلابی سادھو بے تاب ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی طاقتوں کو فضول بحث مباحثے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ وہ ہی وقت اگر کسی کام کرنے میں صرف کریں۔ تو کچھ حاصل بھی ہو۔ جانباز تو صرف اپنے ذاتی مفاد کے پیچھے جا سکتے ہیں۔ وہ فتح سے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ تو پھر شورش اور انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا۔ کہ ہماری تحریک ان "انقلابی سادھوؤں" سے بچ جاوے۔ ہمیں فتح تو ہوئی۔ مگر ان انقلابی سادھوؤں کی دال نہ گل سکی کیونکہ یہ انقلاب جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں۔ بالکل نرالا انقلاب تھا۔

ایسی حالت میں میرا ایک قدم بڑا سوچ کے اُٹھتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ سب سے پہلے بدامنی دور ہونی چاہیئے۔ اور نئی حکومت بنانے سے پہلے امن و امان قائم کرنا ضروری ہے۔ امن جلدی ہی ہو گیا۔ کہیں کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا۔ ایسا تو ہوا ہی کرتا ہے۔

میں (Facta) فیکٹا کو بچانا چاہتا تھا میں نے دس بہادر کالی قمیض والوں (Black-Shirts.) کو بلا کر کہا۔ کہ تم (Facta.) فیکٹا کو حفاظت سے اپنے وطن (Pinerollo) پنرولو پہنچا آؤ۔ یہ تمہارا ذمہ ہوا چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وعدہ ایفا کیا۔ حکم تھا۔ کہ کوئی (Facta) فیکٹا سے کچھ نہ کہے۔ اور اُس کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا ملک پر قربان کر دیا تھا۔ یہ لڑکا جنگ عظیم کے وقت ہوائی جہاز کے گرنے سے مر گیا تھا ہمیں (Facta.) فیکٹا کا احترام کرنا لازمی تھا۔

میں نے اُن سے بھی جو میری مخالفت کرتے رہے تھے۔ بدلہ نہ لیا۔ اگر میں حکم نہ دیتا۔ تو میرے دشمنوں کا بُرا حال ہوتا۔ میں نے ہی حکم دیا۔ کہ

اُنہیں کچھ نہ کہا جائے۔ پھر میں نے چند ہی گھنٹوں میں وزارت بھی بنا ڈالی ہیں فیسسٹ مطلق حکومت قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں یہ نہ چاہتا تھا۔ کہ ملک میں کوئی ایک پارٹی زور پکڑ جائے۔ میں ایسے نازک موقعوں پر توازن کو بہت پسند کرتا تھا۔ میں نے سوچنے کے بعد یہی فیصلہ کیا۔ کہ حکومت Nationalist) یعنی قومی ہونی چاہیئے۔ ہاں مجھے یہ خیال ضرور تھا۔ کہ کچھ عرصے کے بعد حکومت میں صلاحیت کی ضرورت ہوگی۔ مگر میں یہ چاہتا تھا۔ کہ واقعات کی بنا پر یہ صلاحیت ہو۔ اور ذاتی ہو نہ کہ اجباری۔ مگر یہ میرا آخری تجربہ تھا۔ پرانی پارٹیوں کو آپس میں خلط ملط کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔

نئی وزارت میں پندرہ فیسسٹ تھے۔ تین (Nationalist) قومیت پسند تھے۔ اور تین ہی (Liberal) لبرل اور چھ ہردل عزیز پارٹی کے اور تین (Socialist) سوشلسٹ تھے۔ کل تیس وزیر تھے لبرل پارٹی کو میں نے بڑی فیاضی دکھلائی۔ کیونکہ اُنہوں نے حال میں ہی فیسسٹ تحریک میں اپنے ذاتی مفاد کے لئے ایک چال کھیلی تھی۔ ہردل عزیز پارٹی اور سوشلسٹوں میں سے میں نے اُن کو چنا جو قومیت پسند تھے۔ اور سازشوں میں شامل نہ ہوتے تھے۔ اپنے لئے میں نے کونسل کی صدارت اور داخلہ اور خارجہ وزارتوں کے عہدے کو پسند کیا۔ میں نے (Armando Diaz ارمانڈو ڈیس کو وزیر جنگ مقرر کیا۔ اور اُس سے کہا۔ کہ تمہیں بڑی فوج کا مالک بناؤنگا۔ جو اٹلی کی شان کے شایاں ہوگی۔ میں نے Thaondi Revel ریوآل کو بحری وزارت دی۔ اور (Federzoni) فیدرزونی کو مقبوضات خارجہ کا وزیر مقرر کیا۔

نوٹ :- تفصیل وزرا اور اُن کے نام اور عہدے دینے کی ضرورت نہیں (مترجم)

جب وزارت بن چکی تو ہیں نے چار جرنیلوں کے دستخط کرا کے مفصلہ ذیل اعلان فوج کو توڑ دینے کے لئے شائع کیا۔

تمام اٹلی کے فنیسٹو۔

ہماری تحریک کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ ہمارے لیڈر کے ہاتھ میں داخلہ اور خارجہ وزارتیں ہیں۔ اور عنان حکومت ہے۔ ہماری حکومت جو بحری اور بری ہے۔ اُن ناموں کی خاطر جنہوں نے اس حکومت کو بنایا۔ اب قوم میں امن و امان قائم کرنے کے لئے سب پارٹیوں کے نمائندے جو قوم پرست ہیں ایک جگہ جمع کرتی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کونسی فتح ہو سکتی ہے۔ اسے فنیسٹو! ہم چاروں جرنیل اپنے اختیارات کو اُس حکومت کے حوالے کرتے ہیں۔ اور آپ لوگوں نے جو بہادری اور جانثاری دکھلائی ہے۔ اُس کی قدر کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے ملک کی تعمیر میں نمایاں خدمات کی ہیں جس طرح سے آپ قومی خدمت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اُسی طرح اب آپ اپنے اپنے گھر چلے جائیے۔ کیونکہ اٹلی کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ جاؤ اپنا اپنا کام کرو۔ کیونکہ اب ہم نے تعمیری کام شروع کرنا ہے تاکہ ہمارا ملک روبہ ترقی ہو۔ جو فتح اب ہمیں نصیب ہوئی ہے۔ اُس میں کوئی کمی نہ ہونی چاہیئے۔

اٹلی زندہ باد! فیسزم زندہ باد!

دستخط چار جرنیلوں کے۔

پھر میں نے ڈی آنتزیو کے نام ایک تار بھیجا۔ اور ایک سرکلر سب صوبہ داروں اور دیگر حکام کے نام بھی بھیجا۔ ڈی آنتزیو کے نام جو تار گیا اُس کا مضمون یہ تھا۔

اگرچہ قوم میں امن و امان قائم کرنا ایک مشکل کام ہے. پھر بھی میں آپ کو تحیاتِ قلبی دیتا ہوں. ہمارا ملک خوش نصیب ہے. اور مجھے امید ہے. کہ جن بہادر فیسسٹ نوجوانوں نے اب قوم کو زندہ کر دکھایا ہے. وہ فتح کی شان کو کم نہ ہونے دینگے. مسولینی.

جو سرکلر حکام کے نام گیا. اُس کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

آج سے بادشاہ سلامت نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے عنانِ حکومت میرے ہاتھ میں دی ہے۔ امید ہے کہ سب حکام بڑے اور چھوٹے اپنے وظیفہ کو نہایت ہی ہوشیاری سے اور ملک کے مفاد کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے ادا کرینگے. میں اُن کے لئے مثال بن کر دکھلاؤنگا.

صدر کونسل و وزیر داخلہ

دستخط مسولینی.

میں نے آخر حکم دیا. کہ ۱۶ نومبر والے دن پارلیمنٹ کا اجلاس ہوگا۔ جس میں میں جو کام کر چکا ہوں. اُس کے متعلق اور جو کام میں نے کرنا ہے۔ اُس کا پروگرام پیش کرونگا۔ یہ ایک عجیب اجلاس تھا۔ ہال بالکل بھر گیا تھا. ہر ایک ممبر حاضر تھا. میرے بیانات مختصر. صاف اور پُر زور تھے. غلط فہمی کا کوئی احتمال نہ تھا۔ انقلاب کے متعلق میں نے حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا. کہ ہم حدِّ اعتدال سے باہر نہیں گئے۔ اور ہم نے بڑا ایثار دکھلایا. اگر ہم چاہتے. تو اس ہال کو لاشوں سے بھر دیتے. اور پارلیمنٹ کے دروازے بند کر دیتے. اور (Fascist) حکومت قائم کر دیتے. میں ایسا کر سکتا تھا مگر میں نے کچھ وقت کے واسطے ایسا نہیں کیا. پھر میں نے اُنکا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ہماری مدد کی تھی. اور میں نے اٹلی کے مزدوروں کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔ کہ اُنہوں نے بھی ہماری تحریک کا خوب ساتھ دیا۔ میں نے پہلی وزارتوں کے پروگراموں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کیونکہ وہ کاغذی حکومتیں تھیں۔ میں تو باتیں بنانا نہیں جانتا تھا۔ مجھے تو کام کرنا تھا۔ اور جلدی سے کرنا تھا۔ خارجہ معاملات کے متعلق میں نے پُرزور الفاظ میں کہا کہ میں وہ پالیسی اختیار کرونگا۔ جو ہمارے ملک کی شان کے شایان بھی ہو اور ہمیں فائدہ مند بھی ہو۔ غرضیکہ ہر پہلو سے میں نے یہ ظاہر کیا۔ کہ فیسزم ہی اِن مشکل سیاسی مسائل کا حل پیش کرسکیگا۔ اور آئندہ کے لئے ایک پروگرام دے سکیگا۔ آخر تقریر کو ختم کرتے ہوئے میں نے کہا

حاضرین۔ آپ کے سامنے مفصل پروگرام رکھ دیا جائیگا۔ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاں تک ہو سکے گا۔ نہیں چلونگا۔ مگر آپ کو بھی اپنا فرلیضہ سمجھنا چاہیئے ممکن ہے۔ کہ مجھے پارلیمینٹ کو دو دنوں کے لئے بند کرنا پڑے۔ یا دو سال تک بھی بند نہ کرنا پڑے۔ یہ آپ کے اختیار میں ہے ہم تو پوری طاقت چاہتے ہیں کیونکہ تب ہی ہم پوری ذمہ واری اپنے سر پر لے سکتے ہیں۔ بغیر اس کے تو کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہم کیا بجٹ دکھلا سکتے ہیں۔ خاک۔ اپنی مرضی سے اگر آپ ہمارا ساتھ دینگے۔ تو بہت اچھا۔ کیونکہ ہم اُس کی قدر کرینگے۔ یہ مدد جہاں سے بھی آئیگی قبول ہوگی۔ ممبر ہوں یا شہری لوگ سب مدد کر سکتے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ کام کسقدر مشکل ہے۔ ملک ہم سے خوش ہے۔ اور منتظر ہے۔ کہ دیکھے ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم باتیں ہی نہ بنائینگے۔ بلکہ کچھ کرکے دکھلائیں گے۔ ہمارا پہلا کام بجٹ بنانا ہوگا۔ اور ہم عمدہ بجٹ بنائینگے۔ خارجہ پالیسی ہماری امن کی ہوگی۔ مگر وہ امن جو باعزت ہو۔ ہم کرکے دکھائینگے۔ ہم اپنی قوم کی تنظیم کرینگے۔ ہمارے پچھلے موجودہ اور آگے کے دشمن خوب سمجھ لیں۔ کہ

کہ ہمارے ہاتھ میں پوری طاقت ہے۔ وہ وقت گیا جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے۔ اب تو ہماری حکومت قومیت پر قائم کی گئی ہے۔ اور اٹلی کے نوجوان اس کی پشت و پناہ ہیں۔ بلاشبہ پچھلے چند سالوں میں یہ اتحاد قائم ہوا ہے ہمارا ملک شمال سے لے کر جنوب تک اور ہمارے جزائر جن کو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ اور ہمارے مقبوضات Mediterranean میڈی ٹرینین اور بحر Atlantic. اٹلانٹک میں ہیں۔ سب کے سب متحد ہو چکے ہیں۔ اے میرے ہموطنو۔ لفاظی کو خیرباد کہہ دو۔ یاد رکھو اسمبلی تقریروں کی بہت زیادہ ہیں۔ آؤ باتیں کم کریں۔ اور کام زیادہ کریں۔ تاکہ ہمارا ملک ترقی کرے۔ اور اس کی شان بڑھے خدا مجھے میری سخت محنت کا اجر دے۔ اور مجھے فتح نصیب کرے۔

۱۸۶۱ء سے لیکر آجتک کبھی بھی ایسی پُر زور اور صاف تقریر اس ہال میں نہ ہوئی ہوگی۔ زوردار الفاظ میرے اندر سے نکل رہے تھے۔ اور میرے اگلے پچھلے روح کا نچوڑ اس تقریر میں موجود تھا۔ پارلیمنٹ کے ممبر تو اندر ہی اندر اپنے غصے کو پی گئے۔ مگر تمام ملک نے میری تقریر کو پسند کیا۔ میری نظر دور بین تھی۔ مجھے پارٹیوں یا سیاسی لیڈروں سے کچھ سروکار نہ تھا۔ میں تو قوم کو خطاب کر رہا تھا۔ قوم میری بات کو سنتی تھی۔ اور سمجھتی بھی تھی۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ جیسے جیسے یہ تحریک ملک میں پھیلے گی۔ ویسے ہی نئی اٹلی کی صبح طلوع ہوتی جائے گی۔ اور شاید ایک نئے تمدن کی صبح بھی نکلے۔

(۸)
آٹھواں باب
پانچ سال کی حکمرانی

اس انقلاب پیدا کرنے سے اور ہماری تحریک کے زور پکڑ جانے سے میری ذمہ داری بہت بڑھ گئی۔ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ میرا کام آسان یا سادہ نہ تھا اس کے لئے دور اندیش ہونا لازمی تھا۔ اور میرے فرائض بھی بہت زیادہ ہو گئے میری ایک طرح سے نئی زندگی شروع ہو گئی۔ اس کو بیان کرنے کے لئے مجھے اب دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اب یہ میری سرگزشت نہ رہی۔ ساری حکومت کی سرگزشت سمجھنی چاہیئے۔ آج سے میری زندگی مالٹو حکومت کی ان گنت کارروائیوں کا مجموعہ تھا۔ میں تو اب کسی گنتی میں نہ تھا۔ میرے کام کسی خاص شخصیت سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ میں تو اب قوم کے مفاد کو ہی سوچتا رہتا تھا۔ سمجھو میں نے اپنے آپ کو قوم میں کھو دیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ جس وقت میں نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی حکومت ڈوب رہی تھی۔ ہماری مالی حالت ناگفتہ بہ تھی: لبرل پارٹی کے ایک ممبر (Peano) پینو کہا کرتے تھے۔ کہ کوئی چھ ارب کا گھاٹا ہے۔ لوگوں کی عجیب حالت تھی۔ اور نوٹوں کے نوٹ چھاپے جا رہے تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دولت بہت سے

مگر یہ ثروت تو بالکل مصنوعی اور عارضی تھی۔ سطحے پر ستہ چلتا تھا۔ فلیبسٹ حکومت نے تر دوسرا رویہ اختیار کرنا ہے۔ چاہیئے، لوگ کچھ ہی کہتے۔ خارجہ مقبوضات میں ہماری خاصی بدنامی ہو گئی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اٹلی میں تو حد درجے کی بدنظمی پھیل رہی ہے۔ اُس سے اب کچھ نہیں بن آتا۔ جو قومیں ہم سے بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی ہمارے بر خلاف ہو گئیں۔ اور غیر قومیں جو مفرور تھیں۔ ہم سے دشمنی اور عناد کرنے لگیں۔

ہمارا طریقہ تعلیم نہایت ہی نکما اور پیچیدہ سا تھا۔ کالج اور سکول سوائے اس کے کہ صرف پڑھنا۔ لکھنا سکھلا دیں۔ لوگوں کو کسی مصرف کے نہ چھوڑتے تھے۔ قومیت کے اصولوں کو تو سکھلاتے ہی نہ تھے۔ اور اس دنیا میں رہنے کے بالکل ناقابل بنا دیتے تھے۔ حب الوطنی کا تو نام تک نہ تھا۔ تعلیم اور دیانت تو قوموں کو آگے بڑھانے کے بڑے ذرائع ہیں۔ ہماری قومی زندگی میں مقامی جھگڑے بہت تھے۔ اس لئے ہم میں پورا پورا اتحاد قائم نہ ہوتا تھا۔ حکومت کو جب ملازمتیں یا ترقیاں دینی ہوتی تھیں۔ تو مقامی حالات کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ کبھی کسی آبادی کا لحاظ کرنا پڑتا اور کبھی کسی کا۔ سیاسیات میں بڑی خرابی تھی۔ اور انتخابات کے وقت خزانہ خالی ہو جاتا تھا۔

حکومت کا تو آگے ہی دیوالہ نکل رہا تھا۔ اخراجات کم کرنے سے اور بھی خرابی ہو گئی۔ سرکاری ملازم تو پہلے سے ہی اپنے فرض کو ادا نہ کرتے تھے۔ تنخواہیں کم ہونے سے اور بھی بگڑے۔ اور ادھر سے حکومت بالکل کمزور ہو چکی تھی۔ گویا کوئی پرواہ ہی نہ کرتا تھا۔ اور نہ کوئی نگران حال تھا۔ اور ادھر فلیسٹ فوج بغیر کام کے پڑی تھی۔ وہ اگر امن میں خلل انداز ہو جاتے۔ تو غضب ہو جاتا۔

ہماری شاہی بری اور بحری فوجوں کا تو قومیت کے ساتھ کچھ واسطہ ہی نہ تھا۔ ایک طرح تو اُن کا علیحدہ پڑے رہنا تھا۔ مگر دوسری طرح ایک قسم کی ذلت کی حالت تھی۔ ہوائی جہازوں کا محکمہ تو نہایت ہی بدنظمی کی حالت میں تھا۔ اُسے زندہ کرنا مشکل تھا۔ ہمیں یہ بھول نہ جانا چاہیئے کہ (Nitti.) نیتی حکومت نے نہ صرف فوجی ہوائی جہازوں کا اُڑنا بند کر دیا تھا۔ بلکہ سماری کے جہاز بھی نہ اُڑ سکتے تھے۔ محکمہ کا محکمہ توڑ ڈالا تھا۔ اور سب موٹر اور ہوائی جہاز نیلام کر دئے تھے۔ یہ گویا قوم کی قوم کا گلا گھونٹ دینے والا معاملہ تھا۔ اُدھر روما میں ہر قسم کے فیسزم (Fascism.) کے دشمن جمع ہو رہے تھے۔ اور سیاسی پارٹیاں پہلے تو ذرا گھبرا گئی تھیں۔ جونہی عنان حکومت ہماری تحریک کے ہاتھ آ گئی۔ اب ذرا ہوشیار ہونے لگے۔ اور اپنی پرانی بے ڈھنگی چال چلنے لگے۔ اخبارات بھی ابھی تک پرانے دقیانوسی خیالوں کے شکار بنے ہوئے تھے۔ مجھے تو سب طرف نظر دوڑانی تھی۔ اور پورا پورا بندوبست کرنا تھا۔ سیاست کو نظم دینا تھا۔ تعلیم کی حالت سدھارنی تھی۔ اور فوج کا انتظام کرنا تھا۔ سرکاری ملازمتوں کو گھٹانا تھا۔ اور ملازموں کو سدھارنا تھا۔ پُرانی سیاسی پارٹیوں نے جو نقص نکال لئے تھے۔ اور فضول نقطہ چینیاں کر لی تھیں۔ اُن کی روک تھام بھی مجھے کرنی تھی۔ خارجی حملوں کو بھی روکنا تھا۔ اور اپنی (Fascist.) تحریک کو بھی نہایت عمدگی سے چلانا تھا۔ دشمنوں کو آپس میں پھاڑ کر اُن کا خاتمہ کرنا تھا۔ الغرض مجھے اپنے ملک کی سیاسی اور قومی زندگی کو ہر پہلو سے پہلے سے بہتر بنا کر دکھلانا تھا +

ایک کروڑ کے قریب ہمارے مُلک کے باشندے جو دیگر ممالک میں جا بسے تھے۔ اُن کی دیکھ بھال بھی لازمی تھی۔ ہمارے سرحدی علاقے ہم سے بدظن

ہو رہے تھے۔ اُنہیں بھی ہم راز کرنا تھا۔ ہمیں جنوبی اٹلی کے باشندوں کو جگانا تھا۔ اور سارے مُلک کے بہادر اور وفادار باشندوں کو اپنی طرف کرنا تھا۔ غور فرمایئے۔ کہ کتنا کام تھا۔ اور کتنی سردردی کرنی تھی۔ مجھے ہر بات کا فیصلہ کرنا تھا۔ اور جو کچھ میری قلم سے پہلے نکل چکا تھا۔ اُن ہی سیاسی اصولوں کو یاد کرکے مجھے پارلیمنٹ میں اپنی تقریروں کو دھرانا تھا۔ یہ سب کچھ صرف زور آزمائی ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کے لئے ایک زبردست مضبوط قوت ارادی کی ضرورت تھی۔

اخبار کا کام تو میں نے بالکل چھوڑ ہی دیا۔ اور جو کام میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُنہیں بھی بالکل ترک کر دیا۔ میں تو ہمہ تن ہو کر قوم کے تعمیری کام میں لگ گیا۔ آج بھی میں ویسا ہی ہوں۔ میں سادہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اور حکومت کا ایک وفادار خدمتگار بننا چاہتا ہوں۔ میں اپنی پارٹی کا لیڈر تو ہوں مگر میں ایک مضبوط حکومت کا لائق سردار بننا چاہتا ہوں۔ میں نے سب فالتو عیش و آرام کو چھوڑ دیا ہے۔ اور مجھے ایسا کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوا۔ ہاں صرف اپنے جسم کو پوری طاقت میں رکھنے کے لئے مجھے کھیل کود کا شوق ہے۔ اور اُس شوق کو میں پورا کر لیتا ہوں۔ ان چھ سالوں کے عرصہ میں سوائے سرکاری ضیافتوں میں شامل ہونے کے میں کبھی کسی امیر کے گھر یا کسی کیفی (Cafe) میں کھانا کھانے نہیں گیا۔ میں نے تھیٹر جانا بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ وہاں جانے سے میرا شام کا وقت ضائع ہوتا ہے۔

میں سب قسم کی کھیلوں کو پسند کرتا ہوں۔ میں بڑے اطمینان سے موٹر چلاتا ہوں۔ اور میں نے بڑے لمبے سفر کئے ہیں۔ اور اس قدر تیز

چلاتا ہوں کہ میرے دوست ہی نہیں ۔ بلکہ پرانے تجربہ کار موٹر چلانے والے بھی حیران ہوتے ہیں ۔ میں ہوائی جہاز میں اُڑنا بہت ہی پسند کرتا تھا ۔ اور میں بہت دفعہ اُڑا ہوں ۔ اُدھر مجھے حکومت کا سارا کام کرنا پڑتا تھا اور ساتھ ہی مجھے ہوائی جہاز چلانا سیکھنا پڑتا تھا ۔ کیونکہ میں نے لائسنس Licence بھی لینا تھا ۔ میں ایک دفعہ پچاس (Metre) میٹر کی بلندی سے گرا ۔ مگر پھر بھی میں نے اُڑنا نہ چھوڑا ۔ موٹر چلانے کا تو مجھے بڑا ہی شوق ہے ۔ اور بڑا مزا آتا ہے ۔ مجھے گھوڑے کی سواری بھی بڑی اچھی لگتی ہے ۔ بشرطیکہ گھوڑا اچھا ہو ۔ اور میں کبھی کبھی گتکا بازی بھی کر لیتا ہوں ۔ اور مجھے یہ کھیل سب سے زیادہ پسند ہے ۔ علاوہ بریں مجھے (Violin) وائیولن بجانے کا بڑا شوق ہے اور میں اکثر اس طرح بھی اپنا دل خوش کر لیتا ہوں ۔ مجھے مطالعہ کرنا ہوتا ہے ۔ تو میں ڈانٹے (Dante) کے اشعار اور (Plato) افلاطون کا فلسفہ پڑھ لیتا ہوں ۔ مجھے اور کھیلیں پسند نہیں ۔ میں شراب بالکل نہیں پیتا ۔ نہ ہی تمباکو نوشی کرتا ہوں ۔ اور نہ ہی تاش وغیرہ کھیلتا ہوں ۔ جو لوگ کھیل کود میں روپیہ اور وقت ضائع کرتے ہیں ۔ اُن پر مجھے بڑا ترس آتا ہے ۔ مجھے کھانے پینے کا زیادہ شوق نہیں ہے ۔ کچھ سالوں سے تو میری خوراک بالکل سادہ ہے جیسے غریبوں کی ہوتی ہے ۔ ہماری زندگی کا سہارا دراصل ہمارے اندرونی جذبات ہیں ۔ مجھے دولت کا بالکل لالچ نہیں ۔ مجھے تو اُن چیزوں سے محبت ہے ، جو ہماری تمدنی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ۔ اور جن میں میرے ملک کا مفاد مخفی ہو ۔

مجھے اپنے اوپر بڑا ہی بھروسہ ہے ۔ اسی وجہ سے میں کوئی رعایت یا سمجھوتہ پسند نہیں کرتا ۔ میں اپنے دشمنوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا ۔ اور

اُن کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ جو میرے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ میں اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ اپنے سیاسی خیالات میں محو ہوں۔ یا تیز وطرار ہوں۔ مجھے کیا؟

اٹلی کو ایک بدلہ لینے والے کی ضرورت تھی۔ اور کسی نے تو اُس کے سیاسی اور روحانی احساسات کی ترجمانی کر لی تھی۔ سو میں نے کر دی۔ زخموں پر نشتر تو چلنے ہی تھے۔ اور یہ کوئی معمولی عمل نہ تھا۔ بہاؤ کے برخلاف جانا کوئی آسان کام تو نہیں ہے۔ اُن خرابیوں کا علاج تو لازمی ہی تھا۔ جو ہماری قومیت کا ستیاناس کر رہی تھی۔ سیاسی موت سے ملک کو بچانا تھا۔ اور جب تک قوم کی رگوں میں نیا خون نہ چلتا۔ قوم زندہ کس طرح رہتی۔ برسوں سے انتخابات ایک بچوں کا کھیل بن رہے تھے۔ اور ہماری بے حرمتی ہو رہی تھی۔ ملک تباہ ہو رہا تھا۔ مجھے تو چاروں طرف دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ اور میرے سے دشمن بھی بہت ہو گئے تھے۔ یہ سب کچھ میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے تو سب سے لڑنا تھا۔ اور پوری طرح سے لڑنا تھا۔ ایسی حالت میں مجھے ہر پہلو کو دیکھنا تھا۔ اور مجھے باقاعدہ ترتیب وار کام کرنا تھا۔ تب ہی تو ایک حکومت کا تعمیری کام انجام دیا جا سکتا تھا۔ تجویزیں اور تدبیریں ایک کنارے رکھ چھوڑنی تھیں۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانا تھا۔ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۲۷ء تک میری اصلی سرگزشت تو میرے کام ہیں۔

مجھے کبھی بھی یاس یا نا امیدی نہیں ہوئی۔ میں نہ تو مایوس ہوتا تھا۔ نہ ہی خوشی میں پھول جاتا تھا۔ سیاست دان کو ان ہر دو ضدین سے آزاد ہونا چاہیئے۔ میں سمجھ گیا تھا۔ کہ ایسا کرنا نہ ہی میرے لئے مضر ہو گا۔ بلکہ اُس میں میرے ملک کی بھی بدنامی ہو گی۔ اور میں اپنے ملک کو حد سے زیادہ پیار

کرتا تھا۔ مجھے تو اپنے ملک کے لوگوں کو سدھارنا تھا۔ اور انہیں بہتر بنانا تھا۔ میری خانگی پالیسی کیا تھی۔ اور میں کیا کرنا چاہتا تھا۔ اور میں نے کیا کچھ کیا۔ اب کھول کر بیان کرتا ہوں۔ آئے دن چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا۔ سیاسی پارٹیوں کا تو کچھ حساب ہی نہ تھا۔ کسانوں میں خانہ جنگی تھی۔ روز خون خرابہ ہوتا رہتا تھا۔ اخبارات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا دیتے تھے۔ پارلیمنٹ کے اندر بھی لڑائی جھگڑے اور سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ کبھی کوئی زور میں آجاتا کبھی کوئی۔ بحث مباحثے اور فضول کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایسی خراب حالت سے (Fasisct) تحریک نے گری ہوئی قوم کو اُٹھایا اور متحد کیا۔ میں تو اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ مگر زمانہ ضرور انصاف کریگا۔

۱۶ نومبر ۱۹۲۲ء کو جو تقریر میں نے پارلیمنٹ میں کی۔ اُس میں ۳۰۶ ووٹیں میرے حق میں تھیں اور ۱۱۶ برخلاف۔ میں نے پورے اختیارات مانگے تھے۔ وہ مجھے مل گئے۔ میں نے لڑائی بند کر دی۔ اور صلح ہو گئی۔ مجھے اب (Fascist) فوجوں کا سوال حل کرنا تھا۔ سپاہی میرے زیر اثر تھے وہ بلاشبہ بڑے بہادر اور جان نثار اور وفادار ثابت ہوئے تھے۔ ہماری تحریک پوری طرح سے کامیاب ہو چکی تھی۔ اب وہ فوجیں کس کام آئیں۔ اگر میں انہیں فوراً ہی ہٹا دیتا۔ اور کہہ دیتا۔ کہ تم جاؤ۔ کھیلو اور کودو۔ تو بہت ہی بُرا معلوم ہوتا تھا۔ یہ سپاہی میرے دلدادہ تھے۔ اور میری بڑی عزت کرتے تھے۔ وہ نہ ہی صرف بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ بلکہ بڑے ہی حب الوطن اور ایثار والے تھے۔ ابھی کچھ خطرہ بھی تھا۔ اور ضروری تھا۔ کہ انہیں صاف جواب نہ دے دیا جائے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا۔ کہ

ایک قومی فوج ہونی چاہیئے۔ جو ملک کی محافظ ہو۔ اُس کے افسر بھی نہایت ہی لائق اور تجربہ کار ہونے چاہیئیں۔ اور اُن کے فرائض بھی معین کئے جانے چاہیئیں۔ یہ افسران لوگوں میں سے چُنے جائیں۔ جو یا تو جنگ عظیم میں لڑ چکے ہوں۔ یا جو فیسسٹ انقلاب میں حصّہ لے چکے ہوں۔ میں نے اعلان کر دیا کہ فیسسٹ حکومت کے زمانے میں سب بے قاعدگی اور بدنظمی دور ہو جانی چاہیئے۔ میں نے یہ بھی عقل کی کہ فیسسٹوں کو قومی فوج، جو کہ قوم کی حفاظت کا کام کریں۔ بنا دیا۔ گویا ایسا کرنے سے ایک تو طاقت ہمارے ہاتھ کے نیچے رہی۔ اور دوسرے جب کبھی میں چاہتا۔ اُس فوج سے کام لے سکتا تھا مجھے جب اختیارات مل گئے۔ تو میں نے ایک بڑی کونسل بنا دی جو کہ ایک سیاسی ادارہ تھا۔ مجھے ایسا کرنے کی خاص ضرورت پڑی کیونکہ ایسا ادارہ جو خالص فیسسٹ تھا۔ ہمارے ملک کی پرانی دقیانوسی سیاسی پارٹیوں سے بالکل علیحدہ بھی اور اُن سے بہتر اور بالاتر بھی تھا۔ بہت سے سوال پیدا ہوتے تھے۔ اور اُن کو میں نے حل کرنا ہوتا تھا۔ حکومت کا کام بڑا پیچیدہ تھا۔ اور میں کبھی اس بات کو بھول نہ جاتا تھا۔ کہ پچھلے تین سالوں میں فیسسٹ جن کا میں سردار تھا۔ اٹلی کی گلیوں میں بڑی بہادری سے لڑے تھے۔ اور وہ اس واسطے نہیں کہ حکومت ہاتھ میں لیں۔ بلکہ اس لئے کہ قوم کے اندر نئی روح پھونکیں۔ یہ کونسل اصل میں ہماری تحریک کو چلانے کے لئے قائم کی گئی تھی۔ اور جو انقلاب ہم نے پیدا کیا تھا۔ اب اُسے عملی جامہ بھی پہنانا تھا کونسل کے اندر سب قسم کے لوگ داخل کئے گئے۔ اُن میں فیسسٹ بھی تھے۔ اور وزیر بھی تھے۔ اور مختلف خیالوں کے لوگوں کے نمائندے بھی تھے۔ ہر پیشہ کے لوگ موجود تھے۔ یہ کونسل بڑی کامیاب ہوئی۔ میں اس

کونسل کا صدر ہوا کرتا تھا۔ اور کونسل کی مختصر کارروائی جو اخباروں میں نکلا کرتی تھی۔ وہ اکثر میرے ہاتھ کی لکھی ہوتی تھی۔ یہ کارروائی بڑی سوچ کے بعد لکھی جاتی تھی۔ اور اس میں ہماری قومی زندگی کا نقشہ اور ہمارے ملک کی پوری پوری حالت بیان کی جاتی تھی۔ گویا ہماری تحریک کا ماحصل اُس میں آجاتا تھا۔ اس کونسل نے پانچ سال کے عرصے میں نمایاں خدمات کیں۔ اور میری مرضی ہے۔ کہ اِسی کونسل کو آئین ساز کونسل کا نام ہی دے دیا جائے۔

سب سے پہلا سوال جو حل طلب تھا۔ وہ پولیس کو متحد کرنے کا تھا۔ ہماری پولیس کئی طرح کی تھی۔ ایک تو معمولی پولیس تھی جس کے دو حصے تھے ایک سیاسی اور دوسری انتظامی۔ اور تیسری شاہی پولیس تھی۔ اور چوتھی بادشاہ کی حفاظت کے لئے خاص پولیس بھی تھی۔ یہ آخری پولیس (Nitti) نیتی حکومت کے زمانے میں بنی تھی۔ اور جو لوگ لڑائی سے لوٹے تھے۔ اُن کو بھرتی کر کے بنائی گئی تھی۔ اور کسی مصرف کی نہ تھی۔ سب سے پہلے تو میں نے اُس پولیس کو ہٹا دیا۔ کچھ نہ ہوا۔ اور معاملہ رفع دفع ہو گیا دو شہروں میں یعنی (Torino) تورینو اور (Milano) میلانو میں کچھ شورش ہوئی۔ میں نے سخت حکم جاری کر دیا۔ میں نے چند افسروں کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اور بعضوں کو ٹیلیفون پر کہہ دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو دلی جاؤ۔ دو چھ گھنٹے میں آرام ہو گیا۔ چالیس ہزار کے قریب آدمی اس پولیس میں تھے۔ اُن کو ایک دم ہٹا دیا گیا۔ مگر شورش ہونے سے صرف ہم آدمی مرے۔ اور کوئی دس آدمی زخمی ہوئے۔ جو افسر موقوف ہوئے۔ وہ اور ادارہ دن بایں چلے گئے۔ یا کسی اور کام میں لگ گئے۔ اور سپاہی اپنے

گھر چلے گئے۔ اور کچھ بھی نہ ہوا۔

ہمارے ہاں کے (Freemason) فری میسن جو زمانے کی چال دیکھ کر چپ بیٹھ گئے تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ فلبسٹ زوروں میں ہیں۔ اُن کی دال نہ گلے گی۔ ذرا بپھر جا گئے۔ اور میرے اور میری تحریک کے برخلاف احمقانہ حرکتیں کرنے لگے۔ کونسل کے جلسے میں میں نے اعلان کر دیا۔ کہ جو لوگ فلبسٹ ہیں۔ وہ فری میسن سوسائٹی کے ممبر نہیں ہو سکتے۔ جس زمانے میں میں سوشلسٹوں کا لیڈر رہا تھا۔ تب بھی میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور فلبسٹوں کو سوشلسٹ بننے سے روک دیا تھا۔ ہمیں اس بات کو بھولنا نہ چاہیئے۔ کہ فری میسن ایک خفیہ سوسائٹی تھی۔ جو ہمارے ملک کی سیاسیات کو گندہ کرتی تھی۔ اور روپیہ دیکر ملک فروشی کرتی تھی۔ اس کا کام دوسروں کی مدد کرنا یا ہمدردی کرنا ہرگز نہ تھا۔ اور جو لوگ اس سوسائٹی سے مستفید بھی ہوتے تھے۔ وہ بھی کہتے تھے۔ کہ یہ سوسائٹی خوشامدیوں اور خود پسندوں کی ہے۔ جو سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اور رعایت سے کام بنتے ہیں۔ لیاقت اور اخلاق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں تو اُن کے برخلاف جنگ کرتا ہی رہا۔ اور مجھے بڑی تکلیف بھی ہوئی۔ مگر میں اپنی سمجھ میں بڑا ہی اچھا کرتا رہا۔

۱۹۲۲ء میں بڑی مشکلوں سے میں نے فلبسٹوں اور (Nationalist) "قومیت پسند" پارٹی کا آپس میں میل کرا دیا۔ یہ دونوں پارٹیاں خود بھی کچھ دنوں سے آپس میں مل کر قومی خدمت کرنے کا سوچ رہی تھی۔ مگر حالات ایسے تھے۔ کہ میل نہ ہو سکا۔ جب ہماری تحریک کامیاب ہو گئی۔ اور جب ہم نے دیکھا۔ کہ قومیت پسند پارٹی ہر طرح ہمارے ساتھ ہے۔ تو متحد ہو جانا عین عقلمندی تھی۔ اور سیاسی لحاظ سے بھی اچھا ہوا۔ کالی قمیضوں والوں اور نیلی

قمیضوں والوں (قومیت پسند پارٹی کی وردی) کا مل بیٹھنا اور ملک پر قربان ہونا ایک معجزہ تھا۔ اٹلی کے مستقبل کے لئے یہ نہایت ہی اچھا ہوا۔ یہ اتحاد بڑا مبارک تھا۔

اپریل ۱۹۲۳ء میں شہر (Turin.) ٹیورن میں ہر دلعزیز Popular پارٹی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اٹلی میں اکثر ایسی کانگرسیں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ زبانی جمع خرچ ہوتا رہتا۔ کچھ نتیجہ نہ نکلتا تھا۔ یہ کانگرس فیسسٹ حکومت کے متعلق بحث مباحثہ کرتی رہی۔ اور گھوم گھام کر اکثریت کی رائے سے یہ طے پایا۔ کہ کچھ نہ کچھ فیسسٹ حکومت کی مخالفت لازمی ہے۔ وزارت میں کچھ ہر دلعزیز پارٹی کے ممبر بھی تھے۔ یہ بھی کانگرس میں موجود تھے۔ جب اجلاس ختم ہوا۔ تو یہ بیچارے بڑے گھبرائے۔ میں نے اُن کے سامنے کل معاملہ رکھ دیا۔ اور کہا۔ کہ آپ کی پارٹی کا ایسا خیال ہے سگے اِدھر اُدھر کی باتیں بنانے۔ کوئی کچھ کہتا۔ اور کوئی کچھ۔ مجھے تو صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کہ ایسا ہونے سے کام بگڑ جائیگا۔ میں نے اُنہیں مشورہ دیا۔ کہ آپ وزارتوں سے مستعفی ہو جائیے۔ تاکہ پارلیمنٹ میں آپ میں اور فیسسٹ پارٹی میں ناچاقی واقعہ نہ ہو۔

یہ بات مجھے پہلے سے ہی معلوم تھی۔ کہ فیسسٹوں کی اُن سے نہیں نبھے گی۔ ابھی بہت سے لوگ تھے۔ جو ہمارے برخلاف تھے۔ بہتیروں کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ فیسسٹوں پر غالب آجائینگے۔ مگر ہم تو سیدھے اور باقاعدہ چل رہے تھے۔ بہت سے ایسے لوگ میرے پاس آئے۔ جو ٹیڑھی چالیں چلنا چاہتے تھے۔ مگر میں کب مانتا تھا۔ بھلا کبھی کوئی فولاد کو بھی موڑ توڑ سکتا ہے۔

۱۹۲۳ء میں پہلی دفعہ (Labour-Day) (مزدوروں کا دن) والے دن خیریت گزری۔ لوگ آرام سے کام کرتے رہے۔ پہلے ہڑتالیں ہوا کرتی تھیں۔ اب کے نہ ہوئیں۔ پھر میں عوام کے جذبات کا پتہ لگانا چاہتا تھا۔ اور دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ لوگوں کے دلوں پر ہماری تحریک کا کیا اثر ہوا ہے۔ میں سب سے پہلے میلان گیا پھر (Romagne) رومین گیا۔ اور بعد میں (Venice.) وینس۔ (Padua) پیڈوا۔ (Dicenza) وی سنزا (Sicily.) سسلی اور سارڈینیا (Sardina.) گیا۔ اور اس کے بعد میں (Piacenza) پیاسنزا اور فلارنس بھی گیا۔ ہر جگہ میرا پرجوش استقبال کیا گیا۔ نہ ہی صرف فیسٹوں نے بلکہ اٹلی کے کل باشندوں نے میری قدر کی اب لوگوں کو پتہ چل گیا۔ کہ ہمارے اوپر فیسٹ حکمران ہیں۔ اور میں ان کا لیڈر ہوں۔

کالی قمیض والوں نے حسب معمول بڑے جوش سے مجھے اپنا لیڈر سمجھ کر میرا استقبال کیا۔ وہ مجھے مدت سے جانتے تھے۔ ایک وقت میں انکا سردار تھا۔ پھر میں اخبار میں ان کے واسطے لڑتا رہا۔ اور اس لئے میں مشہور ہو گیا تھا۔ اٹلی کے لوگ فطرتاً لڑاکے واقعہ ہوئے ہیں۔ مگر میرے ساتھی مجھے اچھی طرح جان گئے تھے۔ اور ہم مل کر کام کرتے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں پر صرف فخر ہی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ ان کا بڑا احسان مند تھا۔ وہ اس قدر سرگرم تھے۔ کہ میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ ان کے جذبات کو ابھارا نہ جائے۔ میرے ہموطن سمجھ گئے تھے۔ کہ انہیں اصلی آزادی مل رہی ہے سیاسی پارٹیوں نے انہیں گمراہ کر رکھا تھا۔ اور وہ بچارے پس گئے تھے۔ وہ مجھے کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ اور مجھے اس سے بڑی خوشی ہوتی تھی۔

اُن ہی دنوں میں میری مخالفت شروع ہوگئی۔ میں تو صلح و آشتی چاہتا تھا۔ مگر دشمنوں کی تسلی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اخبار Corrier کوریئر کے زیر اثر بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مجھ پر تہمتیں لگانے لگے۔ اور بیہودہ بکنے لگے۔ میں نے انتخاب کے قاعدوں کو بدل دیا۔ کیونکہ تناسب کے قاعدے سے جو چُناؤ ہوتا تھا۔ اُس میں بڑا خطرہ تھا۔ ہر دل عزیز پارٹی اور جمہوریت پسند اور لبرل سب میرے برخلاف تھے۔ میرا ایسا کرنے سے میرے دشمن اور بھی زیادہ ہو گئے۔ تفصیل آگے چل کر بیان کرونگا ؎

اُسی اثنا میں فلیسٹوں پر حملے ہونے شروع ہو گئے۔ یہ سال بڑا آفت کا نکلا۔ مجھے آرام سے بیٹھنا نہ ملا۔ ایک تو ہماری تحریک کی اندرونی حالت اچھی نہ تھی۔ لوگ دھوکہ دیتے اور سازشیں کرتے رہتے تھے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ پارٹی کے اندر پارٹی بازی کے کیا معنے! ہماری تحریک تو واحد تحریک تھی۔ خیالات کا اختلاف تو ممکن تھا مگر ایک ہی نظام اور ایک ہی لیڈر کا ہونا بالکل لازمی تھا۔ اس تحریک میں تو کالی قمیض والے اور اُن کا سردار ہیں اور کچھ نہیں۔ میری طاقت کا راز یہ ہی تھا۔ ہماری سیاسی پارٹیوں میں جو لڑائی جھگڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ کوئی اصولی اختلاف پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔ لوگ خود غرض اور بے ایمان ہوا کرتے ہیں۔ یا اندر ہی اندر انہیں کوئی اکساتا رہتا ہے۔ ہمارے ملک میں تو فری میسن (Freemason) اس حرکت کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان باتوں کا بھی پورا پورا بندوبست کیا۔ میں کبھی نرم نہ ہوتا تھا۔ جب پارلیمنٹ بڑے بڑے قانون پاس بھی کر دیتی۔ میں اجلاس برخاست کر دیتا۔ پھر جب مجھے اختیارات مل جاتے۔ تو میں نیا انتخاب کروا دیتا

تھا۔ چنانچہ میں نے اعلان کر دیا۔ کہ ۶ اپریل ۱۹۲۴ء کو نیا انتخاب ہوگا۔ ایسا کرنے سے سیاسی دنیا میں خاموشی چھا جاتی تھی۔ پارٹیاں اپنا اپنا کام کرنے لگ جاتیں۔ اور انتخاب میں مشغول ہو جاتیں۔ انہیں ووٹوں کی فکر پڑ جاتی اور ہر پارٹی یہ ہی کوشش کرتی۔ کہ اُن کے زیادہ سے زیادہ نمائندے پارلیمنٹ کے لئے چُنے جاویں ۔

انتخابات کو تو بچوں کا کھیل سمجھنا چاہیئے۔ اور نمائندے تو بچوں جیسی کتیں کرتے تھے۔ ممبر بننے کی خاطر اور آنریبل (Honorable) ہونے کی خاطر ہر طرح کے نامناسب اور بیہودہ حرکتیں کرتے تھے۔ ہماری تحریک اس سوانگ بالفعل انتخاب کو پسند نہ کرتی تھی۔ ہم نے قومی خدام کی ایک فہرست طیار کر والی۔ جس میں بڑے آزمودہ کار اور وفادار فسسٹ رکھے گئے۔ اور اُن کے علاوہ اُن لوگوں کے نام بھی درج تھے۔ جنہوں نے مُلک کا نام روشن کیا تھا۔ اور نمایاں قومی خدمات کی تھیں۔ اس فہرست میں اُن لوگوں کا بھی نام تھا۔ جو ہماری مخالفت کرتے رہے تھے۔ مگر خادموں میں سے تھے۔ اس فہرست میں اُن لوگوں کا بھی نام تھا۔ جو ہماری مخالفت کرتے رہے تھے۔ مگر خادموں میں سے تھے۔ اس فہرست میں اُن لوگوں کے نام بھی تھے۔ جو پہلے صدر کونسل رہ چکے تھے۔ مثلاً اُر (Orlando.) اورلینڈو اور (De Nicola) ڈی نکولا وغیرہ۔ مگر زیادہ تعداد نئے آدمیوں کی تھی اس فہرست میں دو سو نام ایسے لوگوں کے تھے جو جنگ میں لڑ چکے تھے۔ دس کے پاس سونے کے تمغے تھے۔ ایک سو چودہ کے پاس چاندی کے تمغے تھے۔ اور اٹھانوے کے پاس تانبے کے تمغے تھے۔ اسّی وہ تھے۔ جو لڑائی میں زخمی ہوئے تھے۔ اور جن کے ہاتھ پاؤں نہ تھے۔ اور

چونتیس رضاکار (والنٹیر) تھے۔ یہ فہرست زیادہ تر اُن اشخاص سے مشتمل تھی جو جنگِ عظیم میں فتح پاکر واپس آئے تھے۔

سوشلسٹ اور کمیونسٹ جو آپس میں بٹے ہوئے تھے۔ مقابلے پر اڑ گئے اور ہر دل عزیز پارٹی اُن کے ساتھ شامل ہو گئی۔ مگر ۶ اپریل والے دن جو انتخاب ہوا۔ اُس میں (Nationalist.) قومیت پسند بڑی کثرت سے منتخب ہوئے۔ اُنہیں پچاس لاکھ ووٹ ملے۔ اور باقی سب پارٹیوں کے نمائندوں کو ملا کر کل بیس لاکھ ووٹ ملے۔ گویا ہمیں بڑی کامیابی ہوئی۔ اور لوگ ہماری طرف تھے۔ میں نے اپنے مخالفوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ میں انہیں دِق تو کر سکتا تھا۔ مگر میں نے ایسا نہ کیا۔ میں تو خود میلان میں بیٹھے بیٹھے یہ سیاسی لڑائی لڑتا رہا۔ میں تو کچھ ایسی پرواہ نہ کرتا تھا۔ انتخابات کیسے ہی ہوتے۔ مجھے تو یہ دیکھنا تھا۔ کہ اٹلی کے ہر شہر میں کتنے National Fascist.) نیشنل فسیسٹ انتخاب کئے جاتے ہیں۔ عوام کے میری طرف ہونے سے میرے لئے حکومت کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب میں روما واپس گیا۔ میرا بڑا ہی استقبال ہوا۔ جیسے کوئی لڑائی جیت کے آیا ہو۔ جب میں محل کے بالاخانے سے شہر کے لوگوں کو آداب بجالایا۔ تو میں نے ایک طرح سے نئے اٹلی کو مبارکباد دی۔ جہاں لوگ اس قدر وفادار ثابت ہوئے تھے میں اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ پارٹیاں چاہے مر جائیں۔ مگر ہمارا ملک زندہ رہنا چاہیئے۔ ۲۴ مئی والے دن ستائیسویں آئین ساز مجلس کا افتتاح ہوا بادشاہ سلامت نے ایک پُراثر تقریر کی۔ یہ اجلاس ایک شاندار اجلاس تھا۔ جو لوگ ملک فروش تھے۔ وہ کسی نہ کسی وجہ سے حاضر نہ ہوئے۔ یہ اجلاس خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جو بہادر جنگ میں لڑے تھے۔ اور جن

کی وردیوں پر تمغے چمک رہے تھے۔ اُن کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ جہاں پہلے سیاسی سازشیں ہُوا کرتی تھیں، وہاں اب نئی زندگی پائی جاتی تھی۔ گویا اٹلی زندہ ہو رہی تھی۔ اور ترقی کے راستے پر گامزن تھی۔

یہ دیکھ کر سوشلسٹ تو بڑے جلے۔ وہ دل سے جنگ کو نفرت کرتے تھے۔ اور اُنہیں ہماری فتح پسند نہ تھی۔ پرانے پارلیمنٹ کے ممبر اس بات کو پسند نہ کرتے تھے۔ کہ نوجوان ممبر بنیں۔ بھلا پارلیمنٹ کے اندر سنہری تمغوں سے سجے ہوئے بہادروں کا کیا کام تھا۔ نئی اور پرانی اٹلی کا جنگ اب پارلیمنٹ میں ہونے لگا۔ اگرچہ فیسسٹوں کو فتح بھی نصیب ہو چکی تھی۔ پھر بھی پرانے لوگ لڑائی پر تلے رہے۔ ہماری فتح نہ ہی ہر شہر کے بازاروں اور گلیوں میں نمایاں تھی۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں بھی موجود تھی۔ میں نے یہ دن اس لئے چُنا تھا۔ کہ عین اُسی دن کئی سال پہلے ہم جنگِ عظیم میں شامل ہوئے تھے۔ پرانا قصہ اب ختم ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد پارلیمنٹ کے اندر پھر بحث مباحثے ہونے لگے۔ نئی وزارت بنی تھی۔ سوشلسٹ جو ۲۴ مئی والے دن غیر حاضر تھے۔ پھر آ گئے۔ جوش پھیل رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا۔ کہ ہمیں سیاسی زندگی کو خصوصاً پارلیمنٹ کے طریقِ عمل کو بدلنا ہوگا۔ یہ نوٹ ظاہر ہی تھا۔ مجھے اجلاس کو قابو میں رکھنے کے لئے بڑی محنت اور صبر سے کام لینا پڑا۔ (Carlo Deloroicx) کارلو ڈیلورلائے نے ایک تقریر ۲ جون والے دن کی۔ آپ اندھے تھے۔ اور جنگ میں لڑ چکے تھے۔ میں نے اُن کی تقریر کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرے دن میں نے اپنے مخالفوں کی تقریروں کا جواب دیا۔ میں نے اُن کی دلائل کو توڑا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اُنہیں تعمیری کام کرنے کی صلاح دی۔ اور اُن فیسسٹوں کے رحجان

کا واسطہ ڈالا۔ جو شہید ہو چکے تھے۔ اور میں نے کہا۔ کہ ہم اٹلی کے لوگوں کے نمائندے ہیں۔ ہمیں آپس کے جھگڑے قضیئے بالکل بھلا دینے چاہئیں۔ تاکہ ہمارا ملک آنے والے زمانے میں مضبوط اور زبردست بن جائے مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ میں ممبران کو یہ بھی جتلا دوں کہ ہمیں اعتدال پسند ہونا چاہیئے۔ اور آرام سے بیٹھ کر انصاف کرنا چاہیئے۔ میری دلی خواہش تھی۔ کہ ملک میں امن و امان رہے۔ مگر میری تقریر کی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔ اور لوگ جوش میں آ گئے۔ اور کھلبلی سی مچ گئی۔ پھر ایسے واقعات ہوئے۔ جو پارلیمنٹ کی شان کے شایاں نہ تھے۔

سوشلسٹوں کے ساتھ تو بری ہوئی۔ انہوں نے تو منہ کی کھائی۔ ایک تو وہ تعداد میں تھوڑے سے تھے۔ ادھر سے نوجوان بہت ممبر بن گئے۔ اور آئے دن نئے نئے واقعات ہونے لگے۔ ان کے احساسات کو بڑا دھکا لگا۔ وہ بالکل ہی رو گئے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ وہ پارلیمنٹ میں اپنی ہار ماننے کے لئے طیار نہ تھے۔ سیاسیات میں چالاک ہونے کی وجہ سے لگے معاملے کو لمبا ڈالنے اور زننگ کرنے لگ گئے۔ وہ سب کام بگاڑنا چاہتے تھے۔ اور جان بوجھ کے ایسا کرتے تھے۔ ان کا ایک ممبر (Matteoti.) مسمی میٹیوتی اس فن کا ماہر تھا وہ (Davigo.) روویگو کے صوبے سے انتخاب ہوا تھا۔ اور اسے خرابی کرنا اچھی طرح سے آتا تھا۔ چونکہ سوشلسٹ تھا۔ جنگ سے بڑی نفرت کرتا تھا۔ اور دوسرے سوشلسٹوں سے بھی اس بات میں بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب (Capretto.) کیپوریتو میں ہمیں شکست ہوئی تھی۔ اور جو لوگ لڑائی کے بعد پناہ گزین ہونا چاہتے تھے۔ اس نے انہیں پناہ نہ دی تھی۔ ادھر دشمن چڑھا آ رہا تھا۔ اور آسٹریا کی فوجیں ہر طرح کا ظلم روا رکھ رہی تھیں۔ اور

یہ بھاگے ہوئے لوگوں کو پناہ نہ دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ اُن لوگوں کو آسٹریا کے
تحت میں رہنا چاہیئے۔ یہ شخص اب ہر قسم کی چال کھیلنے لگا۔ خود تو بڑا امیر تھا
اور سوشلزم کو ایک ڈھکوسلا بنا رکھا تھا۔ مگر تھا بڑا ہی لڑاکا۔ اور باتوں باتوں
میں دشمن کو کھڑکا دیتا تھا۔ مگر پارلیمنٹ اور (Fascist) پارٹی کے سامنے
اُس کی کچھ پیش نہ چلی۔ اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ سوشلسٹوں میں وہ کوئی لیڈر نہ تھا انہیں
اُس کی پارٹی میں اُس سے بڑھ کر لڑاکے اور زیادہ لائق بھی اور مدلل تقریر
کرنے والے موجود تھے۔ انتخابات میں بھی وہ فیسٹوں کے مقابلے پر کھڑا ہوا تھا
اور پارلیمنٹ میں بھی خوب زور سے اور بہادری سے مقابلہ کرتا تھا۔

ایک دن (Matteoti) میٹیوٹی شہر (Rome) روما سے غائب
ہو گیا۔ فوراً یہ خبر پھیل گئی۔ کہ کسی نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ سوشلسٹ پہلے سے
تیار رہتے۔ کہ اُسے شہید بنا کر فیسٹوں سے بدلہ لیں۔ اور اُن کے برخلاف پارلیمنٹ
میں تقریریں کریں۔ اُنہوں نے فوراً ہی یہ قتل فیسٹوں کے ماتھے لگا دیا۔ میں
نے حکم دیا۔ کہ پوری تحقیقات کی جائے حکومت نے بھی اِس بات پر زور
دیا۔ کہ ایسے معاملے میں پورا انصاف لازمی ہے: تاکہ آئندہ کسی شخص کو تہمت
لگانے کا موقعہ نہ ملے۔ میں نے پولیس کے بڑے افسر کو اور داخلہ کے سیکرٹری
صاحب کو اور پریس کے بڑے افسر کو تفتیش کے لیئے لگا دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ
مجرموں کا پتہ لگاؤ۔ پولیس نے ہر چند کوشش کی۔ آخر مجرموں کا پتہ لگ گیا
وہ بڑے متمول اشخاص تھے۔ اور تھے تو (Fascist) فیسٹ ہی مگر ذمہ وار
فیسٹوں میں سے نہ تھے۔ اُن پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور انہیں سخت سزائیں دی
گئیں۔ سزا اتنی سخت تھی۔ کہ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ اُن پر ظلم ہوا۔ پہلے تو
اُنہیں گرفتار کیا گیا۔ جو لوگ شک میں گرفتار کیئے گئے تھے۔ اور اُن کا مجرم ہونا

کے ساتھ کسی طرح کا بھی تعلق تھا۔ اور وہ ذمہ وار عہدوں پہ مامور رہتے بیچاروں کو ملازمتیں چھوڑنی پڑیں۔ پھر عدالتوں یا حاکموں یا پولیس پہ کوئی بے جا دباؤ نہ ڈالا گیا۔

باوجود ایسا کرنے کے شورش کم نہ ہوئی۔ اس واقعہ نے تو صرف میرا ہی دل نہ ہلا دیا۔ بلکہ سارے ملک میں ہل چل مچ گئی۔

اگرچہ ابھی تک لڑائی جھگڑا جاری تھا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا۔ کہ اس اجلاس کے کچھ دن بعد ہی ایک سیاسی پارٹی ایک ایسی زبردست ہل چل مچا دیگی کہ انجام دردناک ہوگا۔ معاملہ شروع ہنسی مخول میں ہوا تھا۔ جو واقعہ ہوا۔ اس کے متعلق میں نے بہت سخت سست کہا۔ اگرچہ برکزتی حکومت نے بڑی احتیاط اور انصاف سے کام لیا۔ مگر پھر بھی ہماری تحریک کی اور میری سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے تو پارلیمنٹ میں ہی ہماری مخالفت ہوئی۔ مجھے تو پہلے ہی پتہ چل گیا۔ کہ کوئی آفت آنے والی ہے۔ اُس شخص کا قتل ہو جانا تو ایک بہانہ ہی تھا۔ دراصل تو وہ لوگ ہماری تحریک کو نفرت کرتے تھے۔ کچھ کمزور دل پریسیڈنٹ بھی گھبرا گئے تھے۔ دوران تقریر میں میں نے کہا۔

"اگر سوال افسوس ظاہر کرنے کا ہے۔ یا اس حرکت کو ناپسند کرنے کا ہے منہ اور اگر سوال پوری پوری تحقیقات کرنے کا اور مجرموں کو سزا دینے کا ہے۔ یا اُن کو سزا دینے کا ہے۔ جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ تو مطمئن رہیئے۔ کہ یہ سب کچھ نہایت عمدگی سے کیا جادیگا۔ مگر اگر اس واقعہ کو حکومت پر حملہ کرنے کا ذریعہ بنایا جادیگا۔ تو یاد رہے۔ کہ حکومت ہر طرح سے اپنی صفائی پیش کرے گی۔ کوئی اس واقعہ کو اپنے سیاسی مفاد کے لئے استعمال نہ کرے۔ حکومت کا ضمیر صاف ہے۔ اور حکومت اپنا فریضہ ادا کر چکی ہے۔ اور آئندہ بھی اپنے فرض

کر ادا کرے گی۔ اور اگر کوئی شخص اس واقعہ کی بنا پر بجائے اتحاد قائم کرنے کے نفاق پیدا کریگا۔ تو حکومت ایسی حرکت کا پورا پورا انسداد کرے گی"۔

مگر اُن کے دل پتھر کی طرح سخت ہو رہے تھے۔ میرے لفظوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور بالکل ویسا ہی جیسا میں خیال کر رہا تھا ہُوا۔ ہمارے مخالفوں نے (Matteoti) ملیتوتی کے قتل کو ساری اٹلی کی سیاسی زندگی کو زہر آلودہ کرنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اور ہماری تحریک کو اٹلی میں اور خارجہ علاقوں میں بھی سخت بدنام کیا گیا۔ جون سے لیکر دسمبر ۱۹۲۴ء تک ہماری سیاسیات کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہماری اس قدر بدنامی ہوئی۔ کہ ہم شرم کے مارے سر نہ اُٹھا سکتے تھے۔ اخباروں میں اور جلسوں میں ہمارے برخلاف زبردست زہر اُگلا گیا۔ معمولی پڑھے لکھے اور کمزور دل ڈرپوک لوگ یا وہ جنہوں نے ہمارے ہاتھوں کوئی دُکھ دیکھا تھا۔ اور کئی مفت خورے بھی ہماری مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ یہ بات کہ مجرم گرفتار کر لئے گئے تھے۔ انہیں تسلی نہ دیتی تھی مقتول کی لاش بھی مل گئی۔ ڈاکٹروں نے حلفیہ بیان دئے۔ کہ موت کی وجہ سخت چوٹ آنا تھا۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ لاش بھی شہر Rome (روما) کے نزدیک ایک جھاڑی سے ملی۔ اور جس جگہ پر ملی۔ اُس کا نام (quarta Rella.) کوارٹا ریلا تھا۔ وہ محلہ بھی بدنام ہو گیا۔ لوگوں نے خوب روپیہ کمایا مقتول کی تصویریں فروخت ہوئیں۔ کئی طرح کے مظاہرے کئے گئے۔ اور کچھ اخباروں نے اُس کی یادگار بنانے کے بہانے چندہ بھی وصول کیا۔ جس کا حساب کتاب ابھی تک جاری ہے۔ مخالف پارٹیوں اور اُنکے نمائندوں نے یہ کہا کہ ہم ایسی آئین ساز کونسل میں کبھی نہ آئینگے۔ اور ہماری تحریک کو ماننے والوں کا نام پُرانی روسن تاریخ کی مطابقت سے (Aventino

اوَنٹینو رکھ دیا۔ یہ ایک نفرت کی اصطلاح تھی۔ اور اُس زمانے میں ہر قسم کے لوگ (Aventino) اوَنٹینو میں شامل تھے۔ ہمارے مخالف سب سیاسی پارٹیوں سے جا کر ملے۔ سوشلسٹوں۔ لبرلوں اور جمہوریت پسندوں اور فری میسنوں سے بھی مل کر سازشیں کیں۔ یہ سب لوگ کیتھلک بھی تھے۔ بڑے بڑے جلسے ہوئے اخباروں اور پارلیمنٹ میں بھی خوب شور مچایا گیا۔ متعصب لوگ تو یہی خیال کر رہے تھے۔ کہ ہماری تحریک اب گری۔ اب سب سازشوں کی تہ پر سینیٹ کے ایک ممبر (Albertni) البرٹینی تھے۔ جو ایک اخبار کے مالک تھے۔ اُس نے میرے اور ہماری تحریک کے برخلاف بہت سا مصالحہ جمع کیا۔ اور اس قدر زہر اُگلا کہ پناہ بخدا۔ نہایت ہی بیہودہ شخص تھا۔ مگر میں مایوس ہرگز نہ ہوا۔ مجھے اپنے مخالفوں کی طاقت کا پورا اندازہ تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہ کس پانی میں ہیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ مقتول کو ہماری تحریک کے برخلاف استعمال کرنے کا بہانہ بنا رہے تھے۔ مگر اُن کی شیطانی حرکات میری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اور میں حیران تھا۔ اُن کے علاوہ ہمارے اندر بھی کچھ ڈرپوک اور بزدل لوگ تھے۔ اور وہ دوسری سیاسی پارٹیوں کے زیرِ اثر تھے۔ وہ یہ بات نہ جانتے تھے کہ یہ واقعہ کوئی بڑی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ ایک معمولی جذبے کی خاطر ایک اخلاقی اور سیاسی تحریک کے گلے پر چھری چلانا پرلے درجے کی حماقت تھی۔ ان وجوہات سے بہت سے لوگ ہماری تحریک کو چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ سمجھنے لگے کہ مخالفین راستی پر ہیں۔ اور چونکہ ہماری تحریک پر حملے پر حملہ ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ ڈر کر بھاگے۔ اور اُنہوں نے قوم کا کچھ خیال نہ کیا۔

ہم گویا پھر پیچھے لوٹ رہے تھے۔ اور انقلاب کی طرف جا رہے تھے

انقلاب بھی ایسا جس میں خونریزی کا بہت ڈر تھا۔ نہ معلوم کیا کچھ ہو جاتا۔ ایسا وقت آ رہا تھا۔ جس میں فری میسنوں کے زیر اثر مجسٹریٹ کچھ کا کچھ فیصلہ دے دیتے تھے۔ سرحد کے باہر سے اغیار سوشلسٹوں کی مدد کر رہے تھے۔ غیر ممالک میں جو لوگ جمہوریت پسند تھے۔ یا جو سوشلسٹ اور لبرل تھے۔ وہ ہماری تحریک کے برخلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک کی ان سیاسی پارٹیوں کی مدد پر تھے۔ اس سے اکثر یہ گمان ہوتا تھا۔ کہ حکومت بالکل کمزور ہو گئی ہے۔ دسمبر ۱۹۲۳ء تک جب تین مہینے اسی حالت میں گزر گئے۔ تو لوگ کہنے لگے۔ کہ اب فیسسٹ حکومت کا فاتحہ پڑھا جائیگا۔ سیاسی لیڈروں کی امیدیں بڑھ گئیں۔ تین شخص جو کسی زمانے میں صدر کونسل رہ چکے تھے۔ وزارت بنانے کے لئے طیار ہو گئے۔ دراصل وہ دھوکے میں آ گئے۔ چنانچہ کم عقل تھے۔ اُنہیں یہ سمجھ نہ آئی۔ کہ اگر میں کالی قمیض والوں کو ذرا سا اشارہ کر دوں تو اُن کے سب منصوبے خاک میں مل جائیں۔

میرے دشمن مینڈکوں کی طرح ٹراتے رہے۔ اُدھر اخباروں نے بھی زبردست شورش شروع کر دی۔ اور لوگوں کے جوش کو اور بھی اُبھارا بادشاہ جو منصف مزاج تھا۔ اُسے بھی نہ چھوڑا۔ اور لکھا۔ کہ ہم یہ کرینگے۔ اور وہ کرینگے بہت سے ایسے لوگ تھے۔ جو اس شورش میں اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ اور سیاسی جدوجہد میں پھر سے پاؤں رکھنا چاہتے تھے۔ جہاں میرا زور چلتا تھا۔ میں تو ایسے لوگوں کو سیاسی اکھاڑے میں آنے نہیں دیتا تھا۔ بلکہ نکال باہر کرتا تھا۔ دسمبر ۱۹۲۴ء میں تو غضب ہی ہو گیا۔ ایک شخص مسمی (Cesare Rossi) سیزر روسی نے جو کبھی پہلے پریس کا افسر رہ چکا تھا۔ ایک شیطنت کی چال چلی۔ یہ شخص ہماری تحریک سے نکالا گیا

تھا۔ کیونکہ اُس کا میتوتی والے معاملے میں ہاتھ تھا۔ اُس نے ایک میموریل تیار کیا۔ جو بالکل اور سراسر جھوٹ تھا۔ اُس کا مطلب یہ تھا۔ کہ کسی طرح سے حکومت پہ قتل کا الزام لگائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی بدنام کرے۔ جو کچھ بھی ہمارے ملک میں ہوتا۔ وہ میرے سر پر تھوپ دیتا تھا۔ اس میموریل میں اُس نے میرے اخلاق پر حملہ کیا۔ مگر اس پہلو سے مجھے بچھاڑنا اُس کے لئے نہایت ہی مشکل تھا۔ مجھے ر Rossi) کی سازش کا پہلے سے ہی پتہ چل گیا۔ مجھے یہ بھی پتہ چل گیا۔ کہ اُس میموریل میں کیا لکھا گیا ہے جس دن اُس میموریل نے اخباروں میں شائع ہونا تھا۔ اور اُن اخباروں میں جو میری دشمن تھیں۔ میں نے حکم دے دیا۔ کہ شائع نہ ہو۔ میں نے اُسے ایک دوست اخبار میں شائع کروا دیا۔ جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ مجھے اُس کی پرواہ نہیں ہے۔ خوب تماشہ ہوا۔ روسی کی چالیں رہ گئیں۔ اور اُس کا بھانڈہ پھوٹ گیا۔

چھ مہینے تک یہ تگ و دو جاری رہی۔ جو ڈرپوک تھے۔ وہ تو بھاگ گئے۔ دوسرے چلاتے چلاتے تھک گئے۔ جو دلیر تھے۔ وہ بھی تھک گئے۔ اُن ہی دنوں ایک شخص جو کسی زمانے میں وزیر رہ چکے تھے۔ اور بادشاہ کی طرف سے بڑے بڑے خطابات پا چکے تھے۔ جمہوریت پسندوں اور سوشلسٹوں کے ساتھ جا ملے۔ ر فیسسٹ پارٹی ابھی تک میرے زیر اثر تھی۔ اُن میں سے جو کوئی ذرا سر اٹھاتا تھا۔ اُسے میں دبا دیتا تھا۔ میں اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ ر Florence) فلارنس اور بولونا میں کچھ فیسسٹوں نے زیادتیاں کیں۔ میں سمجھ گیا۔ کہ اب سخت ہونا ضروری ہے۔ مگر پھر بھی میں طیش میں نہ آتا تھا۔ بلکہ انصاف سے پیش آتا تھا۔ میں نے غور کرنے کے

بعد حکم دیا۔ کہ فساد کرنے والے فیسسٹوں کو گرفتار کیا جائے۔ اور عدالت کے سپرد کیا جاوے۔ میں نے تو یہ سب کچھ کیا۔ اور اپنے فرض کو ادا کیا۔ پھر میں اپنے دشمنوں کی سرکوبی کرنے لگا ؛

روما کے صوبے میں عام ہڑتال ہونے کا بڑا ڈر تھا۔ میں نے فلارنس کے کالی قمیضوں والوں کو حکم دے دیا۔ کہ شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے رہو جب کبھی فوج شہر میں گھومنے لگ جاتی ہے۔ لوگ ڈر جاتے ہیں۔ اور چپ بیٹھ جاتے ہیں۔ میں ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء میں ٹسکنی کے فیسٹوں کا معائنہ کرنے چلا گیا۔ میں علاقے میں پھرتا رہا۔ اور مزدوروں۔ کسانوں اور کانوں کے اندر کام کرنیوالوں سے ملا۔ اُدھر دشمن اس بات کے منتظر تھے۔ کہ میں اب گرا۔ اب گرا۔ اور سرحدی علاقوں میں بھی میرے دشمنوں کا یہ ہی خیال تھا۔ میں نے فیسٹوں کو بڑے زور سے اور بڑے فخر سے یوں کہا۔ کہ دشمنوں کی اب خیر نہیں۔ ہم اُنہیں کچل ڈالینگے۔ جو اخبارات میرے برخلاف تھے۔ اُنہوں نے بڑا شور مچایا۔ مگر کچھ نہ ہوا وہ بکتے ہی رہے۔ ۳ جنوری ۱۹۲۵ء کے دن پارلیمنٹ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ روما میں باہر سے بہت لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ یہ خیال کر رہے تھے۔ کہ اب یہ سیاسی جد و جہد ختم ہو جاویگی۔ میں نے اُس موقعہ پر ایک تقریر کی۔ جس میں میں نے اعلانیہ کہا۔ حضرات۔

جو تقریر میں آپ کے سامنے اب کرنے لگا ہوں۔ اسے پارلیمنٹ کی تقریر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اختتام پر آپ کو پتہ چل جائیگا۔ کہ یہ تقریر ۱۶ نومبر والی تقریر سے جو اسی ہال میں ہوئی تھی وابستہ ہے۔ یہ تقریر آپ کی رہنمائی کرے گی۔ اور اسپیرو دٹ وغیرہ نہ لئے جائینگے۔ میں ووٹ نہیں چاہتا ہوں۔ آپ ووٹ دیں یا نہ دیں۔ مجھے پرواہ نہیں۔ قانون کی دفعہ ۴۷ کہتی ہے

کہ وزرا پر بھی الزامات لگائے جا سکتے ہیں۔ اور وہ باقاعدہ ہائی کورٹ کے سامنے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ میں ممبران سے جو یہاں موجود ہیں۔ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ آیا آپ میں سے کسی کی یا کسی اور شخص کو جرات ہے۔ کہ اس دفعہ کو وزارت پر لگانا چاہتا ہے۔ میں یہ جاننے کے بعد صاف صاف تقریر کروں گا۔ آپ سمجھ گئے ہونگے۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے۔ کہ آپ نے اب تک میرا ساتھ دیا ہے۔ اور میں آپ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں۔ مگر ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ کیا آئندہ بھی ہم نے اُسی راستہ پر جانا ہے۔ یا کچھ اور کرنا ہے ؟

حضرات میں اُن الزامات کی طرف جو مجھ پر لگائے گئے ہیں۔ آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرا ارادہ (Chaka) چکا قائم کرنے کا تھا۔ (نوٹ یعنی عدالت میں پیش ہونے کے بغیر سزا) کب اور کس طرح اور کیونکر۔ وہ لوگ یہ نہیں بتاتے۔ روس نے بغیر عدالت میں پیش کرنے کے ایک لاکھ پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہ سرکاری کاغذوں سے پتہ چلتا ہے۔ روس میں جو چکا ہوا اُس سے تو سب متوسط درجے کے لوگ بالکل خوفزدہ ہو گئے۔ گویا ایک طرح کا خونی انقلاب تھا۔ مگر ہمارے ملک میں یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے ؟

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میرے میں تین صفتیں ہیں۔ ذکاوت دلیری اور دولت سے نفرت۔ اگر میں چکا قائم کرنا چاہتا۔ تو کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر ایک قسم کا تشدد جائز ہے۔ تو دوسری قسم کا بھی جائز ہو سکتا ہے۔ مگر میں تو برابر پانچ سال سے اپنے دوستوں سے یہ ہی کہتا چلا آیا ہوں۔ کہ فیصلہ کن تشدد یعنی جنگ وحشیانہ یا احمقانہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور چکا تو ہمیشہ وحشی پن اور حماقت پر مبنی ہوتا ہے۔ کیا آپ حضرات یہ خیال کر سکتے ہیں۔

کرمس دمیسح والے دن جب مقدس فرشتے ہمارے درمیان میں ہوں
میں کبھی دن کے دس بجے روما جیسے شہر پر حملہ کرسکتا تھا۔ اور خاص کر
اُس وقت جبکہ میں ایک دوستانہ تقریر کر چکا تھا۔ مہربانی کر کے مجھے ایسا
بیوقوف مت سمجھئے۔ جو چھوٹے چھوٹے حملے میں نے (Misuri) مسوری
اور فورلی (Forli) پر کئے۔ کیا وہ بھی اسی طرح کی حماقت تھی۔ آپ کو
میری ۲جون والی تقریر یاد ہو گی۔ آپ کو یہ بھی یاد ہو گا۔ کہ اسی ہال میں
کسطرح اکثریت اور اقلیت کے درمیان لڑائی ہوا کرتی تھی۔ وہ سیاسی
جھگڑوں والا ہفتہ آپ کو یاد ہو گا۔ اور یہ جھگڑے اس قدر بڑھ گئے تھے۔
کہ پارٹیوں میں آپس میں میل ملاپ ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ اور لوگ مایوس ہو
چکے تھے۔ دونو طرف سے تقریروں کی بوچھاڑ ہوا کرتی تھی۔ آخر ۶جون والے
دن (Deloroie) دل کرائے صاحب نے وہ پُراثر تقریر کی۔ کہ آفت
پڑ گئی۔ دوسرے دن میں نے معاملے کو صاف کرنے کے لئے ایک تقریر
کی۔ میں نے سامنے والی پارٹی سے کہا۔ کہ مجھے آپ کے حقوق کو ملحوظ رکھنا
ہے۔ تم شاید ہم سے زیادہ تجربہ کار ہو۔ اور یہ جو کام یہ حکومت کر رہی ہے
اُس پر نقطہ چینی کا پورا حق بھی رکھتے ہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ہمیں مل کر کام
کرنا ہو گا۔ اور جب تک ہم ایسا نہ کریں گے۔ کسطرح سے کام چلیگا کسی آئین ساز
مجلس کا کام بغیر متحدہ کوششوں کے نہیں چل سکتا۔ اُس وقت جو صاحب
حاضر تھے۔ انہوں نے غور سے میری تقریر کو سنا۔ اور ان کے دل پر میرے
زندہ الفاظ نے بڑا ہی اثر کیا۔

آپ غور فرمایئے۔ کہ مجھے تو پوری پوری کامیابی ہو چکی تھی۔ اور یہ بات
کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں۔ اور ساری پارلیمنٹ نے جس میں مخالف

پارٹی بھی شامل تھی۔ اس بات کو تسلیم بھی کر لیا تھا۔ اور اسی ہفتہ میں سہ شنبہ والے دن پارلیمنٹ کا اجلاس بھی ہنسی خوشی ہُوا۔ بھلا کیسے ممکن ہو سکتا تھا۔ کہ کامیاب ہوتے ہوئے ایسا بیہودہ حکم یعنی چکا کا حکم دے دیتا۔ جو دشمن اس قسم کی بہادری دکھلا چکے تھے۔ اور جن کا طرز عمل ایسا ہی ضد کا تھا۔ جیسا کہ میرا بھلا کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ میں اُسے دکھی کرتا۔ جو مجھے اسقدر کمینہ خیال کرتے ہیں۔ اُن کے اپنے حوصلے بڑے لپست ہیں۔ میں ایسی حرکتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ مجھے ان سے دلی نفرت ہے۔ میں اپنی بہادری جتلانے کو بھی ویسا ہی بُرا خیال کرتا ہوں۔ بھلا سینہ زوری سے کیا حاصل! اور سینہ زوری کیوں کی جائے۔ حضرات۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ جنگ کے موقعہ پر جب ہم خندقوں میں بیٹھے کھانا کھایا کرتے۔ تو سیاست دان نقشے لئے اُن پر نشان ڈالتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے کچھ کر کے دکھلانا ہوتا ہے۔ اُن کی نظر دوسری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری کو خوب جانتے ہوتے ہیں۔ میں تو اپنی طاقت کا کافی ثبوت دے چکا تھا۔ اور میں تو وقت پر کام کیا کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ کامیاب ہوتا ہوں۔

میں نے چھ گھنٹے کے اندر اندر شاہی فوج کی بغاوت بند کر دی تھی ایک اور بھی بغاوت میں نے چند دنوں میں توڑ دی تھی۔ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر میں ایک فوج اور جہاز کا بیڑا لے کر (Corfu) کورفو پر چڑھ گیا تھا۔ وہاں کے جرنیل یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے۔ کہ طاقت مجھ میں کافی ہے۔ مگر چکا کا حکم دے دینا۔ حضرات کیسے ہو سکتا ہے۔ قتل کا حکم دینا تو قانون کے مطابق ہونا چاہیئے حکومتیں بھلا ایسی ناجائز حرکت کی کبھی مرتکب ہو سکتی ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات تو

اس میں تو بڑی احتیاط لازمی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ تو زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ بلکہ اُسی مہینے کے خاتمہ پر میں نے کہا تھا۔ کہ میں اٹلی میں امن و امان چاہتا ہوں۔ اور ہماری سیاسی زندگی کے لئے سکون لازمی ہے مگر مجھے کیا نتیجہ ملا۔ پہلے تو (Aventino) اون ٹینو پارٹی ہم سے علیحدہ ہوگئی۔ یہ علیحدگی قانون کے خلاف تھی۔ اور ایک طرح سے انقلاب کی دوسری صورت تھی۔ جون۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں اخبارات نے ہمارے برخلاف بڑی شورش کی۔ تین مہینوں تک ہم کو بے عزت کیا۔ اور کس قدر زہر اگلا گیا۔ اور کونسا افتراع اور جھوٹ تھا۔ جو اخباروں نے نہ بولا۔ اندر ہی اندر جو کارروائی ہوئی۔ اُس کا بھی میں نے پتہ لگالیا۔ وہ لوگ جانتے بھی تھے کہ سب بناوٹ ہے۔ مگر پھر بھی نہ ٹلے۔ ایسے طوفان بدتمیزی کے وقت بھی میں چپ رہا۔ بعد والی نسلیں جب یہ معلوم کریں گی۔ تو وہ ان شرمناک حرکتوں پر حیران ہونگی۔ ۱۱ ستمبر والے دن کوئی آدمی بدلہ لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ ایک ہمارے آدمی نے اُن کا ایک آدمی مار دیا تھا۔ اُس شخص نے ہمارے ایک آدمی کو گولی کا نشانہ بنادیا۔ بچارے مقتول کی جیب میں ساٹھ لیرے (Lire) تھے۔ میں پھر بھی چاہتا رہا۔ کہ امن ہو جاوے۔ میں قانون کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا چاہتا تھا۔ اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اب بھی جیل میں سینکڑوں فیسسٹ قید ہیں۔

پھر آپ کو معلوم ہی ہے۔ اور مجھے بھی یاد ہے۔ کہ مقررہ دن پر پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ اور بالکل قاعدے کے مطابق کارروائی کی گئی اور بجٹ وغیرہ پر بحث مباحثہ بھی ہوا۔ پھر آپ صاحبان یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ قومی فوج کو حلف اٹھانی پڑتی ہے۔ اور چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اور فوج

کے جرنیلوں کی تقرری جو مختلف حلقوں میں کمان افسر ہوا کرتے ہیں۔ وہ بھی قاعدے کے مطابق کی گئی۔ آخر ژ Giunto (یونتا) کے مستعفی ہونے کا سوال ہمارے سامنے آیا۔ سب مجمع میں ہل چل مچ گئی۔ میں سمجھ گیا۔ کہ یہ بغاوت ہے۔ میں نے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے اختیارات کو برتا۔ اور اجلاس کو بڑے زور سے حکم دیا۔ کہ استعفیٰ منظور ہونا چاہیئے۔ اور منظور ہوا۔ مگر میں نے امن کو قائم کرنے کی پھر بھی کوشش کی۔ یہاں تک کہ میں نے انتخابات کا طریقہ بدل دیا۔ مگر مخالفت بڑھتی ہی گئی۔ اور لوگ یہ کہنے لگ گئے۔ کہ یہ فیسسٹ بھی لیٹرے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کا رویہ قوم کی طرف وحشیانہ ہے۔ حضرات یہ اب ایک اخلاقی سوال ہے۔ اور آپکو اپنے ملک کے اخلاق کا تو پتہ ہے ہی ؎

حضرات آپ کس خیال میں مست ہیں۔ میں اس اجلاس کے سامنے ہی نہیں۔ بلکہ ساری قوم کے سامنے یہ اقرار کرنے کے لئے طیار ہوں۔ کہ جو کچھ اب تک ہوا ہے اس کی سب ذمہ داری میرے سر پر ہے۔ جو سزا آپ دینا پسند کرتے ہیں۔ دیجیئے۔ ہماری تحریک کوئی معمولی تحریک نہ تھی۔ اٹلی کے نوجوانوں کو ابھارنے والی تحریک کو ایک کلب کہنا نہایت ہی ناموزوں ہے۔ اگر یہ تحریک ایک انقلابی گروہ ہی ہوتا۔ اور سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے بالکل حقیر خیال کیا جاتا۔ تو بھی یہ تحریک میری پیدا کردہ ہے۔ اور میں نے ہی اسے جنگ عظیم کے زمانے سے لے کر اب تک فروغ دیا ہے اور اس کی سب ذمہ داری میرے سر پر ہی عائد ہوتی ہے ؎

پچھلے دنوں نہ ہی صرف فیسسٹ بلکہ اور شہری بھی یہ سوال کرتے تھے۔ کہ کیا ہمارے سر پر کوئی حکومت ہے۔ اور اگر ہے۔ تو وہ کس شان

کی حکومت ہے۔ میں نے بھی اسی سوال کو کیا ہے۔ مجھے پچھلے چھ مہینوں میں
خوب تجربہ ہو گیا ہے۔ میں نے فسیسٹ پارٹی کو خوب ٹھوک بجا کر دیکھا۔ آپ
جانتے ہیں۔ کہ جب کسی دھات کو دیکھنا ہوتا ہے۔ تو اسے ہتھوڑی سے
ٹھکرا کر اُس کی جھنکار کو دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح سے میں نے بھی اپنے
ساتھیوں کا امتحان کیا ہے میں اُن کی قدر کرتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے
کہ بعض دفعہ جب ہوا مخالف ہوتی ہے۔ تو وہ گھبرا جاتے ہیں۔ میں نے اپنا
بھی امتحان کر لیا ہے۔ اور آپ یقین رکھیں۔ کہ اگر قوم کی بہتری منظور نہ
ہوتی۔ تو میں ایسا کام نہ کرتا۔ اگر ہم بھی حکومت کی قدر دانی نہ کرینگے۔
تو اور لوگوں سے کیا امید کیجا سکتی ہے۔ عوام تو جیسے خود ہوتے ہیں۔ اُسی
قسم کی حکومت بھی چاہتے ہیں۔ اور لوگ تو کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم تو ایسی
حکومت سے باز آئے۔ اور کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ یوں کیوں کہتے
ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ (Aventino) اون ٹینو گروہ جمہوریت کا جھنڈا
کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اُن کی بغاوت کا نتیجہ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ اول تو اُن
سے ہر فسیسٹ کو جان کا خطرہ ہے۔ نومبر اور دسمبر کے اندر گیارہ فسیسٹ
مارے گئے۔ ایک کا تو سر کچل دیا گیا۔ اور بیچارا تہتر سال کا بوڑھا دیوار
کے اوپر سے دھکیل دیا گیا۔ اور مر گیا۔ ایک مہینہ میں تین آتشزدگیاں ہوئیں
تین دفعہ ریل گاڑیوں کو آگ لگی۔ ایک روما میں دوسری (Parma
پارما میں اور تیسری فلارنس میں۔ پھر بغاوت ہو گئی ✦

قومی فوج کے ایک افسر کو زخمی کر دیا گیا (Genzano)
گن زانو میں فوجیوں اور باغیوں میں لڑائی ہو گئی (Tarquina) تارکینا
میں ایک فسیسٹ کی نشست کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ باغیوں نے ور دو تار

(Verono) ، میں ایک شخص کو زخمی کیا۔ (Pesaro) پیسارو میں کمیونسٹوں سے لڑائی ہوئی۔ باغی لوگ سرخ جھنڈے والا گیت گاتے تھے (Manzambano) مان زمبا نو میں فیسٹوں سے ٹکرا گئے۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں تین دنوں میں اور ایک ہی علاقے میں تین مختلف مقاموں پر جھگڑا ہو گیا پچاس باغی بندوقیں لئے سارے ملک میں سرخ جھنڈے والا گیت گاتے پھرتے تھے۔ اور بعض جگہ گولی بھی چلا دیتے تھے (Venice) وینس میں ایک شخص میریو (Maris) زخمی ہو گیا اور (Treviso) ، ترا یواسو میں ایک فسیٹ زخمی ہوا۔ (Crespano) کرسپانو میں فوج کے ہیڈکوارٹر Headquarter پر بیس پاگل عورتوں نے ہلہ بول دیا۔ قومی فوج کے افسر کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ (Venezia) وینیزیا میں بھی باغیوں نے فیسٹوں پر حملہ کیا۔ یہ سب واقعات کیا ظاہر کرتے ہیں۔ ۲۰ نمبر کی ریل گاڑی پر پتھر پھینکے گئے۔ اور کھڑکیوں کے شیشے توڑ دئے گئے۔ (Levenza) لیونزا میں ایک فوجی افسر کو پیٹ ڈالا۔ آپ ہی غور فرماویں۔ کہ ان تینو بغاوت کا کیا نتیجہ ہوا۔ سارے ملک میں ہل چل مچ گئی۔ اور اب لوگ بانگ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں ایسی فسٹ حکومت درکار نہیں۔ جب اطراف میں جنگ ہو۔ تو جو طرف طاقتور ہوا کرتی ہے۔ وہی جیتا کرتی ہے۔ اور کس طرح سے جھگڑا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

اب تو معاملہ فیصلہ ہو گا ہی۔ ہماری تحریک یعنی حکومت یا یوں کہو ہماری پارٹی بالکل طیار ہے۔ حضرات آپ نے دھوکے میں مت آجانا آپ کا خیال تھا۔ کہ ہماری تحریک بس ہو لی۔ مگر آپ یہ نہیں جانتے

کہ میں اُسے روکے کھڑا تھا۔ اور آپ شاید یہ سوچتے تھے۔ کہ ہماری پارٹی مر چکی۔ کیونکہ میں اُسے تھامے ہؤا تھا۔ اگر میں سواں حصہ بھی اپنی طاقت کا خرچ کرتا۔ اور ذرا سا اشارہ بھی دے دیتا۔ تو آپ کی خیر نہ تھی۔ مگر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ میں ایسا کروں۔ حکومت پوری طرح سے اس بغاوت کا انسداد کر سکتی ہے۔ اٹلی میں امن کی ضرورت ہے۔ ہمیں صلح اور آشتی چاہیئے۔ اگر محبت کام نہ دیگی۔ تو ہم زور آزمائی کرینگے مطمئن رہیئے۔ کہ اس تقریر کے بعد اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر بالکل امن قائم ہو جائیگا۔ مت خیال کیجیئے۔ کہ ہم حکومت چاہتے ہیں۔ یا صرف وہم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک سے بے انتہا محبت کا جذبہ ہے۔

میری اس پُر زور اور خوف انگیز تقریر نے اٹلی کے فیسسٹوں کو جگا دیا۔ جیسے میں نے کہا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ اڑتالیس گھنٹوں میں سب جگہ امن و امان قائم ہو گیا۔ مخالفوں کے اخبار جو نفرت اور عناد پھیلا رہے تھے۔ چپ ہو گئے۔ ہماری تحریک پھر زور میں آگئی۔ اور ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھ گئے۔ اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ اور حکومت کا کام چلانے لگے۔ اسوقت لبرل وزیروں اور ایک فیسسٹ وزیر نے جو زیادہ سرگرم نہ تھا۔ وزارت سے استعفٰے دے دیا۔ میں نے اُن کی جگہ فیسسٹ وزیر مقرر کر دیئے۔ ہم گویا پہلے والا طریقہ برتنے لگ گئے۔ یعنی دوسروں کی بات نہ مانتے تھے۔ اور من مانی بات کرتے تھے۔ ہماری تحریک اپنی کھوئی ہوئی روح کو پھر زندہ کر رہی تھی۔ جو ہماری تحریک کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ وہ پھر ہم میں آن ملے یہاں تک کہ ہم کو داخلہ بند کرنا پڑا۔ اب ہمیں مکمل فتح حاصل ہو گئی مخالف تحریکیں بھی فی الفور بند ہو گئیں۔ مثلاً (Benelli) بے نیلی تحریک

جو اٹلی کی لیگ کے نام سے چلائی گئی تھی. بیٹھ گئی۔ اور دوسری تحریک جو گیری بالڈی (Garibaldi) کے پوتوں نے خفیہ طور پر شروع کر دی تھی۔ وہ بھی بند ہو گئی۔ جنوری ۱۹۲۵ء کے آخیر میں ہمارے سب دشمن جن میں اولن مینسوگر وہ بھی شامل تھا. آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ ہو گئے مجھے سب جگہ فتح نصیب ہوئی۔ اور اب میں اپنی تحریک کو ایک منظم ادارے کی شکل دینے کے درپے ہوا۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء والے دن قومی فوج نے جس میں بہادر فلسیٹ تھے اور جو میری بنائی ہوئی فوج تھی۔ بادشاہ کے حضور وفاداری کی حلف اٹھائی۔ اٹلی کا نظام نامہ جو ۱۸۴۸ء کا بنا ہوا تھا. اُسے اب تبدیل کرنا لازمی تھا۔ کیونکہ نیا نظام قائم کرنا تھا۔ اس کام کو سرانجام دینے کیلئے میں نے ۱۸ شخصوں کی ایک کمیشن مقرر کی۔ جسکے ممبر سیاست میں ماہر تھے۔ اور میں نے انہیں حکم دیا۔ کہ وہ اصلاحوں کی تجاویز جو آئین ساز مجلس کے سامنے رکھی جاویں طیار کریں۔ اس کمیشن کا نام (Solons) سولنس کمیشن تھا۔

کچھ دنوں بعد کمیشن نے اپنے کام کو ختم کر دیا۔ اُس نے پرانے نظام میں کچھ تبدیلیاں تجویز کیں۔ اور نئے ادارے قائم کرنے کی سفارش کی۔ ان سفارشات کی بنا پر میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ کمیشن کی سفارشوں سے کوئی خصوصیت نہ ٹپکتی تھی۔ مگر اصلاح کرنے میں مجھے بڑی آسانی ہوئی۔ اور آخر ان اصلاحوں کو پارلیمنٹ نے بھی منظور کر لیا خفیہ سوسائیٹیوں کے برخلاف ایک قانون پاس ہو گیا. فری میسنوں کی مخالفت ختم ہو گئی ان کی سوسائٹیاں قانوناً بند کر دی گئیں. ۱۹۲۵ء میں ایسی سوسائٹیاں

کیسے رہ سکتی تھیں۔ حکومت کی سب باگ ڈور تو میرے ہاتھ میں تھی۔ اور آئین ساز مجلس بھی میرے زیر اثر تھی۔ فی زمانہ ایسے خفیہ اداروں کا ہونا بالکل بیہودہ بلکہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ حکم دے دیا۔ کہ سب سوسائٹیوں کو اپنے اغراض اور مقاصد اور ممبروں کے نام اور سوسائٹی کی کارروائی شائع کر دینی چاہیئے۔ خفیہ نہیں ہونی چاہیئے۔

اسی زمانے میں (Federzoni) فیدرزونی نے جو وزیر داخلہ تھے۔ میری خواہش کے مطابق ایک نیا قانون عوام کی محافظت کے لئے طیار کیا۔ پہلے علاقوں کے حاکم انتخاب ہوا کرتے تھے۔ یہ طریقہ تقرری مجھے پسند نہ تھا۔ میں نے ہر ضلع میں مجسٹریٹ مقرر کر دئیے۔ اور شہر روما میں گورنر مقرر کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ جن علاقوں میں مثلاً (Sicily) سسلی اور (Surdina) سارڈنیا وغیرہ میں مجرم پیشہ لوگ زیادہ ہیں۔ وہاں کا پورا پورا بندوبست کر دوں۔ سب علاقے بدنام ہو رہے تھے۔

فروری ۱۹۲۵ء میں میں سخت بیمار ہو گیا۔ یا تو حکومت ڈرتی تھی یا کسی اور وجہ سے میری صحت کے متعلق پوری خبر نہ دی گئی۔ میری حالت خراب تھی۔ چالیس دن تک میں گھر سے باہر نہ نکلا۔ میرے دشمن یہ امید کرتے رہے (اگرچہ ان کی امیدیں بر نہ آئیں) کہ بس اب میں مرجاؤنگا۔ اور وہ یہ تو چاہتے ہی تھے۔ فیسٹوں کو بھی درست خبر نہ ملنے کی وجہ سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے تب ہی پتہ چلا۔ کہ میرا زندہ رہنا میرے وفادار دوستوں اور عام لوگوں کے لئے کتنا ضروری تھا۔ لوگ مجھے بڑا ہی پیار کرتے تھے۔ اور مجھے دل سے چاہتے تھے۔ کالی قمیض والے تو میرے ملنے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ آخر کار۔ مارچ کے اختتام پر جب ہماری

تحریک کے قائم ہونے کی چھٹی سالگرہ تھی۔ جب میں مکان کے بالاخانے پہ آیا۔ تو شہر کا شہر مجھے دیکھنے کے لئے نکل آیا۔ میں کمزور ہو گیا تھا اور میرے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر دلگیر ہوئے۔ میں نے لوگوں کو سلام کیا۔ اور کہ آج کل موسم بہار ہے۔ تمہارے لئے بھی اچھے دن آرہے ہیں۔ وہ سن کر نہایت ہی خوش ہوئے اور لگے اس کی تفسیریں کرنے۔

وہ بڑے ہوشیار اور لائق ڈاکٹر میرا علاج کرتے رہے۔ اور میں بالکل تندرست ہو گیا۔ وہ لوگ جو اُمید کر رہے تھے کہ میں مرجاؤنگا۔ بڑے مایوس ہوئے۔ جو لوگ اپنے دشمن کی موت چاہتے ہیں۔ وہ قابل نفرت ہوا کرتے ہیں۔ میں اب تو پہلے سے بھی زیادہ تندرست ہوں۔ پہلے ایک دفعہ جب مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں نے کہا تھا۔ کہ گولیاں چل لبیں۔ اور مسولینی زندہ رہا۔ اُسی فقرے کو میں نے پھر دُہرایا۔ میری جان لینے کے لئے جو کوششیں ہوئیں۔ وہ بھی ایک طرح سے عجیب آفتیں تھیں۔ جو میں نے برداشت کیں۔

یہ کام (Zaniboni) زنی بونی نے شروع کیا۔ وہ ایک جاہل سوشلسٹ تھا۔ اور اسے (Czechoslavakia) زِکوسلوویکیا کے سوشلسٹوں نے ایک لاکھ پچاس ہزار (Frances) فرنک کے دو چیک یعنی کل تین لاکھ فرنک دئے تھے۔ تاکہ وہ ہماری تحریک کے برخلاف کام کرے۔ یہ شخص کوکین وغیرہ کا عادی تھا۔ اس نے یہ ہی مناسب سمجھا۔ کہ میرا خاتمہ کر دے جس دن اٹلی نے جنگ میں فتح پائی تھی۔ اُس کی سالگرہ منائی جا رہی تھی وہ (Dragoni) دراگونی ہوٹل کے ایک کمرے میں چھپ رہا۔ یہ ہوٹل میرے مکان کے عین سامنے تھا۔ اور بالاخانے سے میں

اکثر جلوس وغیرہ دیکھا کرتا تھا۔ یہ جلوس جنگ میں کام آئے ہوئے سپاہیوں
کی یادگار میں جو ستون بنایا گیا تھا۔ اُس طرف جاتے تھے۔ اور وہاں پہ
پھول وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ اور اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ اس
شخص کے پاس آسٹریلیا کی بنی ہوئی ایک عمدہ بندوق تھی۔ اُس کا نشانہ
کبھی خالی نہ جایا کرتا تھا۔ (Zaniboni) زنی بونی نے ایک فوجی
افسر یعنی میجر کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ تاکہ کسی کو شک نہ گزرے۔ اُس
دن کی صبح سے ہی وہ اپنا کام کرنے کے لئے طیار ہو کر آیا۔ پولیس دیر
سے اُس کا پیچھا کر رہی تھی۔ چند روز پہلے اسے جرنیل (Capello)
کیپی لو نے روپیہ بھی دیا۔ اور کچھ ہدائتیں بھی دی تھیں۔ وہ فری میسنوں
کے ساتھ بھی ملا ہوا تھا۔ مگر اُن کا راز فاش ہو گیا۔ اور ایک گھنٹہ پہلے یہ
سب گرفتار ہو گئے۔ اسطرح سے یہ پہلا وار خالی گیا۔

اپریل ۱۹۲۶ء کو جب میں نے ڈاکٹروں کی بین الاقوامی کانگرس کا افتتاح
کیا۔ تو ایک پاگل خاتون جو انگلستان کی رہنے والی تھی۔ میرے موٹر کے
پاس آئی۔ اور اُس نے نزدیک سے گولی چلائی۔ یہ گولی میرے ناک کے
نتھنوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ ذرا اوپر لگ جاتی۔ تو میں مرجاتا۔ چونکہ
جیسا میں نے بیان کیا۔ عورت پاگل سی تھی۔ لوگوں کے اُکسانے میں آ
گئی۔ اور جن کا کچھ پتہ نہ لگا۔ میں نے اُسے اٹلی سے نکال دیا۔ اب وہ
اپنی ناکامیابی اور حماقت پر بڑی شرمسار تھی۔ کچھ دنوں بعد ہی جب
کہ ابھی میرے ناک کا زخم ٹھیک بھی نہ ہوا تھا۔ میں کچھ افسروں کے ایک
جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کہ اگر میں آگے بڑھوں۔ تم
میرے پیچھے آؤ۔ اور اگر میں پیچھے ہٹوں۔ تو مجھے مار ڈالو۔ اور اگر میں مارا

جاؤں تو بدلہ لو۔

میری جان لینے کا ایک اور قصد بھی کیا گیا۔ اب کے ایک انارکسٹ (Anarchist) مسمی (Lucetti) لیوسیٹی نے جو فرانس میں رہ کر آیا تھا۔ اور فیسٹوں کو بڑی نفرت کیا کرتا تھا۔ اور مجھے بھی ناپسند کرتا تھا۔ مجھ پر وار کیا۔ اگر کامیاب ہو جاتا۔ تو بس میں مر جاتا۔ وہ ایک بڑے بازار میں میری تاک میں لگا رہا۔ اور چھپے سے داؤ لگاتا رہا۔ وہ آٹھ دن سے شہر (Rome) روما میں مقیم تھا۔ اور اس کے پاس زبردست بم بھی تھے۔ اُس نے میری موٹر کو شناخت کر لیا۔ اور جب میں اپنے گھر جا رہا تھا۔ اُس نے بم پھینکا۔ یہ بم موٹر کے ایک کونے میں لگا۔ اور جب موٹر وہاں سے گذر گئی۔ تو پھٹا۔ مجھے تو کچھ نہ ہوا۔ مگر آس پاس میں بہت سے بے گناہ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ جن کو ہسپتال لے گئے۔

وہ شخص بعد میں گرفتار کیا گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اُسے فیسٹوں سے سخت نفرت تھی۔ اِس واسطے اُس نے یہ حرکت کی۔ میں نے بھی معاملہ کو اہمیت نہ دی۔ اور سیدھا اپنے مکان پر چلا گیا۔ مجھے انگلستان کے سفیر سے ملاقات کرنی تھی۔ حسب معمول جب میں بات چیت کر رہا تھا۔ تو مجھے لوگوں کا شور سنائی دیا۔ تب وہ سفیر یہ واقعہ سُنکر حیران رہ گیا۔ اور ہماری گفتگو وہیں پر ختم ہو گئی۔

آخری دفعہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء والے دن مجھ پر وار (Bologna) میں کیا گیا۔ ایک نوجوان انارکسٹ کو کسی نے اکسایا۔ اُس دن سب لوگ سلامی کے لئے جمع تھے۔ یہ نوجوان فوج کی صف میں سے نکلا۔ اور اُس نے میری

موٹر کے اوپر چلائی۔ میں (Bologna) بولونا کے مجسٹریٹ مسمی
( ) اریی نائی ڈ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ گولی میرے کوٹ کے
پاس سے گذر گئی۔ لوگ طیش میں آگئے۔ اور اُس انارکسٹ کا وہیں خاتمہ
کر دیا۔

اور بھی کئی دفعہ میرے جان لینے کے قصد ہوئے۔ میں تو تنگ آگیا
اور میں نے سوچا۔ کہ اب دشمنوں کی اس کھیل کو بند کرنا چاہیئے۔ خفیہ
سوسائٹیوں اور دشمن اخباروں اور سیاسی پارٹیوں کا تو ایک ہی منشا
تھا۔ کہ تحریک کے بانی کا خاتمہ کر دو۔ تو تحریک خود بخود مر جائیگی۔ اُن کا خیال
تھا۔ کہ فیسسٹ تحریک صرف ایک شخص کی ہستی کے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔ اور
وہ میں تھا۔ میرے سب دشمن خراب سے لے کر بڑے سے ہوشیار
تک اور بڑے سے بڑے چالاک سے لیکر بڑے متعصب تک یہ خیال کرتے
تھے۔ کہ اگر مسولینی کو مار ڈالا گیا۔ تو اُس کے ساتھ ہی اُس کی تحریک
بھی ختم ہو جائیگی۔ مگر عوام اس بات کو سمجھ گئے۔ اور اُنہوں نے کہا۔ ایسا
کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیئے۔ فیسسٹ بھی تنگ آ گئے۔ اور جو لوگ
اس طرح سے سازشیں کرتے تھے۔ اُن کی تنبیہہ لازمی قرار دینے لگے
تشدد کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ میں نے داخلہ وزارت کا کام اپنے
ہاتھ میں لے لیا۔ اور حکومت کی محافظت کے لئے قانون جاری کر دیا
اور قانون بھی ایسا بنایا۔ جس سے ہماری متحدہ قومی زندگی مضبوط پایہ
پر کھڑی ہو جائے۔

سب سے پہلے میں نے اُن اخباروں کو بند کیا۔ جو عوام کو اشتعال
دیتی رہتی تھیں۔ پھر صوبوں میں ایسے حاکم مقرر کئے۔ جو انقلاب پسند

لوگوں کو قید کریں۔ غرضیکہ ایسے قوانین جو ہر طرح کی بدنظمی اور انتہا پسندی کے برخلاف تھے۔ ہمارے ملک کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوئے ہیں۔ میں نے اس سے اندازہ لگایا۔ کہ تشدد کی پالیسی کا نتیجہ اچھا نکلا۔ سارے ملک کو معلوم ہو گیا۔ کہ فیسسٹ تحریک اور قومیت ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کو ستاتے ہیں۔ اور بڑے آرام سے قانون کے تحت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ پرانے خیال کے انقلاب پسند لوگ بھی سمجھ گئے ہیں۔ کہ باقاعدہ زندگی گذارنا سب کے لئے اچھا ہے۔ اور اس سے سب کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اب تو ان لوگوں کی تعداد جو تنگ خیال ہیں۔ یا جو قانون کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں۔ بہت کم ہو گئی۔ وزیر داخلہ ہونے کی حیثیت میں میں نے ۶ جنوری ۱۹۲۶ء کو ایک سرکلر مجسٹریٹوں کے نام جاری کیا جس میں میں نے اُن کے فریضہ کا ذکر کیا۔ آج کل تو اٹلی میں انصاف سنجیدگی اور محبت سے کام لیا جاتا ہے۔ کوئی کسی کو دکھ نہیں دیتا۔ نہ ہی کوئی جبر کر سکتا ہے۔ بلکہ جو اچھے کام کرتے ہیں۔ یا بہادری دکھلاتے ہیں۔ اُن کی قدر کیجاتی ہے۔ ہر طبقے کے لوگ اب حکومت کے برخلاف کچھ نہیں کرتے۔ نہ ہی حکومت کی مرضی کے برخلاف چلتے ہیں۔ لوگوں کو اب بالکل کھلے طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ کہ وہ سب آپس میں بھائی ہیں۔ اور انہیں انصاف سے کام لینا ہے۔ گویا ہر طرح سے لوگ جاگ اُٹھے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کرنی ہے۔ اور کام بھی کرنا ہے۔ اور امن بھی قائم کرنا ہے۔ پرانی سیاسی پارٹیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اب فیسزم ایک حقیقت ہے۔ جو لوگوں کے اخلاق کو بدل رہی ہے۔ گویا یہ تحریک اب ملک کے ملک کو نئی زندگی بخش رہی ہے۔ اور قوم کے اندر ایک تازہ روح پھونک رہی ہے ؎

نواں باب

نئے راستے

جب کوئی نیا مکان تعمیر کرا رہا ہو۔ اور جب معمار اور لوہار اور بڑھئی اپنے
کام میں لگ رہے ہوں۔ تو ایسے موقعہ پر مکان بنوانے والے سے
Bernard Shaw برنارڈ شا کے ڈراموں کے متعلق رائے پوچھنا۔ یا
ایسے مضامین پر بات چیت کرنا مثلاً یہ کہ آپ پہاڑوں کو یا سمندر کے کنارے
کو تفریح اور کھیل کود کے لئے ترجیح دیتے ہیں۔ بالکل بے محل معلوم ہوتا
ہے۔ یہ خیال کرنا کہ مجھے اور میرے کام کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جا
سکتا ہے۔ بالکل بے معنی ہے۔ جو کام میں نے اب تک کیا۔ یا آئندہ کرونگا
وہ سمجھو میری زندگی ہی ہے۔ میرا صبح سے لیکر آدھی رات تک محنت کرنا اور
پھر صبح اٹھ کر اُسی کام میں لگ جانا اور فسیسٹ حکومت کی بنیاد ڈالنا دو چیزیں
نہیں۔ ایسا سمجھو کہ ایک ہی بات ہے۔ مجھے اور حکومت کو تانا بانا سمجھ لو۔
دوسرے لوگ جب ایک درخت کو دیکھتے ہیں۔ تو اُس کی شاخوں اور
پتوں کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں۔ میں جب سیاسی زندگی کے
درخت کو دیکھتا ہوں۔ تو جانتا ہوں میں کیسا ہی ہوں۔ مجھے قسمت نے کچھ
ایسا بنا دیا ہے۔ کہ میرا سب خیال اور وقت اور طاقت قومی زندگی کے

بنانے میں خرچ ہوتی ہے۔ میری زندگی کا راگ گویا قومی تعمیر ہی ہے۔ اور میں دن رات حکومت کے طریقے اور ذرائع اور وسائل کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہوں۔ یہ مجھے ایک ڈرامہ ساز (Drama) معلوم دیتا ہے۔ جب میں اپنی پچھلی شش سالہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں۔ اور جن سیاسی مسائل کا میں نے حل کیا ہے۔ وہ سمجھئے میری زندگی اور میرے ملک کی زندگی میں ایک ایک باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چاہے یہ باب مختصر ہوں۔ یا مفصل۔ سادہ ہوں یا مرکب۔ ہیں تو انسانی تمدن کے لئے ایک عجیب و غریب تجربہ۔

میرے متعلق لوگوں کے دلوں میں بڑی غلط فہمی ہے۔ مگر مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ لوگ میرے برخلاف بہت کچھ کہتے ہیں۔ اور وہ میری اغراض کو اچھی طرح سے نہیں۔ بلکہ غلط بیانی کرتے رہتے ہیں۔ مگر میں کچھ خیال نہیں کرتا۔ مجھے اتنی فرصت کہاں۔ کہ اپنے متعلق جھوٹے قصے کہانیاں سنتا رہوں۔ اور ایسا کرنے سے حاصل بھی کیا ہوگا۔ میں نے اپنے ملک کو متمدن کرنے اور اسے مہذب ممالک کی فہرست میں شامل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اور اسی اہم کام کو میری روزانہ زندگی اور میرا تخیل اور میرے احساسات سمجھنے چاہئیں۔ جو باتیں میرے ملک کی گراوٹ کا سبب تھیں۔ اور میری قوم کو اٹھنے نہ دیتی تھیں۔ ان کے برخلاف میں نے خوب جنگ کیا۔ اور یہ واقعات وہی یادداشتیں ہیں۔ جو میں نے سلسلہ وار قلمبند کی ہیں۔ اس جد و جہد میں جب میں اپنی زندگی کے حالات لکھ رہا تھا۔ دو باتیں بڑی ہی نتیجہ خیز ثابت ہوئیں۔ اول تو یہ کہ میں زندگی کے واقعات کو سادہ طریق سے بیان کرتا ہوں۔ لفاظی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ جو لوگ زیادہ باتیں کرتے ہیں۔ وہ اکثر فضول

ہوتے ہیں۔ ایسا سمجھو کہ لفظ اُن سپاہیوں کی طرح ہیں۔ جو جنگ میں جاتے ہیں۔ اور پھر لوٹ کے نہیں آتے۔ بزدلی سستی اور کاہلی ایسے سپاہیوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ بھلا کس طرح اُنہیں فتح نصیب ہو سکتی ہے مجھے نفاظلی سے سروکار نہ تھا۔ بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ میں صلح کا دشمن ہوں۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ میری زندگی کے حالات کو غور سے پڑھیں۔ واقعات کو ملاحظہ کریں۔ اور احمق لوگوں کے الزامات کا خیال نہ کریں۔ میرا شروع سے ہی یہ خیال تھا۔ کہ اٹلی کی خارجہ پالیسی کو سرے سے بدل دینا چاہیئے۔ یاد رہے۔ کہ مجھے پوری طرح سے معلوم تھا۔ کہ میرا ملک دیگر ممالک کے مقابلے ہر پہلو سے مثلاً اقتصادیات اور روحانیات میں آگے نکل سکتا ہے۔ اُسے بدلنا واقعہ میں ہمارے واسطے ایک نئی بات تھی۔ غلط فہمی کا بڑا اندیشہ تھا۔ پرانے اثرات اور خیالات کو بدلنا آسان کام نہ تھا۔ نہ صرف میرے ہی ہم وطن بدگمان تھے۔ بلکہ غیر ممالک کے لوگ بھی بدظن تھے۔ مجھے یہ بات بھی معلوم تھی۔ کہ اگر میں نے نئے نظام کو لوگوں کی خلاف مرضی جاری کیا۔ تو میری وزارت کے سب چھوٹے موٹے کام یہ ظاہر کرینگے۔ کہ میں پرانے نظام کو جو مدتوں سے قائم تھا۔ اور ملک کے بین الاقوامی اور سب موجودہ تعلقات کو ایک دم بدلنا چاہتا ہوں۔ اور یہ لوگوں کو گوارا نہ تھا۔ مگر یہ خیال بالکل غلط تھا۔ نئے نظام قائم کرنے سے بھلا بین الاقوامی تعلقات کو کیا نقصان پہنچتا تھا۔ اپنی قوم کو وہ درجہ دینا جو اُس کا حقیقی مقام ہے۔ اور اُسے مضبوط اور طاقتور بنانا کوئی برا کام تو نہ تھا۔ اصلی سوال تو یورپ کی حکومتوں کو اُن کی ذمہ واری جتلانا

تھا۔ جنگِ عظیم کے بعد اُن حکومتوں نے اٹلی سے منصفانہ سلوک نہ کیا تھا۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ہمیں تو غیر ممالک کو یہ بات سمجھانے لگ گئے کہ ہم کوئی دھوکہ نہیں دینا چاہتے۔ ہم تو سیدھا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی ٹیڑھی چالیں نہ چلیں گے۔ ہماری خارجہ پالیسی واقعات پر قائم کی جائے گی۔ اور ہم ہوشیاری سے کام لینگے۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ دوسرے مُلک بھی ہم سے انصاف کے ساتھ برتاؤ کریں۔ ایسے رویہ سے قدرتی طور پر ہمارے مُلک کی قدر دوسرے ملکوں کی نظر میں اِس نئے زمانے میں زیادہ ہوگئی ہے۔

۱۹۲۸ء کے بہار کے موسم میں اٹلی کی (Senate) سینیٹ میں جو تقریر میں نے خارجہ پالیسی کے متعلق کی اُس میں قومی اور بین الاقوامی معاملات کا میں نے کھلے طور پر ذکر کیا۔ اور جو واقعات تھے۔ وہ سب بیان کر دئے جو کام میں نے کیا تھا۔ وہ بھی کہہ سنایا۔ اور خلاصہ کے طور پر جو میری وزارت نے کام کیا تھا۔ وہ بھی بتلا دیا۔ گویا اُس تقریر میں جو کچھ ہمارے مُلک نے ابھی کر کے دکھلانا تھا۔ اُس کا نقشہ بھی کھینچ دیا گیا۔ مگر اس نتیجہ پر پہنچنے سے پہلے مجھے بڑی دشوار گذار مشکلات پیش آئیں۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم تھا۔ کہ لوگ حکومت سے بدظن ہو جائینگے۔ اور نہ یہ ہی کہیں گے۔ کہ (Rome) روما ہی سے سب خرابیاں شروع ہوتی ہیں۔ ہمارے مُلک کے دشمنوں نے اور لوگ جو ہماری تحریک کے مخالف تھے۔ ہر طرح سے یہ کوشش کی۔ کہ خارجہ پالیسی کے معاملہ میں ہر طرح کی غلط افواہیں پھیلا کر مجھے بدنام کیا جاوے۔ جو کچھ میں کرتا۔ اُسے دوسرے ڈھنگ میں توڑ موڑ کر بتلاتے۔ مگر آخر سچ سچ ہی ہوتا ہے۔ چونکہ میری پالیسی درست اور سادہ ہوا کرتی ہے۔ جھوٹ اور فریب اور ٹیڑھے پن

سے کچھ نہ بنتا تھا۔ بھلا سچ کو آنچ کہاں ؟

ہر ایک ملک میں خارجہ پالیسی چاہے کیسی ہی اچھی اور پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ لوگوں کی جہالت یا بدگمانی کی وجہ سے ہمیشہ ناپسند کی جاتی ہے جب میں ملک کے اندر سیاسی زندگی میں امن اور امان پیدا کر چکا۔ اور ہماری خارجہ پالیسی بھی سیدھے راستے پر آگئی۔ تو لوگوں نے نکتہ چینی شروع کر دی۔ میں بڑا حیران ہوا۔ نقص نکالنے والوں میں ایک وہی کونٹ Count Sforza فورزا تھے۔ جو اکتوبر ۱۹۲۲ء میں اٹلی کی طرف سے پیرس میں سفیر بن کر گئے تھے۔ یہ شخص بڑا باتونی تھا۔ اور پہلی حکومتوں میں وزیر رہ چکا تھا۔ اور غیر ذمہ دارانہ طریقے پر بات کہا کرتا تھا۔ اڈریاٹک Adriatic والے معاملے میں اُس کا رویہ ہمارے ملک کی بے عزتی کا باعث بنا تھا۔ یہ کچھ جانتا اور بوجھتا نہ تھا۔ اور خارجہ معاملات میں اسقدر حماقت سے کام لیتا تھا۔ کہ اُسے اپنی عزت کا بھی خیال نہ تھا۔ جب اٹلی بڑے بڑے کاموں کی طیاریاں کر رہا تھا۔ تو اُسے اپنی فکر لگی ہوئی تھی اور ملک کی خدمت بالکل نہ کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے فیسسٹ حکومت کے لئے پیرس میں مشکلات کھڑی کر دیں پہلے سے ہی فرانس کی سیاسی پارٹیاں ہمارے بہت برخلاف تھیں۔ وہ متحدہ اٹلی کو دیکھ کر جلتی تھیں Count کونٹ Sforza فورزا کھلم کھلا میری خارجہ اور داخلہ پالیسی پر نکتہ چینی کرنے لگا۔ اور ہماری تحریک اور طریقہ حکومت کے برخلاف ہو گیا۔ میں نے اس کے نام ایک تار بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

آپ کا اپنے کام سے مستعفی ہونا۔ پیشتر اس کے کہ آپکے پاس خارجہ پالیسی کے متعلق میری ہدایات پہنچیں۔ نہایت ہی نامناسب و غیر موزوں معلوم ہوتا ہے

میں اُس پالیسی کو پارلیمنٹ میں پیش کرنیوالا ہوں۔ آپ کا یہ خیال کہ میری ہدایات فضول اور نکمی ہوں گی۔ غلط ہے۔ آپ اپنی جگہ پر ٹھیرے رہیئے اور حکومت کے لئے مشکلات کا باعث نہ ہوجیئے۔ موجودہ حکومت قومیت کی ضمیر کا مظہر ہے اور آپ کے متعلق جو فیصلہ کرنا ہے۔ اُسے آپ کے جواب آنے تک ملتوی رکھتا ہوں۔ [illegible] تار جواب دیجئے۔

Count Sforza کونٹ سفورزا نے اس تار کا کچھ ایسا ویسا جواب دیا میں نے اُن کو روما بلا بھیجا۔ اور کچھ بات چیت ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا۔ کہ اتفاق رائے ممکن ہیں۔ اس لیئے میں نے اُنہیں اُنکے عہدے سے برطرف کر دیا وقت آگیا تھا۔ کہ وہ لوگ جو ماتحت ہوں۔ مرکزی حکومت کے سامنے بحث مباحثہ نہ کریں۔ کیونکہ سیاسیات میں نظام کو قائم رکھنے کے لئے حکم کا ماننا لازمی ہوتا ہے۔ ہمارے سفیر جو دوسرے ملکوں میں ہمارے ملک کے نمائندے ہو کر جاتے ہیں۔ اُن کا پہلا فرض اپنے ملک کی خدمت کرنا ہوتا ہے خودداری اچھی نہیں ہوتی۔ میرا ایسا کرنا تھا۔ کہ سب سفیر اور ایلچی سمجھ گئے۔ اور اُن کے لئے ایک مثال قائم ہو گئی۔ اور پھر اُنہوں نے حکومت کے حکموں کی خلاف ورزی کی خارجہ پالیسی کا فیصلہ کر گئے ہیں نے اُن سیاسی مسائل کا حل کرنا شروع کر دیا۔ جس پر ہماری آئندہ ہستی کا دارومدار تھا۔ پہلی حکومتوں نے کام بہت بگاڑ رکھا تھا۔ مثلاً بہت سے صلح کے عہد نامے تھے۔ جو نقائص سے پُر تھے۔ مجھے اُنہیں دیکھنا تھا۔ اور درست کرنا تھا۔

مثلاً (Jugo Slavia) جگوسلاویا کے ساتھ جو ہمارا عہد نامہ ہُوا تھا۔ اور (Rapallo) ریپالو کے عہد نامے کے نام سے مشہور تھا۔ وہ تو بہت ہی بڑا تھا۔ اُسے درست کرنا تھا۔ سولہ نومبر ۱۹۲۲ء والے دن پارلیمنٹ

میں عہدناموں کے نازک معاملے پر تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا۔ اور اب بھی میرا وہی خیال ہے۔ کہ عہدنامے خواہ برُے ہوں یا اچھے ہمیشہ پورے کرنے چاہئیں۔ ایک عزت دار قوم کے لئے ایسا کرنا لازمی ہے۔ مگر کوئی عہدنامہ ایسا نہیں کہ بدلا نہ جاسکے۔ اُن پر ختمیت کی مہر نہیں لگ سکتی۔ دوسرے ملکوں کے ساتھ جو ہمارے تعلقات ہیں۔ اُنکے متعلق میں نے یہ کہا۔ "نہ تو ہم دوسرے ملکوں کے غلام ہونگے اور نہ ہی ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے دوسروں کے حوالے کر دینگے۔ ہم تو خود مختار ہونگے۔ اور اپنی بات کو پورا کر دکھلائینگے"

نومبر ۱۹۲۲ء میں Lansanne لاسان میں فرانس کے وزیر Paincare پائین کیر سے اور لارڈ کرزن سے جو انگلستان سے آئے ہوئے تھے۔ ملا میں نے وہاں فوراً ہی کہہ دیا کہ ہم تو متحدہ قوموں (Allies) کے برابر کے حق رکھتے ہیں غرض ملاقاتیں ہوتی رہیں اور بعض دفعہ ہنسی مذاق بھی ہوتا تھا۔ وقت آگیا تھا۔ جبکہ انگلستان اور فرانس بین الاقوامی معاملات میں اٹلی کے برابر خیال کئے جاویں کیونکہ قربانی اور قومی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم کسی طرح بھی دوسرے ملکوں سے کم نہ تھے جب میں لاسان میں تھا۔ تو میں رومانیہ کے وزیر خارجہ سے بھی ملا۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے سفیر جو کہ امریکن وفد کے صدر بھی تھے۔ اور جن کا نام R. W. Child رچرڈ واشبرن چائلڈ تھا۔ اُن سے بھی ملا۔ اور میں نے Dodecanes ڈوڈیکینس کے سوال کو بھی نہ اٹھایا۔ غرض وہاں جانے سے مفصلہ ذیل نتیجے حاصل ہوئے

اوّل۔ ہم نے مدبرین خارجہ کو یہ بات ذہن نشین کرادی۔ کہ ہم ایک باعزت قوم ہیں۔

دوم۔ ہم نے خارجہ پالیسی میں ایک نیا اصول قائم کیا۔ یعنی میں سیدھا مدبرین غیر ممالک سے بات چیت کرنے لگا۔

اسی سال دسمبر میں میں نے وزرا کی کونسل میں اہم اعلانات امور خارجہ کے متعلق کئے۔ میں نے ریپالو والے عہدنامے پر پھر سے غور کیا۔ میں نے فیوم اور Dalmatia) ڈلمیشیا والے معاملے کو دوسرے عہدناموں کی روشنی میں پھر دیکھا اور اُسے حل کرنا چاہا۔ میں دوبارہ لارڈ کرزن سے ملا۔ اور پھر میں London لنڈن بھی گیا۔ جہاں میں کچھ دن رہا۔ انگریزوں نے میری بڑی خاطر کی اور وہاں کی سیاسی دنیا نے میری باتیں بڑی توجہ سے سُنیں (متحدہ قوموں کے قرضے کا سوال در پیش تھا۔ میں پہلے سے ہی امریکہ کے اور انگلستان کے سفیروں کے ساتھ اس معاملے کے متعلق بات چیت کر چکا تھا۔

میری ایک تجویز تھی۔ جو اس مسئلہ کو حل کر سکتی تھی۔ اور وہ تجویز بھی نہایت ہی معقول تھی۔ متحدہ قومیں بھی اُس تجویز کو پسند کرتی تھیں۔ مگر کچھ فروعی اختلافات تھے۔ جن میں سے ایک فرانس کا (Ruhr رور کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ تجویز منظور نہ ہوئی۔ اور قرضے کا سوال بھی حل نہ ہوا۔ ساتھ ہی جرمنی کے تاوان کا سوال بھی رہ گیا۔ اگر میری تجویز مان لیجاتی۔ تو سب اقتصادی مشکلات ساتھ ہی ساتھ حل ہو جاتیں۔ میں خارجہ پالیسی میں بین الاقوامی اقتصادیات کا بھی لحاظ رکھا کرتا ہوں ۱۹۲۳ء میں میں نے اقتصادی بنا پر بہت سی قوموں کے ساتھ تجارتی معاہدے کئے۔ اور مجھے کامیابی ہوئی۔ مجھے جب لوگ کہتے ہیں کہ میں صلح کے برخلاف ہوں۔ تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو میں یہ معاہدے کیوں کرتا پھرتا۔ ان معاہدوں سے ہماری اقتصادی اور مالی مشکلات حل ہو گئیں۔ فروری ۱۹۲۳ء میں میں نے سوئٹزرلینڈ (Switzerland کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا۔ جو (Zurich) زیورچ میں ہوا۔ میں نے Washington واشنگٹن کے عہدنامے کو تصدیق کیا۔ جس میں ایک شرط تھی۔ کہ بحری سامان

جنگ میں تخفیف کر دی جاوے۔ اسی طرح سے ذکر سلاو یا اور (Poland) پولینڈ اور (Spain) سپانیہ اور فرانس کے ساتھ بھی عہد و پیمان کئے گئے یہاں تک کہ سوویٹ روس کے ساتھ بھی تجارتی معاہدے نئے سرے سے شروع کر دئے گئے۔

بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے میں ہمارا ملک سب سے پہلے قدم اٹھانا تھا۔ ہم تو صلح اور آشتی چاہتے تھے۔ جتنی ہماری دیگر اقوام کے ساتھ دوستی ہوتی۔ اتنا ہی امن زیادہ ہوتا۔ ہاں ہم اپنی خود مختاری کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ نہ ہی ہم دوسروں کے لئے شطرنج کے پیادے بننا پسند کرتے تھے۔ ہماری کوشش تو یہ تھی کہ ہم آہستہ آہستہ صلح قائم کر دیں۔ اور وہ صلح خیالی نہ ہو۔ بلکہ حقیقی ہو۔ اور واقعات پر مبنی ہو۔ میں نے مضبوط ہونے پر بڑا زور دیا ہے۔ مگر میں نے ساتھ ہی فیاضی سے کام لیا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات درست کرنے کے لئے ہمیں خارجہ وزارتوں کے ادارے منظم کرنے لازمی ہیں۔ یہ ادارے پرانے طریقے پر چلے جا رہے ہیں۔ اور جو لوگ وہاں کام کرتے ہیں۔ وہ حکومت پسند اور ڈھیلے ڈھالے ہیں۔ اور صرف تنخواہ اور ترقی کے خواہاں ہیں۔ میں نے سفارت خانوں کی اصلاح کی۔ اور غیر ممالک کے سفیر ہٹا دئے۔ یہ کام بڑا مشکل کام تھا۔ اور پیچیدہ بھی تھا۔ پرانے سفارت خانوں کو نئے طریقے پر قائم کرنا تھا۔ مجھے بڑی محنت کرنی پڑی۔

جب میں اس مشکل کام میں مشغول تھا۔ اور ساتھ ہی (Adriatic) اڈریاٹک کے سوال پر غور کر رہا تھا۔ (Albania) البانیا سے خبر موصول ہوئی۔ کہ ہمارے جنگی مشن (Mission) کو شارع عام میں سرحدی لٹیروں نے دھوکے سے تہ تیغ کر دیا ہے۔ اس قتلِ عام میں

بہت سے بہادر افسر اور سپاہی کام آئے یہ مشن اور خارجہ مشنوں Missions کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق کسی خاص کام کے لئے Albania البانیا جا رہا تھا۔ ہمارے ملک میں اس واقعہ نے بڑی ہل چل مچا دی۔ پہلے بھی ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کے دفعیہ کے لئے سختی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ میں نے بھی اپنے ملک کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے یونان کو کہہ بھیجا۔ کہ ایک تو معافی مانگو۔ اور دوسرے پانچ کروڑ (Lire) لیرے تاوان دو۔ یونان نے بالکل پرواہ تک نہ کی۔ بلکہ کچھ اور ملک بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جو کہنے لگے۔ کہ کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں ایسا کمینہ پن کبھی نہ کرتا۔ بلا تامل میں نے فوراً ہی ایک بحری فوج جزیرہ ( ) کارفو کو روانہ کر دی۔ ہمارے جہاز وہاں جا ٹھیرے۔ میں نے دیگر ممالک کو بھی اطلاع دے دی اور لیگ آف نیشنز (League) نے صاف جواب دے دیا۔ اور کہہ دیا کہ ہم تو اس مشکل سوال کو حل نہیں کر سکتے۔ میں نے کارفو پر قبضہ کر لیا۔ اور کہہ دیا کہ اٹلی لیگ سے بھی اپنا نام کٹوا دیگا۔ اگر کوئی تسلی بخش فیصلہ نہ ہوا۔ یہ کوئی لفظی بحث نہ تھی۔ اٹلی کے افسر اور سپاہی مارے گئے تھے۔ بھلا ایسے افسوسناک واقعہ پر میں کسطرح چپ بیٹھا رہ سکتا تھا۔ اس معاملے کے متعلق اس قدر غلط بیانی اور بیہودگی ظہور میں آئی۔ کہ میں سب واقعہ کو سادہ طور پر اور عام فہم طریقے میں بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں +

پہلے یہ معاملہ سفارتوں کی کانفرنس میں پیش ہوا۔ اور اس کانفرنس نے ہمارے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یونان نے بھی تسلی بخش جواب دیا اور تاوان بھی ادا کر دیا۔

میں اس تاوان میں سے ایک کروڑ لیرے (Lire) یونان کے

پناہ گزینوں کو دے دیئے۔ باقی تاوان ہم نے وصول کر لیا۔ اور فوج کو بھی
واپس بُلا لیا۔ اور معاملہ ختم ہوا۔ اُسی مہینے چند ایک افسوسناک واقعے ہو
گئے۔ ہماری خارجہ پالیسی سے میرے ہموطن تو بہت خوش ہوئے۔ مگر غیر
ممالک میں اُسے پسند نہ کیا گیا۔ ایک تو یہ پالیسی کچھ غیر معمولی سی تھی۔ اور
دیگر ممالک اٹلی کے حقوق کو پامال نہ کر سکتے تھے۔ اور میں اُسے اُلٹ پلٹ
بھی نہ ہونے دیتا تھا۔ سینٹ میں بھی میں نے یونان کے واقعہ کے متعلق
بہت کچھ کہا اور فیوم کے سوال کو بھی زیر بحث لایا۔ اور دوران تقریر
میں میں نے یہ بھی کہا۔ کہ فیوم والا معاملہ تو نہایت ہی شرمناک ہے۔ مگر
میں جگوسلاویا سے اس کے متعلق بات چیت کر رہا ہوں۔ اور میں نے
رپالو کے عہدنامے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایڈریاٹک میں
ہمارے ملک کی بڑی حق تلفی ہوئی تھی۔ آخر سینٹ نے میری خارجہ پالیسی
کو پسند کیا۔ اور جو کچھ میں نے کیا تھا۔ اُسے بھی منظور کر لیا۔

جنوری ۱۹۲۴ء کو ہمارے اور سربیا کے ایک بڑے مدبر مسمی Pasic (
پاسک اور جگوسلاویا کے وزیر (   ) ننچک کے درمیان ایک
نیا عہدنامہ ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فیوم ہمارے ہاتھ لگا۔ ۱۹۲۵ء میں بھی بات
چیت جاری رہی۔ اور دونوں ملکوں کے آپس کے تعلقات پہلے سے بہتر ہو
گئے۔ (Jugo Slavia) جگوسلاویا نے ابھی تک عہدنامے کی تصدیق
نہ کی تھی۔ مگر آخر کار (Dalmatia) دلمیشیا ہمیں نہ مل سکا۔ یہ علاقہ
ہمارے لئے بڑا مشترک علاقہ تھا۔ کیونکہ دراصل یہ اٹلی کا ہی حصہ ہوا کرتا تھا
اور (London Pact) لنڈن کے معاہدے کے مطابق ہمیں ہی ملنا تھا
جو عہدنامہ میں نے اُن دو مذکورہ بالا وزیروں کے ساتھ مل کر طیار کیا تھا

ایک بہترین عہد نامہ تھا۔ اور اگرچہ جگو سلاویا نے شرائط کی تصدیق نہیں کی ہے۔ پھر بھی ہماری سرحدیں بالکل محفوظ ہیں۔ کم سے کم ہم میں باہمی سلوک تو قائم رہیگا۔

۱۹۲۴ء میں جو خارجہ سیاسی پروگرام سینٹ میں طے ہوا۔ اُس میں ۱۳۵ ووٹ ہمارے حق میں تھے۔ اور صرف چھ ووٹ برخلاف تھے اور ۲۶ ممبر غیر حاضر تھے۔ اُسی سال دسمبر میں (Chamberlain) کا چیمبرلین سے ملاقات ہوئی۔ وہ انگلستان کے وزیر خارجہ تھے۔ جب کبھی بین الاقوامی معاملات پر اُن سے بات چیت ہوئی ہے۔ اُنہوں نے ہمیشہ ہمارے ساتھ اظہار دوستی کیا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں افغانستان کی حکومت سے میرا کچھ جھگڑا ہوگیا۔ کابل میں ہمارے ملک کا انجنیئر مسمّیٰ (Piperno) پائی پر لز رہا کرتا تھا۔ وہ وہاں کام اور مطالعہ کے لئے گیا تھا۔ اور کسی معاملے پر جھگڑا ہونے سے وہ مارا گیا۔ وہاں کی حکومت نے اُس کے عیال کو تاوان دینے سے انکار کیا۔ میں نے زور دیا۔ کہ حکومت کو تاوان دینا ہی پڑیگا۔ اور اگرچہ ہمیں حق حاصل تھا۔ پھر بھی ہم نے افغانستان کے منہ پر دوستی کا دروازہ بند نہ کیا۔ بلکہ جب وہاں کا بادشاہ ہمارے ملک میں آیا۔ تو ہم نے بڑی سرگرمی سے اُس کا خیر مقدم کیا۔

سیاسی آسمان پر بادل آیا جایا کرتے ہیں۔ اب کے ایک نیا بادل آنکلا۔ جرمنی نے ہمارے مشرقی مقبوضات میں ہمارے برخلاف بہت کچھ کہا سنا۔ فروری ۱۹۲۶ء میں جب کہ ہماری تحریک (Adige) اڈیج کے علاقے میں جڑ پکڑ گئی۔ اور اُس علاقے میں جرمن بھی آباد تھے۔ تو مجھے جرمنی کے متعلق کچھ کہنا پڑا۔ میں نے دو بڑی سیدھی سادی

تقریریں کیں جس سے سازش کرنے والوں کے دل دہل گئے۔ ایسے لوگوں میں کوئی حوصلہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ میں نے اٹلی کے سفیر (Bosdari) بوسدآری کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ اُس نے ہمارا سفیر ہوتے ہوئے ایک ایسا رویہ اختیار کیا تھا جس سے ہمارے تعلقات جرمنی سے بڑے کشیدہ ہو گئے اُسے ایسا کرنا مناسب نہ تھا۔ میری صاف تقریر اُس موقعہ پر ویسی ہی تھی۔ جیسے میں نے ایک دفعہ پہلے آسٹریا کے وزیراعظم کی پالیسی کے متعلق دی تھی۔ اُس تقریر سے جرمنی کی سرحد کے متعلق جو سوال تھا۔ وہ صاف ہو گیا (Adige) ایڈج کے سوال کے ساتھ دیگر ممالک کے سوال بھی وابستہ تھے۔ میں نے اُسی زمانے میں بلگیریا۔ پولینڈ۔ یونان۔ ترکی اور رومانیا کے خارجہ وزیروں سے بھی ملاقاتیں کیں۔

روما اس وقت سیاسیات یورپ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ میری خارجہ پالیسی جس پر میرے ہم وطن عمل پیرا تھے۔ دوسری قوموں کی نظروں میں بڑی اہمیت رکھنے لگی۔ وفاداری ہماری قوم کی کامیابی کا باعث ہوئی۔ میں کبھی ادھورے اور بے معنی کام نہیں کیا کرتا۔ آپ میری پالیسی میں یہ باتیں بالکل نہ پائیے گا۔ میں ہمیشہ استقلال اور مضبوطی سے کام لیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے ہم وطن میرے ساتھ ہیں۔ اور وہ اپنے فریضہ کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور اُنھوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کرنی ہے۔ اور اُن کی قدر کرنی ہے۔

میں نے اپنے ہموطنوں کو جو اٹلی سے باہر ہیں۔ برادرانہ رواداری کے پیغامات بھیجے۔ میں نے اُنہیں اپنا ہموطن کہہ کر خطاب کیا۔ اگرچہ وہ اب دوسرے ملکوں میں آباد ہیں۔ میری مراد یہ ہے۔ کہ وہ کسی طرح سے بھی

ہم سے درجے میں کم نہیں ہیں جن ملکوں میں میرے ہموطن آباد ہیں میں نے اُن کے حقوق کی محافظت کی ہے۔ مگر اُن ملکوں کے اصلی باشندوں کو میں نے کچھ نہیں کہا۔ حقوق کی محافظت بھی بین الاقوامی قوانین کے ماتحت کی گئی۔ تاکہ قوموں کے باہمی تعلقات بنے رہیں ؛

جو لوگ ہمارے ملک میں بیرونجات سے داخل ہوئے ہیں۔ چاہے وہ تفریح کے لئے۔ یا دینیات کے مطالعہ کے لئے یا تجارت کے لئے آ ئے ہوں۔ ہم اُن سے بڑے تپاک سے اور محبت سے پیش آتے رہے ہیں۔ میں نے اپنے ہم وطنوں کو سکھلایا ہے۔ کہ وہ غیر ممالک کے نمائندوں کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے پیش آئیں۔ یہاں تک کہ میرے خیال میں سیاسی جھگڑوں میں عوام کا مظاہرہ بالکل نامناسب ہوتا ہے۔ سفیر اور ایلچی تو ہمارے مہمان ٹھیرے۔ پُرانے طریقے کی جمہوری حکومتیں ایسے مظاہروں کی اجازت دے دیتی ہونگی۔ فیسٹ حکومت اس کی قائل نہیں بعض وقت حالات نازک بھی ہو جاتے۔ اور ایسے مظاہروں کا خطرہ بھی تھا مگر میں نے لوگوں کو حدِ اعتدال سے بڑھنے نہیں دیا۔ خارجہ اخبارات اکثر مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتی رہتیں۔ مگر میں نظام کو قائم رکھتا تھا۔ اگرچہ یہ کام نہایت ہی مشکل تھا ؛

اٹلی کی خارجہ پالیسی جسے میں چلاتا تھا۔ بالکل سادہ اور عام فہم تھی۔ اور وہ مفصلہ ذیل اصولوں پر مبنی تھی۔

اول یہ کہ ہم صلح چاہتے تھے۔ اور ہماری یہ خواہش صرف لفظی یا کاغذی نہ تھی۔ بلکہ اُس کو سرانجام دینے کے لئے فی الحقیقت میں نے عہد نامے اور معاہدے کئے۔ جن سے آپس میں صلح ہو۔ اور میری قوم کی قدر و منزلت

زیادہ ہو۔
دوئم یہ کہ میں بڑی سلطنتوں کے ساتھ مل نہ گیا۔ بلکہ اُن کے ساتھ بھی عہد نامے ہی کئے۔ تاکہ دوسرے مُلکوں کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات بنے رہیں۔ خاص کر کے ایسی قوموں کے ساتھ جو سیاسی دنیا میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مثلاً انگریز۔
بلکہ میں نے سب چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے ساتھ بھی معاہدے کئے تاکہ ہمارے مُلک کا نفوذ اُن میں بھی قائم رہے۔ مثلاً (Albania) البانیا اور (Hungry) ہنگری اور (Turkey) ترکی کے ساتھ معاہدے ہو گئے۔
بحیرہ قلزم (Mediterranean.) میں صلح قائم رکھنے کے لئے میں نے ہسپانیہ سے دوستی کی۔ اور اس لئے کہ ہماری تجارت اور صنعت و حرفت ترقی کرے۔ میں نے روس کے ساتھ تجارتی تعلقات پھر سے قائم کئے
وہ لوگ بالکل ہی بے سمجھ ہیں۔ جو ان باعزت تعلقات کا خیال نہیں کرتے لیگ آف نیشن اور لوکارنو کا عہد نامہ اس بات کے گواہ ہیں۔ کہ ہمارا رویہ غلامانہ تھا۔ جو شرطیں فضول تھیں۔ مثلاً یہ کہ سب اسلحات جنگ کم کئے جاویں۔ انہیں میں نے قبول نہ کیا۔ میرا خیال تھا۔ کہ ایسا کرنا درست نہیں
میں نے سفیروں کے ادارے سب پہلے کی نسبت زیادہ منظم کر دیئے اور اُن میں فیسسٹ خیالوں کے لوگ مقرر کر دیئے۔ یہ ادارے جنگ عظیم کے وقت کے تھے۔ اب نئے نظام کے نیچے آ گئے۔ میں نے خارجہ مقبوضات میں بھی فیسسٹ نظام کو جاری کر دیا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ لوگ حکومت کی تابعداری کرنا اور آرام سے رہنا سیکھیں۔ وہاں کے حکمرانوں کو بھی جاننا چاہیئے۔ کہ فیسسٹ پالیسی کو ہر جگہ چلانا ہے۔ نہ ہی صرف اٹلی کے رہنے

والے ہی ہماری تحریک کی قدر دانی کرتے تھے ۔ بلکہ میرے ہم وطن جو دیگر ممالک
میں آباد تھے۔ وہ بھی اس کی قدر کرنے لگ گئے۔ اب دیگر اقوام بھی اس کی قدر
کرتی ہیں اور بین الاقوامی معاملات میں ہماری بھی سنی جاتی ہے ۔ میری خارجہ
پالیسی ہمارے خارجہ مقبوضات پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ یہ بات جانتے ہوئے
بھی کہ ہمارے ہم وطن جو دوسرے براعظموں میں مثلاً افریقہ اور امریکہ میں جا
بسے ہیں۔ اور وہاں اُنہوں نے نئے ملک آباد کئے ہیں۔ اُنہوں نے جنگ سے
پہلے اور بعد میں بھی بڑا ایثار اور قربانی دکھلائی ۔ تاہم اُنہیں ابھی تک اس
بات کا احساس نہیں۔ کہ ابھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ ابھی ہماری کوششیں
پوری طرح سے بار ور نہیں ہوئیں۔ اگرچہ ہم جنگِ عظیم میں اور اس کے بعد بھی
وفاداری اور جان نثاری کا حق ادا کرتے رہے۔ مگر ہماری مرادیں بر نہ آئیں
مقبوضات خارجہ صرف ہماری بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے بسنے کے
مقام ہی نہ تھے۔ اُن کے ہمارے زیر حکومت ہونے سے ہماری مالی اور اقتصادی
مشکلات حل ہو جانی چاہیئے تھیں۔ ابھی بھی اگرچہ جنگِ عظیم کو دس سال گزر
چکے ہیں۔ ہماری حالت ویسی کی ویسی ہی ہے۔ ایک تو ہماری خارجہ بستیاں
تھوڑی سی ہیں۔ اور وہ بھی زیادہ متمدن نہیں (Eritera) اریٹرا
جو ہماری سب سے پہلی خارجہ بستی ہے۔ ویسی کی ویسی ہے Somaliland
سومالی لینڈ کچھ پہلے سے ذرا بڑھی ہے۔ اور (Gubaland) گیوبالینڈ جو
انگریزوں کے پاس تھی ۔ وہ اب سیاسی چال چلنے سے ہمارے قبضے میں
ہے گر (DeVacchi) ڈی وشی کی کوششوں کی بدولت سومالی لینڈ نے بڑی
ترقی کی ہے۔ اور بہت سا سرمایہ اٹلی سے وہاں داخل ہوا ہے اور ہمارے ملک کے
مزدوروں کو کام بھی ملتا ہے Libyan لیبین بستی جس میں Cireneca سرینیکا

اور (Tripalitnia) تری پالی ٹینیا بھی شامل ہیں۔ جنگ عظیم میں بالکل چھوٹی
سی بستی رہ گئی تھی۔ اور وہ بھی سمندر کے کنارے جب ہماری تحریک
وہاں پہنچی۔ تو حالت بڑی نازک تھی۔ اب تو وہ بستیاں بھی آباد ہو رہی ہیں ہماری
فوجوں کا وہاں جانا اور ہمارا اُن علاقوں کو تسخیر کرنا گویا بڑا ہی مفید ثابت ہوا۔ وہ
علاقے نئے سرے سے اور عہد ناموں کے مطابق بالکل ہمارے ہی ہو گئے ہیں اور
متمدن ہوتے جاتے ہیں۔

یہ دونوں بستیاں بڑی آباد ہو گئی ہیں۔ (Tripoli) تریپلی تو بحر قلزم کا ایک
نہایت ہی خوبصورت شہر بن گیا ہے۔ بلکہ ڈاکٹروں کی کانگرس نے اُسے ایک
صحت افزا شہر قرار دیا ہے۔ شہر میں پانی کی افراط ہے اور کھیتوں کی آبیاری
کے لئے پہاڑوں سے پانی کثرت سے آتا ہے۔ میں خود اُس علاقے کو دیکھنے گیا تھا
اور میرا عقیدہ ہے۔ کہ وہ جگہ بڑی متمدن ہو سکتی ہے (Gur an) گریان کے
بعض حصے تو جنوبی اٹلی سے بھی زیادہ زرخیز ہیں۔ اور وہاں بڑی پیداوار
ہو سکتی ہے یہ ہی حال سرینیکا کا ہے۔

ہماری پرانی حکومت نے ایک طرح کی پارلیمنٹ قائم کر رکھی تھی۔ وہ ہم نے
توڑ تاڑ دی ہے۔ وہاں کے گورنر اب پورے اختیارات رکھتے ہیں۔ اور
لوگوں کے مفاد کے واسطے جو جی چاہے کر سکتے ہیں۔ وہاں اب بالکل امن و
امان ہے۔ لوگ جا کر بس رہے ہیں۔ سرمایہ بھی جا رہا ہے اور مزدور بھی جا رہے ہیں۔

یہ دو بستیاں تو ہماری روز افزوں آبادی کے بسانے کے لئے کافی
نہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ اگر ہم اُن سے اچھا برتاؤ کریں گے۔ تو ہمارے ملک کو بہت
فائدہ ہوگا۔ اور ہماری مالی حالت بھی بہتر ہو جاوے گی۔ میرا منشا بھی یہ ہی ہے
کہ ان بستیوں کو متمدن کیا جاوے۔ تاکہ ہماری بڑھتی ہوئی آبادی وہاں

جا لیسے۔ میں تو دن اور رات اسی کوشش میں ہوں۔ مگر میں نے صرف بین الاقوامی جھگڑوں کا یا خارجہ بستیوں کے سوال کو حل نہیں کیا۔ بلکہ مالی اور اقتصادی مسائل کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ یہ مسئلے نہایت ہی عجیب و غریب ہیں؛

لبرل پارٹی کے لیڈر ر Peano پیانو نے پارلیمنٹ میں میرے روما پر چڑھائی کرنے سے چھ مہینے پہلے ہمیں تبلایا تھا۔ کہ بجٹ میں چھ ارب کا گھاٹا ہے دشمن بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ کہ واقعہ میں یہ حالت بڑی ہی خراب ہے مجھے معلوم تھا۔ کہ مالی حالت بڑی نازک ہے۔ یہ سب پچھلی حکومت کی کارستانیاں تھیں جب حکومت کے جہاز میں اتنا بڑا چھید ہو گیا ہو۔ تو بھلا ایسا جہاز کیسے چلے گا۔ یہ مسئلہ بھی حل طلب تھا۔ اٹلی کے اندر بھی اور خارجہ میں بھی ہم نے اپنا اعتبار قائم کرنا تھا اس پہلو میں مجھے بہت کچھ اصلاح کرنی تھی۔ چھاپے خانوں میں افراط سے نوٹ چھپنے کا آخر کیا نتیجہ ہوا۔ نوٹوں کی قیمت گر گئی۔ اس قسم کی حرکت نے معاملے کو اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ صرف بجٹ میں ہی نقصان نہ ہوا۔ بلکہ سب کام بگڑ گیا۔ اور حکومت کا چلانا دشوار ہو گیا۔ پہلے تو مجھے سب فضول خرچ بند کر دینے پڑے اور لوگ خزانے سے خراج لیا کرتے تھے۔ وہ میں نے ایک دم بند کر دئے اور حکومت کے ہر شعبہ میں کفایت شعاری سے کام لینا پڑا۔ مجھے ملازمتیں کم کرنی پڑیں ہمیں دیگر ممالک کو قرضہ بھی ادا کرنا تھا۔ اگرچہ آمدنی کم تھی۔ مگر قرضے کی ادائیگی کیسے رک سکتی تھی۔ افراد ہوں۔ یا حکومت جب ہاتھ کٹ گئے ہوں۔ تو وعدے کا ایفا لازمی ہوتا ہے۔ قرضہ تو دینا ہی پڑتا ہے۔ میں نے اس کام کے لئے ایک بڑے لائق آدمی کو چنا۔ میں نے ر DeStefani ڈی سٹیفانی کو جو فلسفی تھے اور اقتصادیات کے عالم بھی تھے۔ وزیر خزانہ مقرر کر دیا۔ اس نے خرچ میں کمی کر دی۔ رشوت ستانی بند کر دی اور نئے ٹیکس تجویز کئے۔ دو سال

کے اندر اندر بجٹ میں خرچ اور آمدنی برابر ہو گئی۔ میں نے جنگِ عظیم کے بعد کے اقتصادی نظام کو بالکل بدل دیا۔ اور نئے صوبوں کے فالتو حکام کو بھی ہٹا دیا کیونکہ قرضے اور تاوان کے بوجھ سے ہم تو دبے پڑے تھے۔ میں نے (Bond) بانڈ جاری کر دئیے۔ اور لوگوں نے فوراً ہی خرید لئے۔

اس کارروائی سے پہلے میں اُن لوگوں سے بھی جو لڑائی میں زخمی ہوئے تھے انصاف کرنا چاہتا تھا۔ جو رعائتیں اُن سے اُن کے حقوق کی ادائیگی میں کرنی تھیں اُن کے متعلق میں نے ہدائتیں جاری کر دیں یعنی حکومت کی طرف سے بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لئے وظیفے مقرر کر دئیے۔ غرضیکہ جن لوگوں نے اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کی تھیں۔ اُن سے بے انصافی بھی نہ ہوئی۔ اور حکومت کا فرض بھی ادا ہو گیا۔ جنگ سے بعض سرمایہ داروں نے منافع اُٹھایا تھا۔ اور امیر ہو گئے تھے۔ اُن کا بھی میں نے بندوبست کیا۔ مجھے بلاشبہ سختی کرنی پڑی۔ مگر کیوں نہ کرتا۔ جنگ سے بہت سے خاندانوں کو سخت نقصان بھی ہوا تھا۔ ایک تو اُن کے روزی کمانے والے جنگ میں کام آئے۔ دوسرے وہ غریب ہو گئے۔ اور اُن کا مالی نقصان بھی ہوا۔

حکومت کی مالی حالت کو سدھارنے اور قرضہ وغیرہ کم کرنے کے بعد میں نے ملک کی پیداوار بڑھانے کی کوشش کی جن لوگوں نے محنت سے دولت کمائی تھی اور جمع کی تھی۔ اُن سے بھلا کیسے دولت چھینی جا سکتی ہے۔ جو کسی کو ورثہ ملتا ہے۔ اُسے اُس کا پورا حق ہوتا ہے۔ اور جس طرح چاہے۔ اُسے خرچ کر سکتا ہے۔ اگرچہ طریقہ ٹیکس میں میں نے بڑی اصلاح کی۔ مگر میں نے بنیادی حقوق کو قائم رکھا۔ اور خاص کر کے ورثہ کے قانون کو نہ بدلا۔ میں نے صاف طور پر کہہ دیا۔ کہ ورثے پر ٹیکس لگانا مناسب نہیں۔ سوشلسٹ خیال کے لوگ اس قسم کے ٹیکس کو پسند کرتے تھے۔ اگر ورثہ پر ٹیکس لگایا جاوے۔ تو خاندانوں کو بڑا نقصان ہوتا ہے۔

میں نے اس معاملے پر بحث شروع کر دی۔ آخر لوگ سمجھ گئے۔ اور اُنھوں نے میرے فیصلہ کو قبول کر لیا۔ یہ بات تو میں خوب جانتا ہوں۔ کہ میرے ہموطن قانون کے بڑے پابند ہیں۔ اور اُن کا رویہ قابل تعریف ہے۔ بلکہ ساری دنیا اُن کی ثنا خواں ہے۔ اگرچہ ہمارا ملک بہت زرخیز نہیں۔ پھر بھی ٹیکس کے بوجھ کو میرے ہموطنوں نے خوب اُٹھایا۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء کے آخر میں وزیر خزانہ ڈی سٹیفانی صاحب نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا۔ کہ ہماری سالانہ بجٹ میں اب خرچ اور آمدنی برابر ہے۔ بلکہ آئندہ سال یعنی ۲۵-۱۹۲۵ء میں امید کی جاتی ہے۔ کہ ہمیں ایک کروڑ لاکھ کی بچت ہو گی۔

اصل میں حکومت کی بنیاد ایک سمجھدار اور مضبوط اقتصادی نظام پر رکھی جانی چاہیئے۔ اب جب ہماری بجٹ درست ہو گئی۔ تو حکومت بھی خوب مضبوط ہونے لگی۔ لوگ حکومت کی اطاعت کرنے لگ گئے۔ ٹیکس برابر ادا کرتے رہے۔ قرضہ بھی اترنے لگ گیا۔ اور اسی سال ہماری حکومت امریکہ۔ اور انگلستان کے ساتھ جنگ کے قرضے کے متعلق بات چیت کرنے لگ گئی۔ ہم گویا مصیبت سے بچ نکلے۔ یہ اصلاحات صرف مرکزی حکومت میں ہی نہ ہوئیں۔ صوبوں میں اور اضلاع میں بھی اقتصادیات کے متعلق قانون اور قاعدے جاری ہو گئے۔ اور وہاں کی حالت بھی سدھر گئی مگر یہ سب کچھ بھی کافی نہ تھا۔ بہت سی کمپنیاں اور کارخانے بھی خراب حالت میں تھے۔ اور اُن کی فہرست بھی بڑی لمبی چوڑی تھی۔ سٹہ کی گرم بازاری ہونے سے کمپنیوں کے حصوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور چڑھتی بھی اس قدر کہ ہمارے سکے کی نسبت سے اُس میں بڑا ہی فرق تھا۔ ہمارے ملک میں جہاں پہلے کبھی لوگ سٹہ نہ کھیلتے تھے۔ اور حصوں وغیرہ کی خرید و فروخت کثرت سے ہوا کرتی تھی۔ اب تو یہ حال تھا۔ کہ پناہ بخدا۔ لوگ تباہ ہو رہے تھے۔ ساری

کمائی سٹے میں ہار دیتے تھے۔ بلکہ ورثے کے ورثے بک جاتے تھے۔ اور دیوالے نکل جاتے تھے۔ مگر یہ بازار سرد نہ ہوتا تھا۔ وزیر خزانہ نے اُس کی روک تھام کا بہت بندوبست کیا۔ مگر سخت قوانین کی ضرورت تھی۔ ایسا کرنے سے تجارت پیشہ لوگ جن کو اس کی عادت تھی۔ بڑی مخالفت کرتے۔ جلدی کرنا مضر بیٹھتا۔ مالدار لوگ اور متوسط درجے کے لوگوں نے اس قدر مخالفت کی۔ کہ سب منڈیوں میں ہل چل مچ گئی۔ میں یہ سب کچھ غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس گرم بازاری کو روکنا آسان کام نہ تھا۔ مخالفت خطرناک ہو گئی۔ یہ مخالفت سیاسی حلقوں کی طرف سے نہ تھی بلکہ تجارتی حلقے کی طرف سے تھی۔ مجھے اس معاملے پر غور کرنے سے بڑا تجربہ حاصل ہو گیا۔ میں نے مخالفت کا پورا انسداد کیا۔ میں نے عقل سے کام لیا۔ اور سٹہ کھیلنے والوں کی پیش نہ چلنے دی۔ کچھ دنوں بعد ڈی سٹیفنی نے استعفٰے دے دیا اور اُس کی جگہ (Volpi) والپی وزیر خزانہ مقرر ہوا۔ جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو میں قرضے کا سوال حل کرنے بیٹھ گیا۔

بجٹ تو درست ہو ہی گیا تھا۔ اب مجھے امریکہ اور انگلستان سے جنگ کے قرضے کے متعلق معاہدہ کرنا تھا۔ تاکہ قسم قرضہ کم کر دیا جائے۔ میں نے ایک وفد واشنگٹن روانہ کیا۔ کونٹ والپی اور منشی امور خارجہ (Grandi) گرانڈی اس وفد کے لیڈر تھے۔ اُنھوں نے بڑی ہوشیاری کی۔ اور ایک ایسا معاہدہ ہوا جس سے امریکہ کے لوگ بھی خوش تھے۔ اور اٹلی کو بھی کچھ نقصان نہ ہوا۔ جنوری ۱۹۲۶ء میں ہمارے اور انگلستان کے درمیان بھی قرضے کے متعلق ایک تسلی بخش معاہدہ ہو گیا وہاں کے حالات ذرا مختلف تھے۔ اس لئے شرائط میں بھی کچھ فرق تھا۔ امریکہ اور انگلستان نے معاہدوں کی تصدیق کر دی۔ اور ہم نے بھی اُسے ایفا کیا۔ کیونکہ ہمارا تو ہمیشہ قاعدہ ہی رہا ہے۔ کہ ذاتی معاملوں میں اور پبلک کاموں میں بھی ہم

اپنے وعدے پر قائم رہتے ہیں۔ اور بغیر کسی حجت اور حیلے کے پائی پائی تک اپنا قرضہ چکا دیا کرتے ہیں۔

قرضہ کی ادائیگی میں ہماری قوم نے اپنی پوری حب الوطنی دکھلائی۔ حکومت کی مدد کے بغیر عوام نے ایک کثیر رقم جمع کرکے امریکہ کی حکومت کو بھیج دی ہماری بجٹ برابر ہونے سے اور واشنگٹن اور لندن کے معاہدے کی تصدیق ہونے سے ہمارے تجارتی حلقوں کی تسلی ہوگئی۔ کہ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی ہے۔ اور حکومت کی مالی پالیسی کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ مجھے پوری اُمید ہوگئی۔ کہ لیرہ کی قیمت گر جائیگی اور ہر جگہ ہمارا اعتبار زیادہ ہو جائیگا۔ بدقسمتی سے میری اُمیدیں پوری طرح بر نہ آئیں ۱۹۲۶ء کے پہلے حصے میں ہم ہر پونڈ میں دسواں حصہ نقصان اُٹھا رہے تھے۔ پونڈ دوسرے ملکوں کے سکے کے مقابلہ اوپر جا رہا تھا۔ مگر ہمارے ملک کے سکے کی قیمت گر رہی تھی۔ ہمیں بڑا نقصان ہو رہا تھا۔ اور نوٹ اس کثرت سے بنائے گئے تھے۔ کہ ان کی قیمت دن بدن گرتی جاتی تھی۔ سکہ تو کہیں دکھائی نہ پڑتا تھا۔ اور تجارتی طبقوں میں اور اوسط درجہ کے لوگوں میں سخت بے چینی پھیل رہی تھی۔ اس بگڑی ہوئی مالی حالت کو سدھارنا لازمی تھا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ حکومت کو تو درست نظام پر چلایا جاوے۔ اور کسی قسم کی بدامنی بھی نہ ہو۔ اور لوگ آرام سے زندگی گذاریں مگر یہ سٹہ باز اور مفت خور گل چھرے اُڑاتے رہیں۔ اور روز بروز امیر ہوتے چلے جاویں۔ اور لیرہ کی قیمت گرتی جاوے۔ ایسے لوگ نہ تو اپنا قرضہ دیتے تھے اور نہ ہی جن لوگوں کا روپیہ بنکوں میں جمع تھا۔ اُنہیں روپیہ ملتا تھا۔ حکومت بھلا کس طرح دیکھ سکتی تھی۔ کہ لوگوں کے دیوالے نکلتے جائیں۔ اور یہ لوگ مزے کریں۔ یہ تو گویا ایک طرح قوم کے ساتھ غداری تھی۔ گویا لوگ ہی ایک دوسرے کی تباہی

کے خواہاں تھے۔ ہمارا اخلاق بہت گرتا جاتا تھا۔ اور اگر ہم تباہ ہو گئے۔ تو ہمارا کیا ٹھکانہ ہے۔ دوسرے ملکوں کی نظروں میں ہمارا اعتبار کیا رہ جائیگا۔

میں مدت تک اس سوال کا مطالعہ کرتا رہا۔ میں اپنی اقتصادی حالت کا دوسرے ملکوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا تھا۔ تجارت کی برآمد اور آمد کو بھی دیکھتا رہتا تھا۔ غرضیکہ میرے پاس ہر طرح کا مصالحہ طیار رہتا تھا۔ اور میں اپنے ملک کی اقتصادیات کے متعلق ٹھیک رائے زنی کر سکتا تھا۔ اگست ۱۹۲۶ء کو وسطی اٹلی کے ایک خوبصورت شہر (Pesaro) پی سارو کے چوک میں میں نے ایک تقریر کی جو بڑی مشہور ہو گئی۔ اور تب سے ہی لیرہ کی قیمت چڑھنے لگ گئی۔ اور ہم نے ارادہ کیا۔ کہ ہمارے ملک میں بھی سونے کا سکہ چلنا چاہیئے۔ میں اپنے ہموطنوں کو صاف صاف کہنا چاہتا تھا۔ کہ ہمارا اعتبار دیگر ممالک کے ساتھ بالکل کم ہو گیا ہے۔ اگر یہ ہی حال رہا۔ تو ہم بالکل تباہ ہو جائینگے۔ مجھے سٹہ تو بالکل ہی بند کرنا پڑا۔ اور اُن لوگوں کی بھی بڑی سرزنش کرنی پڑی۔ جو ہمارے ملک کا دیوالہ نکال رہے تھے۔ بھلا حکومت ایسے لوگوں کو کس طرح آزاد چھوڑ دیتی۔ اس سے صرف ہمارا مالی نقصان ہی نہ تھا۔ ہمارے قومی جھنڈے کی بے عزتی ہو رہی تھی۔ اپنے سکہ کو تو ٹھیک کرنا ایک لازمی امر تھا۔ جب قوم کی قوم تباہ ہو رہی ہو۔ اُس وقت یہ تو نہیں کہ سکتے۔ کہ صاحب ہم تو یہ سب کچھ جانتے نہ تھے۔ فیسسٹ تحریک نے ساری قوم کو منظم کر دیا تھا۔ اب ہم نے اُن لوگوں پر بھی ہاتھ ڈالا ہے۔ جو سٹہ کھیلتے تھے۔ اور سکے کی قیمت کو گراتے تھے۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے۔ تو ہماری سیاسی فتح کس کام آتی۔ گویا وہ تو شکست کے برابر ہی ہو جاتی۔ جو لوگ ہماری تحریک کے برخلاف تھے۔ چاہے وہ داخلہ میں یا خارجہ میں تھے۔ سب ہمارے برخلاف سازش میں شامل ہو گئے۔ میں بھی سمجھ گیا کہ قوتِ ارادہ سے کام لینا چاہیئے۔

پس میں نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

"آپ کو حیران نہ ہونا چاہیئے۔ میں ایک اہم سیاسی معاملے پر کچھ کہنا چاہتا ہوں آپ کے روبرو مجھے یہ پہلا موقعہ ہی نہیں۔ کہ میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اور ذاتی حیثیت میں اپنے عقیدے اور فیصلے کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ جب کبھی میں اپنے ہموطنوں کے روبرو ہو کر کچھ کہتا ہوں۔ تو انہیں مجھ پر پورا اعتماد کرنا چاہیئے۔ اگرچہ آپ جو یہاں موجود ہیں۔ تھوڑے ہی ہوں۔ مگر میری آواز تو اٹلی کے ایک سرے سے دوسرے تک یعنی Alps الپس سے لے کر سمندر تک گونج رہی ہے۔ میں آپ کو بتلا دیتا ہوں۔ کہ میں اٹلی کے سکے کو قیمت میں گرنے نہیں دونگا۔ اے میرے ہموطنوں۔ آپ نے پچھلے چار سالوں میں بڑا ایثار اور قربانی دکھلائی ہے۔ اور مزید جانفشانی کے لئے طیار بھی ہو۔ آپ سے اُمید کی جاتی ہے۔ کہ آپ لیرہ کی قیمت گرنا گوارہ نہ کرینگے اور اس بلا سے بچے رہینگے۔ ہماری حکومت اپنا سارا زور اسی بات میں خرچ کر دیگی۔ تاکہ اٹلی اس مصیبت سے بچ نکلے۔ ہم اپنے دشمنوں کا خوب مقابلہ کرینگے۔ اور ان کو ملیامیٹ کر دینگے۔ لیرہ کی بدولت تو ہماری مالی حالت سدھریگی۔ اور ہم خوشحال ہو جائینگے۔ ہم تو ہر طرح سے لیرہ کی حفاظت کرینگے۔ آپ لوگ تو محنت کرتے ہو۔ اور جب میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ کے خیالات۔ احساسات اور اُمیدوں اور ارادوں کی ترجمانی کر رہا ہوں۔ اے میرے ہم شہری بھائیو۔ اور کالی قمیض والو۔ میں ضروری باتیں کہہ چکا ہوں۔ اب آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیئے۔ اور شکست کو نزدیک نہیں آنے دینا چاہیئے۔"

سٹہ کھیلنے والوں کو میرے الفاظ بہت ہی ناگوار گزرے۔ وہ منڈیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ بڑے بڑے اداروں نے تو فوراً سمجھ لیا۔ کہ اب تو ہمارا بس نہیں چلیگا۔ ہمیں تو حکومت سے ٹکرانا ہی ہوگا۔ اب تو ہم پھنس جائینگے اور نکلنے کی

کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ میں صرف زبانی جمع خرچ نہیں کیا کرتا۔ یکم سنیچر والے دن وزرا کی کونسل کے سامنے میں نے سب معاملہ رکھ دیا اور اپنی تجویزوں کو پاس کرالیا۔ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) نوکروڑ ڈالر (Dollar) کا قرضہ جو Morgan مارگن نے دیا ہے۔ وہ اٹلی کے بنک میں جمع ہوجائے۔

(۲) حکومت اور اٹلی کے بنک (Bank of Italy) کا حساب باقاعدہ ہونا چاہیے

(۳) حکومت کی طرف سے دو ارب اور پچاس کروڑ کے نوٹ کم کر دیئے جائیں۔

علاوہ ازیں ٹیکس کا طریقہ بالکل سادہ ہونا چاہیئے۔ کچھ ٹیکس تو بالکل ہٹائے جاویں۔ اور کچھ ٹیکس جو چیزیں دوسرے ملکوں سے آتی ہیں اُن پر لگائے جاویں

نومبر میں ایک قرضہ لیا گیا جس کا نام (Littorio) لی توریو رکھا گیا۔ مراد یہ تھی کہ لوگ نقد قرضہ دیں تاکہ بجٹ میں درستی کیجائے۔ کچھ قرضہ جو پہلے لے رکھا تھا اُس کی ادائیگی کا بندوبست کیا گیا تاکہ قومی قرضے میں تخفیف ہو۔ یہ تجویزیں تھیں تو بڑی سخت اور اُن کے جاری ہونے سے لوگوں کو تکلیف بھی ہوئی۔ مگر یہ تکلیف تو تھوڑے وقت کے لئے تھی۔ کچھ دیر کے بعد لیرہ کی قیمت چڑھنے لگ گئی اور لنڈن اور واشنگٹن میں تو ہمارا سکہ اچھی قیمت پر بکنے لگا۔ ہر جگہ ہمارا اعتبار بڑھ گیا۔ مالی حالت کو سدھارنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ معاملہ بہت بگڑ چکا تھا۔ تقریر کے بعد ہی سدھار کا کام شروع ہوگیا۔ بعض لوگوں کو بڑا ہی نقصان ہوا۔ کئی دیوالے نکلے ایکسچینج سے لیرہ کی قیمت نیچے پر اتر آئی۔ جو کاروباری لوگ ذرا کمزور رکھتے بیچارے پس گئے۔ ہمارا سکہ جو مصنوعی طور پر بڑھا دیا گیا تھا۔ اُسے کم کرنا بڑا ہی مشکل کام تھا۔ بجٹ اور قرضے میں بھی تخفیف کرنی پڑی۔ جب قرضہ اُتارنا شروع کیا تو سود جو ادا کرتا ہوتا تھا۔ اُس کا اندازہ لگا۔ سود دیتے دیتے ہم تھک گئے

ہاں یہ ضرور ہوا۔ کہ سب بات کھل گئی اور صاف ہو گئی جن اداروں سے نوٹ جاری ہوتے تھے۔ اُن کو سب ایک نظام کے تحت میں لایا گیا تاکہ سب کام منظم ہو جائے صرف Bank of Italy اٹلی بنک کو نوٹ جاری کرنیکا حق دیا گیا۔ نیپلز اور سسلی کے بنک نوٹ جاری نہ کر سکتے تھے وہ جنوبی اٹلی میں زمینداروں کے ساتھ لین دین کا کام کرنے لگ گئے۔ پہلے بھی وہ یہی کام کیا کرتے تھے۔ ہماری مالی اور اقتصادی حالت میں درستی ہوتے ہوتے ایک سال گزر گیا ۱۹۲۷ء کا سال میں نے لیرہ کی حالت سدھارنے میں لگا دیا۔ اور اُسے پکی اور مضبوط بنیاد پر رکھ دیا۔ دسمبر ۱۹۲۶ء میں میں نے وزرا کی کونسل کے سامنے اعلان کر دیا۔ کہ ہمارا سکہ اب سونے کی قیمت کے ساتھ ساتھ بندہ جائیگا۔ اور تناسب بھی ٹھیک ہوگا جو مالی حالات میں ہر ہیں۔ انہوں نے یہ درستی کی۔

مجھے اپنی کامیابی پر بڑا فخر تھا۔ میں نے نہ صرف فیسٹ تحریک کو ہی سیاسی حلقوں میں کامیاب بنایا۔ بلکہ میں نے ایک پیچیدہ مالی سوال کا بھی حل پیش کیا۔ سیاسی مدبر بعض دفعہ اس سوال کو ہاتھ میں لیتے ہوئے گھبرایا کرتے ہیں۔ اور کئی قسم کے پیچیدہ سوالات جو مادیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ الجھن پیدا کر دیا کرتے ہیں اس معاملے کو سلجھانے کے لئے اور سب کی تسلی کرنے کے لئے اقتصادیات کا پورا علم اور ملک کی اصلی حالت جاننا نہایت ہی لازمی ہوتا ہے۔ آجکل ہمارا خرچ اور آمدنی برابر ہے بلکہ صوبوں اور اضلاع میں بھی آمدنی اور خرچ برابر ہیں۔ اور لیرہ کے ایک قیمت پر ٹھیر جانے سے ہماری تجارت کی برآمد اور درآمد تقریباً برابر ہو گئی ہے۔ فیسسٹ حکومت اٹلی میں ایک نیا زمانہ لا رہی ہے۔ اور ہماری متحدہ کوششیں طریق حکومت اور نظام حکومت میں بہتری کی صورت پیدا کر رہی ہیں۔

دسواں باب

فیسسٹ حکومت اور اُسکا مستقبل

نئی فیسسٹ تہذیب جواب قائم ہو رہی ہے۔ ایک نیا تجربہ ہے۔ اور سب دنیا اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ حکومت کا ایک جماعتی نظام ہے ایسے نظام کو قائم کرنے سے پہلے جواب تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ مجھے بہت غور و خوض اور تحقیق کرنی پڑی۔ اُسکے بعد میں نے اس طرف قدم بڑھایا۔ راستے میں جو مشکلات پیش آئیں وہ واقعہ میں سبق آموز ہیں۔ عملی حقیقت مجھے راستہ دکھلاتی جاتی تھی۔ سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جماعتی نظام صرف باقاعدہ قانونی ادارے قائم کرنے سے ہی نہیں بن جاتا۔ میری رائے میں یہ حکومتی نظام ہمارے ملک کے خصوصی حالات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ جہاں کہیں بھی اقتصادی خرابیاں ہوا کرتی ہیں۔ اور جہاں مزدوروں اور پیداوار میں کافی تفاوت ہوا کرتی ہے۔ وہاں اکثر ایسے نظام کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ ایسا تناسب تو وقت اور تجربہ کاری سے آیا کرتا ہے۔ اٹلی میں پچھلے پچاس سال میں جو سیاسی بیداری ہوئی۔ اُس میں ایک طبقہ دوسرے طبقے سے برسرپیکار رہتا بلکہ ایک طبقہ دوسرے پر غالب آنا چاہتا تھا۔ اور یہ جدوجہد پیداوار کی

خاطر بھی یعنی جو زمین کے اوپر پیدا ہوتا ہے۔ یا زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔ ہونے لگ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو لوگ مزدوری کرتے اور پیداوار سے معاملہ کرتے Burgoisie وہ آپس میں لڑتے تھے۔

ایک طرف تو وہ طبقہ تھا۔ جو مزدوروں سے کام لیتا تھا۔ اور یہ متوسط درجہ کے لوگ تھے۔ اور دوسری طرف مزدور پیشہ لوگ تھے۔ جو سوشلسٹوں اور انارکسٹوں کے زیر اثر تھے۔ اور اول الذکر طبقے کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہتے تھے آئے دن ہڑتالیں ہو جایا کرتی تھیں۔ اور ہماری زرخیز وادی میں تو ہمیشہ بے چینی رہتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ پیداوار بہت کم ہوا کرتی تھی۔ ایک ملک کے رہنے والے باشندوں میں تو آپس میں میل ملاپ ہونا چاہیئے۔ یہاں تو روز لڑائی جھگڑا رہتا۔ اور سوشلسٹ لوگوں کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے مزدور اور متوسط طبقہ ہمیشہ لڑتے ہی رہتے تھے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ دونو طبقے اپنے مفاد کو چاہتے تھے۔ بھلا اس طرح اجتماعی زندگی کس طرح بہتر ہو سکتی تھی۔

ہمارا ملک جہاں زمین کچھ بہت زرخیز نہ تھی۔ اور جہاں آدھا رقبہ تو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔ بھلا کہاں تک ثروت پیدا کر سکتا ہے۔ اس میں بھی اگر لوگ آپس میں لڑتے رہیں۔ اور ایک طبقہ دوسرے طبقے کو تباہ کرتا رہے تو بھلا موجودہ زمانے میں ایسا ملک کس طرح سے خوشحال اور دولتمند بن سکتا ہے۔ لبرل اور جمہوریت پسند حکومت ایسی حالت میں سال بسال بلکہ ہر موسم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی۔ اور یہ ہی کہتی۔ کہ ہم تو نہ آگے بڑھیں گے۔ نہ پیچھے جائینگے۔ مگر یہ تو بالکل بے معنی حرکت تھی۔

ہمیں تو اس لڑائی جھگڑے سے خلاصی پانی تھی۔ اور نفرت اور

عناد کو چھوڑ دینا تھا۔ مقابلے کے اصول نے تو تباہی لادی تھی۔ جنگ عظیم کے بعد خصوصاً جب (Lenin) لینن نے اپنے خیالات کا انتشار کیا۔ تو لڑائی جھگڑا بڑھ گیا۔ عموماً ہڑتالوں اور بے چینی کے بعد دنگا فساد ہو جاتا تھا۔ اور کچھ لوگ مارے جاتے۔ اور کچھ زخمی ہو جاتے۔ مزدور لوگ جب اپنے کام پر واپس جاتے تو ان کے سینوں میں سرمایہ داروں کے برخلاف نفرت اور دشمنی کا مواد بھرا رہتا۔ مزدور تو یہ سمجھتے۔ کہ سرمایہ دار جن میں متوسط طبقے کے لوگ بھی شامل ہیں بڑے ہی لاپرواہ اور سنگ دل واقع ہوئے ہیں۔ ادھر کسانوں اور شہر میں کام کاج کرنے والوں مزدوروں میں غلط فہمیاں شروع ہو گئیں۔ ہر کوئی لیڈر بننا چاہتا تھا۔ ہر شخص یہ ہی کہتا تھا۔ کہ ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ اور کوئی عموم کے جبر اور تشدد کے برخلاف آواز نہ اٹھاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک بلوے کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا ہو جاتا تھا۔ اور دشمنی اور عناد بڑھتا ہی جاتی تھی۔

میرے خیال میں ایسا سیاسی ماحول پیدا کرنے کی بڑی ضرورت تھی۔ جس میں حکومت بڑی دلیری سے لوگوں کو اصل حقیقت کہہ سنائے۔ اور حقوق مانگنے سے پہلے لوگوں کو اپنا فریضہ بھی بتلا دے۔ لبرل اور جمہوریت پسند حکومت نے بڑا ازم وغیرہ برت رکھا تھا۔ وہ اپنی سب فصاحت اور بلاغت پارلیمنٹ کے اندر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ حکومت کے ملازم ہی مثلاً ریل اور ڈاک خانے کے ملازمین اور مزدور لوگ مل کر بے چینی پھیلاتے رہتے تھے۔ حکومت کا بس نہ چلتا تھا۔ ایسی حالت میں چپ بیٹھنا اور یہ کہنا۔ کہ جانے دو۔ گویا ایک جرم کا مرتکب ہونا تھا۔ گویا لبرل اور جمہوری حکومت اپنے فرض میں قاصر تھی۔ اور مختلف طبقوں کو ان کے اصلی فرض سے آگاہ نہ کرتی تھی۔ وہ لوگ حقوق مانگتے رہتے تھے۔ ہماری تحریک نے اس بیماری کا علاج کیا۔

ہماری پانچ سال کی مسلسل کوششوں نے ہمارے مُلک کی اقتصادی حالت کو ہی نہیں۔ بلکہ سیاسی اور اخلاقی حالت کو بھی بالکل بدل دیا۔ جو نظام ہم نے قائم کیا۔ وہ جبری نہ تھا۔ اور اُس کی بنیاد تعصب پر نہ تھی۔ اور نہ ہی کسی خاص جماعت یا طبقے کا اُس میں لحاظ یا رعایت ملحوظ رکھی گئی تھی۔ بلکہ اُس کا مدعا صرف یہ ہی تھا۔ کہ ہماری قوم کو فائدہ ہو اور ہمارے مُلک کا نام بھی روشن ہو۔

نظام جو ہماری حکومت نے قائم کیا ہے۔ وہ عاقلانہ نظام ہے۔ ذمہ دار لیڈر ہونے کی حیثیت سے مجھے غریبوں کا بہت زیادہ خیال رہتا ہے۔ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور وہ میری توجہ کے زیادہ مستحق بھی ہیں۔ میں نے اپنے دیہاتی بھائیوں کو خندقوں میں لڑتے ہوا دیکھا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے۔ کہ میری قوم اُن کی کس قدر احسان مند ہے۔ علاوہ بریں ہمارے ملک کے مزدور بھی جو کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ بڑے ہی سنجیدہ اور محنتی اور خوش مزاج ہیں۔ اور مجھے اُن کا لیڈر ہونے کا فخر ہے۔ متوسط درجے کے لوگ بھی جن میں گاؤں والے بھی شامل ہیں۔ نہایت ہی اچھے ہیں چونکہ ہمارے مُلک میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ اور اُن کے مفاد بھی مختلف ہیں۔ اس لئے ان اجزا مختلفہ میں قومیت کا خیال پیدا ہونا بھی ذرا مشکل ہے۔ مگر جو لوگ دولت پیدا کرنے میں مشغول ہیں۔ اُنھیں سوشلسٹ اصلاح میں جونک کے نام سے یاد کرنا غیر مناسب ہے۔ جو حکومت کہ مختلف طبقوں کے مفاد کو ملحوظ رکھتی ہو۔ وہ بھلا غافل حکومت کیسے کہلا سکتی ہے ایسی حکومت تو لڑائی جھگڑے کو بند کرتی ہے۔ بلکہ اس جھگڑے کی وجہ معلوم کر لیتی ہے۔ مطالعہ اور تحقیق کی بنا پر ہم آنے والے واقعات

کی پیش بندی کر سکتے ہیں۔ اور حکومت کی مدد سے اور عملی اداروں کی صلاح سے ہم آئندہ کے لئے پروگرام بنا سکتے ہیں۔ تاکہ ہم دولت مند ہو جاویں ؛

میں نے تو منیسٹ حکومت سے یہی خواہش کی ہے کہ بین الاقوامی معاہدہ کے مطابق حکومت کو چاہیئے۔ کہ صنعتی اور حرفتی کارخانوں سے پورا پورا کام لیا جاوے تاکہ ہمارا ملک ان شعبوں میں ترقی کرلے۔ پہلے بھی ہم یورپ کی سب قوموں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں آٹھ گھنٹے کا دن پہلے سے ہی ہے مزدوروں کا بیمہ۔ بچوں اور عورتوں کے کام کرنے کا وقت اور دیگر مزدوروں کے مفاد کے لئے قاعدے۔ تفریح کا سامان اور جوان مزدوروں کی تعلیم وغیرہ کا بندوبست۔ یہ سب سہولتیں برابر دی جا رہی ہیں۔ مزدوروں کو تپ دق وغیرہ سے بچانے کے قاعدے وغیرہ بھی موجود ہیں۔ اُن سے ظاہر ہے۔ کہ ہم مزدوروں کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ جہاں تک بھی ممکن تھا۔ اور جو کچھ بھی ہم کفائت سے کر سکتے تھے۔ ہم نے کیا۔ مثلاً ہر مزدور کو کچھ نہ کچھ مزدوری ملے۔ وہ ہمیشہ کام پر جاتا رہے۔ اگر اُسے کوئی چوٹ لگے۔ تو اُس کا معاوضہ ملے۔ اگر بیمار ہو جائے۔ تو مزدوری نہ کٹے۔ اور اگر بوڑھا ہو جاوے۔ تو پنشن ملے۔ اور سپاہی کا کام سیکھنے میں سہولتیں وغیرہ دی جاویں۔ گویا ہر طرح سے جہاں تک مجھے معلوم تھا۔ اور جس قدر قومی بہبودی میری کوششوں سے زیادہ ہو سکتی تھی۔ میں نے کی۔ میں تو یہ ہی چاہتا ہوں۔ کہ ہر مرد اور عورت کو کام کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ اور وہ کام کرنے کو بوجھ نہ سمجھیں۔ بلکہ خوشی سے کام کریں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر میں تو جماعتی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اُس سے بالاتر امنیسٹ تحریک ہو گی۔ جو کہ سارے ملک کی معاشرتی زندگی کو نیا جامہ پہنائیگی۔ اور امن قائم کریگی ؛

۱۹۲۳ء میں جب ہم نے شہر (Rome) روما پر چڑھائی کی تھی - میں نے آٹھ گھنٹے کام کرنے والے قانون کو تصدیق کیا تھا۔ جو لوگ ہماری تحریک کو پسند کرتے تھے - اُنہوں نے اس اصلاح کو بہت اچھا خیال کیا۔ ہم نے پرانے مزدور دلوں کی بجائے نئے فیسٹ طریقے کے دل بنا دیئے - ۱۹ دسمبر ۱۹۲۳ء کو ایک جلسے میں میں نے کہا - کہ داخلہ میں امن قائم کرنا بھی حکومت کا کام ہے - ہر حکومت کا کام ہے - ہر حکومت کا کلیہ فریضہ ہے - کہ ملک کے اندر ہمیشہ امن و امان رہے - اور اس میں کبھی خلل نہ آئے - یہ ہوا سیاسی پہلو - دوسرا اقتصادی پہلو بھی ہے - اس میں مل کر کام کرنا لازمی ہوتا ہے - دیگر مسائل بھی حل طلب ہوا کرتے ہیں - مثلاً برآمد کا سوال - ہمارے ملک کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اشیاء غیر ممالک کو روانہ کرنی ضروری ہیں - اب تک ہم نے تجارت کی طرف دھیان نہیں دیا پرانے طریقے چھوڑ دینے چاہئیں " ذرا آگے چل کر میں نے کہا - کہ سب جھگڑوں سے بالاتر حکومت کا نظام ہے - صرف حکومت ہی عموم کے مفاد کا خیال رکھ سکتی ہے - حکومت صرف میرے یا آپ کے فائدہ کے لئے نہیں ہے - حکومت تو سب کے لئے ہے - کیونکہ اُسے تو قوم کے موجودہ مفاد کا ہی نہیں - بلکہ آئندہ مفاد کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے - ہماری حکومت نے تو جتلا دیا ہے - کہ ملک کی دولت بڑھانا ایک لازمی امر ہے - جو حکومت ایسا کہے - اس کی بات پر دھیان دینا ہر ایک کا فرض ہے - اُسے تو کام کرنا ٹھیرا اور وہ تو کام کرے گی اور اگر قوم کی اخلاقی اور مالی بہبودی کے لئے حکومت کام نہ کرے تو اور کون کرے؛

غرضیکہ پرانے مزدور دل سب آہستہ آہستہ توڑ دیئے گئے۔

اور میں نے حکومت کا طریق جماعتی اصول پر قائم کر دیا۔ بین الاقوامی سوشلسٹ ادارہ یکم مئی والے دن مزدوروں کو چھٹی دیا کرتا تھا۔ میں نے اس دن کو بدل کر ۲۱ اپریل کو جس دن روما کی پیدائش کا دن تھا۔ جشن مقرر کر دیا روما کے شہر نے دنیا کو قانونسازی سکھائی ہے۔ اور ابھی تک ہماری معاشرتی زندگی رومن قانون کے تحت ہے۔ مزدوروں کے لئے جشن منانے کا دن اس سے بہتر نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے بڑی کونسل سے ایک قانون پاس کروایا۔ جو ہماری تحریک کے اصولوں کے بالکل مطابق تھا۔ اُسے مزدوروں کی آزادی کا قانون کہنا چاہیئے۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

اس قانون کی تیس دفعات ہیں۔ اور ہر ایک دفعہ میں ایک اساسی اصول مخفی تھا۔ اول تو یہ مان لیا گیا ہے۔ کہ پیداوار کا ہونا لازمی ہے۔ پھر یہ پیداوار صحیح طریقے سے تقسیم ہونی چاہیئے۔ جہاں جھگڑا پڑ جائے وہاں عدالت اپنا فیصلہ دے۔ اور غریبوں کی محافظت کے لئے خاص قوانین ہونے چاہئیں۔ اٹلی میں اس قانون کو بہت پسند کیا گیا۔ مزدوروں کے جھگڑے فیصلہ کرنے کے لئے مجسٹریٹ مقرر کئے گئے۔ انہوں نے بڑا اچھا کام کیا۔ پہلی حکومتیں بڑے بڑے نام اختیار کر لیتی تھیں۔ مگر کام کچھ نہ کرتی تھیں۔ مثلاً لبرل۔ جمہوری اور کمیونسٹ حکومتیں ابھی تک موجود ہیں۔ مگر اصلی معنوں میں حکومت قائم کرنا اور اُسے مفید بنانا۔ فیسسٹوں کا ہی کام تھا۔ پرانے سوشلسٹ اور مزدور دل نئی حکومت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ہماری تحریک کسی خاص جماعت کے حق میں نہ تھی۔ وہ تو سب جماعتوں کی تنظیم کرنے والی حکومت تھی۔ مزدوروں

کی آزادی کے قانون کو سب مطالعہ کرنے لگ گئے۔ اور آخر ہماری حکومت کے لئے یہ قانون ایک مضبوط ستون بنا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا یعنی مزدوروں کے لئے قانون بھی بن گیا۔ اُن کے لئے عدالتیں بھی قائم ہو گئیں۔ اور اٹلی کی معاشرتی زندگی کے لئے بھی قانون بن گئے۔ تو اب فیسٹ سوسائٹیاں ہی باقی رہ گئیں۔ ان اداروں میں قوم کے لئے پیداوار بڑھانے کا کام ہوتا تھا۔ کام بھی کئی طرح کا ہوا کرتا ہے۔ ایک تو دستکاری ہے اور دوسرا دماغی کام ہوتا ہے۔ دونو کاموں کی محافظت ہونی اور نشوونما پانا لازمی ہوا کرتا ہے۔ فیسٹ حکومت میں انفرادی خود غرضی کے لئے موقعہ نہیں۔ اور کوئی فرد ایسا عمل نہیں کر سکتا۔ جو جماعت کے مفاد کے برخلاف پڑتا ہو۔ چونکہ یہ حکومت شخصی نہیں۔ بلکہ اجتماعی ہے۔ اس لئے ہر ایک فرد سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے گا۔ بلکہ پیداوار کے بڑھانے میں زیادہ سے زیادہ مدد دے دیگا۔

اس نئے خیال کو لے کر جو حکومتی ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ اُن میں ہر شہری پیداوار کو بڑھاتا ہے۔ اور اپنے کام سے اور اپنے خیالوں سے قوم کو مستفید کرتا ہے۔ اُس کی اس لئے قدر نہیں کیونکہ وہ ۱۸ سال سے زیادہ عمر کا ہے۔ اور اُسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ اس جماعتی حکومت میں سب طرح کے قومی کام ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لئے مزدور دل بھی ان نئی قسم کے اداروں میں تبدیل ہو گئے۔ اور قوم کی قوم کی سیاست کو اس نئے نظام کے مطابق بنانا پڑا۔ ہماری حکومت کے ڈائرکٹرز (Director) نمائندوں کو اُن کی لیاقت کے مطابق چُنتے ہیں۔ اور یہ انتخاب بھی شہریوں کی تعداد کے تناسب سے ہوا کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہماری بڑی کونسل کو

بھی حق دیا گیا ہے۔ کہ وہ بھی نہایت عمدہ نمائندے نامزد کرے۔ تاکہ ایک مضبوط اور پائیدار حکومتی ادارہ قائم ہو۔ ہم نے کئی اہم مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ ہماری قومی زندگی میں بہت ہی بدامنی اور بے چینی تھی۔ وہ سب ہم نے دور کر دی ہے۔ اب ہر شخص آرام سے اپنا کام کرتا ہے۔ اور ہر طبقے اور جماعت کے لوگ آپس میں مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اور اسی میں ہماری آئندہ طاقت کا راز مضمر ہے ہم فضول ہڑتالوں اور لڑائی جھگڑوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے لوگ تنگ بھی ہوتے ہیں۔ اور ہمارے اقتدار میں بھی فرق آتا ہے۔ اور ہم متحد ہونے بھی نہیں پاتے۔ لڑائی جھگڑے تو کاہل پسند امیر لوگوں کا ہی حصہ ہونا چاہیئے۔ ہمیں تو اپنی ... طاقت کو سنبھالنا چاہیئے۔ - - - - - - - ہمارا اقتدار تو کام سے ہی بڑھ سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے آئین ساز اداروں میں اس قسم کے آدمی انتخاب کئے ہیں۔ اور یہ لوگ ہی ساری حکومت کا کام چلاتے ہیں۔

ہم نے روسی کمیونسٹوں (Communists) کی طرح سرمایہ کو تلا مجلی نہیں دے رکھی۔ پیداوار کے لئے سرمایہ کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے میں اس سرگزشت میں کئی دفعہ زور سے لکھ چکا ہوں۔ کہ سیاسی زندگی میں تانا اور بانا دونو لازمی ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ کپڑا کیسے بنتی ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے ملک کی زندگی بنانے میں باہر سے پوچھا پاچھی ہی نہیں کی ہے۔ میں نے تو اپنے ملک کو پھر سے زندہ کیا ہے۔ میں نے ملک کے حالات اور واقعات کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور پھر کسی نتیجے پر پہنچا۔ اور اس طرح سے میں نے اٹلی کا مستقبل بنایا۔ ایک بڑی اہم اصلاح جو میں نے اس سلسلے میں کی ہے۔ وہ سکولوں سے متعلق ہے۔ جب میں روما میں داخل ہوا۔ تو آتے ہی میں نے

(Gentile ، جنٹائل کو وزیرِ معارف مقرر کیا ۔ اور محکمۂ تعلیم میں جو اصلاحیں ہوئیں ۔ اُسی کے نام سے کے ساتھ وابستہ ہیں ۔ فی زمانہ جو مدبر اپنی قوم کی ترقی ملحوظ رکھتا ہے ۔ اُس پر فرض ہو جاتا ہے ۔ کہ وہ سررشتہ تعلیم کی طرف خاص توجہ دے ۔ سکول ہر طرح سے قومی کمالات کا مظہر ہونے چاہئیں ۔ سکول ۔ کالج اور دارالعلوم قوم کی اخلاقی اور اقتصادی زندگی پر بڑا اثر ڈالا کرتے ہیں ۔ مجھے شروع سے ہی ان کی اصلاح کا خیال تھا ۔ میں خود بھی مدرس رہ چکا تھا ۔ اور مجھے نوجوانوں کے نشوونما میں بڑی دلچسپی تھی ۔ کسی زمانے میں ہمارا ملک بڑا مہذب رہ چکا تھا ۔ مگر ہمارے تعلیمی ادارے بہت گر چکے تھے ۔ اُس کی وجہ کچھ تو ہماری غربت تھی ۔ اور کچھ ہماری کم فہمی ۔ ہماری قومی روح بھی مر چکی تھی ؛

نسبتاً پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی تھی ۔ اور بعض جگہ مثلاً (edmont) میں سو فیصدی آدمی پڑھ لکھ سکتے تھے مگر طریقِ تعلیم اس قدر ناقص تھا ۔ کہ لوگوں کو پورے طور پر جسمانی ۔ دماغی اور اخلاقی فائدہ نہ پہنچتا تھا سکولوں میں طلبا کثرت سے تھے ۔ ہر ایک طالب علم بلا لحاظ قابلیت داخل کر لیا جاتا تھا ۔ اور امتحانوں کی بھرمار ہوا کرتی تھی ۔ طلبا کو کوئی راستہ دکھلانے والا نہ تھا ۔ جو ان کو یہ بتلائے ۔ کہ تم فلاں پیشہ اختیار کرو ۔ سلسلۂ تعلیم کیا تھا ایک چکی کے کارخانے کی طرح طلبا نکالتا جاتا تھا ۔ جو سرکاری ملازمتوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے تھے ۔ سرکاری نوکری بھی اس قسم کے ملازموں کی وجہ سے بدنام ہو رہی تھی ۔ یونیورسٹی میں وکالت اور ڈاکٹری کے امتحانوں میں پرلے درجے کی بدنظمی پھیل رہی تھی ۔ وقت آ گیا تھا ۔ کہ تعلیم کا سلسلہ جس پر ہماری قومی زندگی کا انحصار تھا ۔ بالکل بدل کر نیا اور خصوصی بنا دیا جائے ہمیں

بہت سی فالتو اور فضول باتیں نکال باہر کرنی تھیں۔ اور سکولوں میں اٹلی کے پرانے تمدن کے اصولوں کی بنا پر تعلیم دینی تھی۔ اور یہ بھی لازمی تھا۔ کہ سررشتۂ تعلیم میں نیا نظام جاری کیا جاوے۔ جس کی ہر شخص اطاعت کرے اور سب سے پہلے اُستاد اُس نظام کو تسلیم کریں ؎

ہمارے سکولوں میں استادوں کو تنخواہیں بڑی قلیل ملا کرتی تھیں۔ اور جس وقت ہماری بجٹ (آمدنی اور خرچ) درست ہو جاتی ہے۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ سب سے پہلے اس سوال کو حل کیا جاوے۔ قومی تعلیم کے معاملے میں کنجوسی کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ یہ پرانی حکومتوں کا مثلاً لبرل اور جمہوری حکومتوں کا شیوہ رہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ استاد اپنے فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور کئی قسم کے توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور حکومت کے برخلاف کام کرنے والی تحریکوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے استاد اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور انقلاب پسند حلقوں میں چلے جاتے ہیں۔ صرف سکولوں کے استاد ہی نہیں۔ بلکہ یونیورسٹیوں کے پروفیسر بھی ایسا کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہماری تحریک نے یہ سب کچھ بند کر دیا۔ اور لوگوں کو اطاعت کا سبق سکھلایا۔ اور اس کی پابندی چھوٹوں بڑوں سب پر لازم تھی۔ کیونکہ استادوں نے ہی تو دوسروں کو اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دینی تھی۔ اور لوگوں کو عوام کی خدمت کے لئے تیار کرنا تھا ؎

ہمارے سکولوں میں وزیر (Casati) کساتی کے وقت سے ایک قانون جاری تھا۔ اور یہ قانون ۱۸۵۹ء سے چل رہا تھا۔ اور اگرچہ کئی وزیروں نے اُسے بعد میں بدلا بھی مگر ہمیں اُسے بالکل بدلنا پڑا۔ اور اپنی تحریک کے مطابق تجدید کرنا پڑا۔ اُسے ہم نے بڑے وسیع اخلاقی اور نصیحت آمیز پیمانے پر رکھ دیا

اور نئے حالات کے مطابق بنا دیا۔ ایسی بڑی اصلاحیں تب ہی رونما ہوتی ہیں جب اُن کا وقت آجاتا ہے تعلیم کا سوال مدتوں سے لٹک رہا تھا۔ اور اب حل ہو گیا۔ جیسا اوپر ذکر آچکا ہے (Gentile) جنٹائل صاحب نے اصلاحیں شروع کر دیں۔ میں اُن اصلاحوں کی تفصیل دینے سے قاصر ہوں۔ مگر وہ اساسی اصول بتلا دینا چاہتا ہوں۔ جنہیں میری اور وزیر معارف کی آپس میں بات چیت ہوئی۔ خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

اول۔ موجودہ حکومت صرف اُن کے لئے تعلیم کا بندوبست کرے۔ جو کہ لیاقت کی بنا پر تعلیم کے مستحق ہوں۔ جو سرکاری مدرسوں میں داخل نہیں کئے جاسکتے وہ دوسرے مدرسوں میں تعلیم حاصل کریں۔ سرکاری مدرسے سب کے لئے نہیں ہیں۔ جمہوری حکومتوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ حکومت کا فرض ہے۔ کہ سب کی تعلیم کا بندوبست کرے۔ متوسط درجے کے لوگوں نے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی تعلیم کا کچھ بندوبست نہیں کیا۔ لوگ صرف ڈگری حاصل کرنے کے لئے یا امتحانات پاس کرنے کی خاطر ایسے سکولوں میں بچوں کو پڑھاتے ہیں۔

دوم۔ سرکاری مدرسوں میں پڑھتے ہوئے طلبا اور دوسرے مدرسوں میں پڑھے ہوئے طلبا جب امتحانوں میں بیٹھیں تو انہیں ایک ہی طرح کے امتحان دینے پڑیں۔ اور ممتحن بھی حکومت مقرر کیا کرے۔ ایسا کرنے سے ہمارے ملک میں بھی انگلستان جیسا طریقہ تعلیم جاری ہو جاوے گا۔ اب تو کیتھلکوں کے سکول جاری کئے ہوئے چلتے ہیں۔ مگر غیر کیتھلک لوگ سکول جاری نہیں کر سکتے۔ میں چاہتا تھا۔ کہ ہر طرح کے سکول ملک میں جاری ہو جاویں۔

سوئم۔ حکومت سرکاری سکولوں کے علاوہ دوسرے سکولوں کو بھی تعلیم کا بندوبست کرنے کی اجازت دے۔ جس سے دونو قسم کے سکول آپس میں مقابلہ

کرتے ہیں۔ اور اس سے تعلیم میں خوب ترقی ہوتی رہے۔ اور بہترین درسگاہیں قائم ہونے لگ جائیں۔ حکومت کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ حکومت کا دوسرے سکولوں پر بھی قابو ہو جائیگا ۔

چہارم ۔ اب تو اگر چھوٹے مدرسوں سے بڑے میں جانا ہوتا ہے۔ تو امتحان پاس کرنا پڑتا ہے۔ پرانی جمہوری حکومت کے وقت ایک سکول سے دوسرے میں جانا آسان تھا۔ اب سکولوں میں کھُلے طریقے پر تعلیم دی جاویگی ۔ اور امتحانوں کا پاس کرنا بھی مشکل کر دیا جاویگا ۔

غرضیکہ اس قسم کی اصلاح ہو جانے سے ہمارے سکولوں کے دونو مدعا پورے ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑے سکولوں میں جانے کے لئے خاصی لیاقت ہو جاتی ہے ۔ اور دوسرے تعلیم بھی وسیع پیمانے پر مل جاتی ہے ۔ اور پہلے سے مکمل تر بھی ہوتی ہے ۔ بڑے مدرسوں میں بھی کئی طرح کی اصلاحیں کی گئیں ۔

اول تو معمولی مدرسوں کے ساتھ ساتھ صنعتی اور حرفتی مدرسے بھی پھر جاری کر دئے گئے ۔ اور بعضے بڑے بڑے مدرسے بھی بنا دئے گئے ۔ اور سائنس کی تعلیم کے لئے خصوصی درسگاہیں قائم کر دی گئیں ۔ یہاں سے طیار شدہ طلبا پھر یونیورسٹی (دارالعلوم) میں جا سکتے تھے نارمل مدرسوں کی بجائے استادوں کے طیار کرنے کے لئے بڑے بڑے کالج بنا دئے گئے اور عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی عام مدرسے جن میں پورا تعلیم کا انتظام ہو جاری کر دئے گئے ۔ ادبیات کے لئے بھی مدرسے تو پہلے بھی تھے ۔ اب ان کی تعلیم زیادہ وسیع پیمانے پر کر دی گئی ۔ اور یونیورسٹی میں داخل ہونے کے لئے امتحان داخلہ بھی تعین کیا گیا ۔ آخری امتحان کا نام (Maturity Examination) "پختگی کا امتحان" رکھ دیا گیا ۔ اور

اُسے پاس کرنے کے بعد طلبا یونیورسٹی میں داخل ہوتے مختصر سب سلسلہ ہی بدل دیا گیا۔ تاکہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق تعلیم دی جاوے۔ لاطینی زبان کی تعلیم سب مدرسوں میں لازمی قرار دی گئی۔ سوائے اُن مدرسوں کے جہاں پہلے سے ہی مذہبی تعلیم اُس زبان میں دی جا رہی تھی۔ ہر مدرسے کے لئے جماعتوں اور طلبا کی تعداد معین کر دی گئی۔ اور طلبا کے لئے امتحان پاس کر کے اگلی جماعت میں جانا لازمی قرار دیا گیا۔ جو طلبا سرکاری سکولوں میں داخل نہ ہو سکیں۔ وہ دوسرے سکولوں میں جا سکتے ہیں۔

چونکہ پُرانے طریقے بدل دئے گئے تھے۔ بہت سے لوگ جو صرف شخصی فائدہ کو مدنظر رکھتے تھے۔ ناراض ہو گئے۔ اور بہت بگڑے۔ ہمارے برخلاف جو اخبار تھے۔ مثلاً (Carrier) کوریر وغیرہ اُنہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اور بحث کرنے لگے۔ مگر اصلاحیں تو میں نے جاری کروائیں تھیں۔ حکومت نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور ہمارے ملک کا تعلیمی نظام اور ادبی سلسلہ بالکل نیا ہو گیا۔ پھر میں یونیورسٹیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ طلبا کی تقسیم مختلف علوم کے مطابق کر دی گئی۔ امتحان داخلہ حکومت کی طرف سے ہونے لگا۔ اور سرکاری اور دیگر سکولوں کے طلبا بھی داخلے کے امتحان میں بیٹھ سکتے تھے۔ (Rome) روما میں مرکزی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ جو یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کا انتظام کرتی تھی۔ جب (Fascist) فسیسٹ یونیورسٹی کا وفد مجھے ملنے کے لئے آیا۔ تو میں نے اُن سے کہا۔ کہ نئی اصلاحوں نے جن کو ہم نے پاس کر دیا ہے۔ ہمارے ملک کی تعلیمی فضا کو جو ۱۸۵۹ء سے ویسی کی ویسی چلی آ رہی تھی۔

بالکل بدل دیا ہے"۔

میری والدہ مدرس رہ چکی تھی۔ اور میں نے بھی چھوٹے اور بڑے مدرسوں میں کام کیا تھا۔ اس لئے میں تعلیم کے معاملے کو خوب سمجھتا تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو جائے۔ اٹلی کے مدرسے اُسی شان کے بن جاویں۔ جیسے کہ پہلے تھے۔ ہماری یونیورسٹیوں کے پروفیسر علوم اور فنون میں چمکیں۔ اور ہماری ادبیات کو فروغ ہو۔ دستکاری اور حرفت کے مدرسے عموم کے لیئے جاری ہوں۔ اور سکولوں میں تعلیم وسیع پیمانے پر ہو۔ ساتھ ہی ساتھ میری یہ بھی خواہش تھی۔ کہ فیسٹ (Fascist) طریقے کا اقتصادی اور معاشرتی نظام بھی یونیورسٹی کے طلبا کو سمجھا دیا جاوے۔ تاکہ اُن خیالات کا اثر بھی ہمارے ادبیات پر نمایاں طور پر پڑ سکے۔ جس سے ہمارا تمدن حقیقی معنوں میں رو بترقی ہو۔

فیسٹ یونیورسٹیاں بنانے کے علاوہ میں نے ایک نئے قومی ادارے کی بنیاد ڈالی۔ جو اپنی قسم کا ایک نیا اور نرالا ادارہ تھا۔ اُس کا نام (Balilla) بالیلا رکھا گیا۔ اور یہ نونہالوں کی خاطر بنایا گیا۔ شہر Genva جینوا میں اسی نام کا ایک بہادر شخص ہو گزرا ہے۔ یہ ادارہ پہلے اداروں کی طرح صرف کھیل کُود کے لئے یا پرانے طریقے کے سیاسی مدرسوں کی نقل نہ تھا۔ بلکہ اُس میں ورزش وغیرہ کے علاوہ باقاعدہ قومیت کا سبق دیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی سکھلایا جاتا تھا۔ کہ اطاعت اور پابندی سے کیا فائدے ہیں اور آنے والے تمدن کا نقشہ ذہن نشین کرا دیا جاتا تھا۔ نئے طریقہ تعلیم کے متعلق میں نے خود (Perugia) پروگیا یونیورسٹی (دارالعلوم) میں جا کر لکچر دیا۔ نقطہ سنج لوگ اس تقریر کے متعلق کہتے تھے۔ کہ واقعہ میں

نوجوانوں کی تربیت کے لئے اس سے بہتر کچھ نہ کہا جا سکتا تھا۔ علاوہ بریں میں نے ادبیات اور فنون کی ترقی کے لئے اور سائنس اور حرفت کو فروغ دینے کے لئے جن سے کہ ہمارے ملک کا نام روشن ہے۔ ایک Academy ایکڈمی بنائی۔ جس کے ممبروں کو (Immartals) ہمیشہ رہنے والے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء تک ہماری فوجیں بہت خستہ حال ہو گئی تھیں۔ ہمارے خوبصورت جوان لاپرواہی اور ذلت کا شکار ہو رہے تھے۔ بلکہ یہ حالت ہو گئی کہ اُن ہی دنوں وزیر جنگ نے ایک سرکلر جاری کیا جس میں حکم دیا۔ کہ افسر لوگ وردی پہن کر باہر نہ نکلا کریں۔ اور نہ ہی ہتھیار پہن کر بازار جاویں۔ تاکہ بدمعاش لوگ اُن کا پیچھا نہ کریں۔ ایسی بڑی حالت کا بھی ہماری تحریک کو علاج کرنا پڑا۔ لوگ ایسی حالت کو بدلنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ آج وہ نقشہ بالکل بدل گیا ہے۔ ہماری فوجیں قوم کے بچاؤ کے لئے کافی بارعب خیال کی جاتی ہیں۔ اور ہمارے ملک کی شان کے شایاں ہیں۔

۱۹۲۲ء میں جب میں نے (Rome) روما پر چڑھائی کی۔ میرا پروگرام بالکل صحیح اور درست تھا۔ میں نے اپنے ساتھی اُن لوگوں میں سے چنے جو جنگ عظیم میں فتح پا چکے تھے۔ جنرل (Armenno Diaz) آرمینڈو ڈیاز جو جنگ کے بعد چپ بیٹھا تھا۔ اور زمانے کی گردش سے سرگرداں تھا۔ اور جس نے (Nitti.) نیتی وزارت کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اُسے میں نے وزیر جنگ مقرر کیا۔ اور اسی طرح بحرالامیر ( ) ریول کو بحری وزیر مقرر کیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۲۳ء میں وزیر جنگ نے فوج کی اصلاح کے لئے

وزرا کی کونسل کے سامنے ایک مکمل مسودہ پیش کیا۔ یہ اجلاس میں ایک تواریخی واقعہ ہے۔ فوج کی تجدید کا فیصلہ کیا گیا۔ اور ہمیں یہ کہنے کا موقعہ مل گیا۔ کہ آج سے ہماری فوج قوم کے بہترین مفاد کو ملحوظ رکھ کر اپنے فریضے کو ادا کریگی میرا پہلا وعدہ جو میں نے اپنے ہموطنوں سے کیا تھا۔ وہ توایفا ہو گیا۔ میں اُس کے بعد فوراً ہی ہوائی جہازوں کو ترتیب دینے کے کام میں لگ گیا۔ پچھلی حکومت نے یہ کام بالکل چھوڑ رکھا تھا۔ اور محکمہ بالکل خستہ حالت میں تھا۔ اُسے پھر سے چلانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جہازوں کے اترنے کی جگہ۔ مشینیں۔ ہوائی جہازوں کے چلانے والے اور کاریگر اور منتظمین سب نئے سرے سے مقرر کرنے تھے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی افواہیں اور افسردہ کُن خبریں پھیلا رکھی تھیں۔ بلکہ بعض لوگ کہتے تھے۔ کہ ہوائی جہاز صرف تماشے اور تفریح کے لئے بنائے جانے چاہئیں۔ میں نے آخر بہت زور لگایا۔ اور سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے کامیابی ہوئی۔ (ڈی پائلٹن ۱۹۳۴ء کو جو کامیابیاں ہوئیں۔ اور فوجی ہوائی جہازوں نے جو کام کیا۔ اُس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ ہمارا ملک اس شعبہ میں کسی دوسرے ملک سے کم نہیں ہے۔ بلکہ بڑھ کر ہی قدم رکھتا ہے

یہ ہی حال ہمارے بحری بیڑے کا ہے۔ اُس میں بھی ہر طرح سے ہم نے کمال حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ہمارے جہاز کافی بھی ہیں۔ اور پوری طرح سے مسلح بھی ہیں۔ چوتھا کام جو میں نے کیا۔ وہ قوم کی حفاظت کے لئے قومی فوج کا قائم کرنا تھا۔ یہ بھی بڑا اہم کام تھا۔ اس فوج کے ایک سو ساٹھ دستے تھے۔ اور ہر دستے کا افسر ایک لائق اور پُرجوش ملیشیا ہوا کرتا تھا۔ یہ قومی فوج گویا وقت پر کام آنے والی فوج تھی۔ ہماری۔

فوجیں اور ہمارے جہاز اصلی معنوں میں ہماری طاقت اور رابنیست کی
شاہد ہیں۔ فوجی افسر تو سپاہیوں کی جسمانی اور دماغی اصلاح میں مشغول
رہتے ہیں۔ اور موجودہ زمانے کے جنگ کے فن کو سکھلاتے رہتے ہیں
پچھلی حکومتوں کے زمانے میں فوجوں کو شہروں میں امن و امان قائم کرنے
کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ اور دراصل یہ اُن کا کام تھا۔ میں نے یہ سب کچھ
بدل دیا۔ پچھلے پانچ سال میں فوج صرف چھوٹی لڑائیوں کے لئے بارکوں
سے باہر جایا کرتی، ورنہ بارکوں میں ہی پڑی رہتی تھی۔

کچھ مدت بعد جنرل (Diaz) ڈائز نے صحت کے خراب ہوجانے
کی وجہ سے استعفےٰ دے دیا۔ اور اُن کی جگہ (D'giorgio) ڈی گیارگیو
کام کرنے لگ گئے۔ آخر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سب فوجیں ایک ہی
حکومتی نظام کے تحت میں ہونی چاہئیں۔ چنانچہ جنگ کی وزارت میں نے
اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کے محکمے بھی
اپنے پاس رکھ لئے۔ اور ان سب کے اوپر ایک ہی کمان افسر مقرر کر دیا تاکہ
وہ اُن سب محکموں کا انتظام کرے اور اُس کا مدعا صرف فتح ہو۔ ہم
ایک جنگ جو قوم ہیں۔ مگر ہم دوسروں پر دست اندازی نہیں کرتے اور
نہ ہی کوئی ہمیں شکست دے سکتا ہے۔ ہیں تو ہم امن پسند۔ مگر ہمیں
ہوشیار رہنا پڑتا ہے (Fascist) فیسسٹ تحریک کو کامیاب بنانے کے
لئے ہمیں دیگر سیاسی مسائل کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی۔ جن کا حل
کرنا ہماری قومی زندگی کے لئے نہایت ہی ضروری تھا۔ سرکاری ملازم
جن کو جنگِ عظیم سے پہلے کچھ پنشن ملا کرتی تھی۔ اب سکوں کی قیمت گر
جانے سے اور بھی تنگ ہو گئے۔ ان بیچاروں کی مدد کرنی بھی ضروری

تھی۔ اُن کی پنشنیں بڑھانی پڑیں۔ تاکہ ان کا گذارہ ہو سکے۔ میں نے پادریوں کو بھی بڑی سہولتیں دیں۔ اُن کے ساتھ بھی انصاف کا سلوک ہونا لازمی تھا جب فری میسنوں کا زور تھا۔ اور جمہوریت حکومت اقتدار پر تھی۔ بچارے پادریوں پر بڑی سختی ہوا کرتی تھی۔ اور اُن کے ساتھ دشمنی روا تھی۔ ہمارے ملک میں کوئی ساٹھ ہزار پادری ہونگے۔ حکومت اور کلیسیا میں ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ جب سے ہماری تحریک نے زور پکڑا ہے۔ پادری لوگ صرف دینی فرائض بجالاتے ہیں۔ سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے علاوہ تبلیغی کام کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ شریر پادریوں کو تو دبانا اچھا ہے۔ مگر جو پادری لوگوں کو انجیل کی تعلیم دیتا ہو۔ اور راہ راست دکھاتا ہو۔ اُس کی تو مدد کرنی لازمی ہو جاتی ہے۔ پادری بچارے بہت غریب ہو گئے تھے۔ ہم نے اُن کی حالت بہتر بنانے میں بڑی سعی کی۔

رفاہ عام کے لئے جو کام ہمارے ملک میں ہوا کرتا۔ وہ ووٹوں سے فیصلہ ہوتا تھا۔ یہ بات کہ فلاں کام مفید ہوگا۔ یا اُس کی اشد ضرورت ہے کوئی نہ دیکھتا۔ یہی دیکھتے کہ ووٹ کس طرف زیادہ ہیں۔ میں نے ایسی حرکتیں بند کر دیں۔ میں نے رفاہ عام کے کاموں کے لئے (Bureaus) خصوصی ادارے قائم کر دئے۔ اور انہیں اعتباری شخصوں کی زیر ادارت رکھ دیا۔ یہ ادارے مرکزی حکومت کے ماتحت کام کرتے تھے۔ کسی محلی دباؤ کے زیر اثر نہ تھے۔ ایسا کرنے سے جنوبی اٹلی میں بڑی اچھی سڑکیں وغیرہ بن گئیں۔ پھر میں نے نہریں۔ ریلیں۔ اور بندرگاہیں بھی بنوائیں۔ حکام سمجھدار تھے۔ میرے پیچھے لگ گئے۔ گویا سارا نظام ترو تازہ ہو گیا۔ حکومتی محکمہ۔ مثلاً ریل۔ ڈاک۔ تار گھر۔ ٹیلیفون

اور کارخانے پھر چلنے لگے گئے۔ لوگ حیران تھے۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وجہ تو ظاہر ہی تھی۔ مدتوں سے اٹلی کے لوگ حکومت سے باغی ہو رہے تھے۔ اور اطاعت اور فرمانبرداری سے نامحرم تھے۔ اور حکومت کے برخلاف نقطہ چینی کرتے رہتے تھے۔ بلکہ ابھی تک کچھ ایسے لوگ باقی ہیں۔ اور اب بھی چلاتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ امن اور امان کیوں ہے۔ مگر موجودہ حکومت کوئی بے سرو پا حکومت تو نہیں۔ بلکہ ایک زندہ جاندار حکومت ہے۔ جو ہر بات کا خیال کرتی ہے۔ چاہے کوئی کہیں رہتا ہو قانون کی زد سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کوئی معمولی سی بات نہیں ہے کہ حکومت کے سب محکمے امریکن طریقے پر چلتے ہوں۔ اور حاکم جو پہلے اس قدر سست تھے۔ اب چالاک اور ہشیار بن گئے ہوں ٭

دارالحکومت یعنی شہر روما کو میں نے خاص توجہ دی۔ اس شہر کی اہمیت نہ صرف میرے ہموطنوں کی نظر میں بڑی ہے۔ بلکہ کل عالم اس کو اہمیت دیتا ہے۔ کسی زمانے میں یہ شہر ایک بڑی سلطنت کا پایہ تخت تھا اور تمدن کا مرکز تھا۔ یہاں سے عیسائی مذہب باقی یورپ میں پھیلا اور یہ شہر بڑا ہی خوش قسمت اور تواریخی رہ چکا ہے۔ اب یہ نئے اٹلی کا دارالحکومت ہے۔ اور عیسائیت کا گھر ہے۔ اس شہر نے سب عالم کو علم و ہنر کا سبق سکھلایا ہے۔ اور سکھلا رہا ہے۔ مجھے اس شہر کو ایک نہایت ہی خوبصورت شہر بنانا تھا۔ اور اس کی سیاست کو نظام دینا تھا۔ اور اس کے باشندوں کو نظم اور ترتیب سکھلانی تھی۔ یہاں قدرتی بندرگاہ نزدیک ہونے کی وجہ سے اور سڑکیں بن جانے کی وجہ سے یہ سارے یورپ میں ایک نہایت صاف اور منظم شہر ہو سکتا

تھا۔ میں نے شہر کے آثار قدیمہ کو علیحدہ کر کے نئے شہر کی رونق دوبالا
کر دی۔ یاد رہے۔ کہ اٹلی کے دیگر شہروں کو اپنی حالت پر نہ چھوڑ دیا
گیا۔ اپنی جگہ وہ شہر بھی صوبوں کے دارالحکومت تھے۔ مثلاً (
پروگیا (Perugia) میلان (Milan) نیپلز (Naples) فلارنس (
Florence) پالرمو (Palermo) بولونا (Balogna) ٹورن (Turin) جینوا
وغیرہ بڑے مشہور اور تواریخی شہر تھے۔ مگر روما کا مقابلہ نہیں کر سکتے
اس کی شان دوسری ہے۔ اور وہ ایک "امر" شہر ہے۔

کچھ مصنفوں نے جو ہمارے ملک کی سیاسی انقلابات کا غور سے
مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک دلچسپ سوال پوچھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فسسٹ
پارٹی نے اکتوبر ۱۹۲۲ء کی فتح کے بعد اپنی پارٹی کو توڑا کیوں نہ۔ اس
سوال کا جواب دینے سے پہلے مجھے کچھ ضروری نقاط پر روشنی ڈالنی ہے
اور وہ یہ ہیں۔ تواریخ ہمیں سکھلاتی ہے۔ کہ ایک انقلابی تحریک اُس
وقت عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ جب اُس میں یہ
طاقت بھی ہو۔ کہ اگر اُن کے اندر کا آدمی غیر معمولی اقتدار حاصل کرنے لگے
تو اُسے بھی قابو میں رکھ سکے۔ جب کبھی انقلاب ہوا کرتا ہے۔ تو کئی صورتیں
ہو جایا کرتی ہیں۔ اور کئی دفعہ اُن لوگوں کو جو ایک وقت بڑی جانفشانی سے
کام کرتے تھے۔ آئندہ کے مفاد کو مدنظر رکھ کر چھوڑنا پڑ جاتا ہے۔ مگر میں نے
اپنی زندگی میں ایسا کام کبھی نہیں کیا۔ میں نے کارکنوں کو ہر طرح سے
دلجوئی کر کے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ اگرچہ میں انہیں آپس میں لڑنے جھگڑنے
نہیں دیتا تھا۔ مگر میں اُن پر بے جا دباؤ کبھی نہ ڈالتا تھا۔
ہاں جب ضرورت ہوتی۔ تو میں سختی بھی کرتا تھا۔ ہاں مجھے اِس

بات کا احساس ضرور تھا۔ کہ جب کوئی سیاسی پارٹی سب اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ تو پھر اُسے بڑے بڑے جراحی عمل بھی کرنے پڑ جاتے ہیں۔ اور پھوٹ سے پارٹی کو بچانا ہوتا ہے۔

چونکہ میں ہی فنیسٹ پارٹی کا موجد تھا۔ سب اختیار میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ جب کوئی شخص اندر رخنہ اندازی کرتا۔ اور مزاج کے اختلاف کی وجہ سے اگر تفرقہ ہو بھی جاتا۔ تو ایسا آدمی خود بخود پارٹی سے خارج ہو جاتا تھا۔ کیونکہ وہ دوسروں کی نظروں میں گر جاتا تھا۔ اور اُس کی خود غرضی ظاہر ہو جایا کرتی تھی۔ یہ احساس کہ میں اپنی پارٹی پر پورا اقتدار اور اختیار رکھتا ہوں۔ مجھے آگے لئے جاتا تھا۔ اور بھی کئی وجوہات تھیں۔ جن سے میں اپنی پارٹی کو توڑنا پسند نہ کرتا تھا۔ ایک تو مجھے یہ خیال ہو گیا تھا۔ اور پکی طرح میرے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ اور ساری قوم میری ہم خیال تھی۔ کہ فنیسٹ اور خصوصاً نوجوان مجھ سے بڑے مانوس تھے۔ اور اُنہوں نے میری خاطر بڑی قربانیاں کی تھیں۔ میری خاطر اُنہوں نے یونیورسٹیاں چھوڑیں۔ ملازمتیں ترک کر دیں۔ اور کارخانے چھوڑ دئے اور میرے پیچھے ہو لئے۔ مصیبتیں اٹھائیں۔ اور اپنے جان اور مال کو خطرے میں ڈالا۔ اور اپنے مستقبل کی بھی پرواہ نہ کی۔ میں تو اُن نوجوان بہادروں کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ اگر میں پارٹی کو توڑ دیتا۔ تو مجھے احسان فراموشی کرنی پڑتی۔

ایک اور بھی وجہ تھی۔ اور وہ بھی بڑی اہم تھی۔ میں نے اپنے تحریک کے ذمے حکومت کے نئے نظام کو قائم کرنے کا کام لگایا تھا۔ اُس کو سرانجام دینے کے لئے بڑی محنت درکار تھی۔ اچھے آدمی چُننے تھے۔ اور کام بھی آزمودہ کار افسروں کے ہاتھ دینا تھا۔ ہماری پارٹی کا حق تھا۔ کہ ایسے آدمی مجھے دے جو اس

ذمہ واری کو اپنے سر پر لیں۔ میری حالت میں پارٹی اور حکومت دراصل ایک ہی تھیں۔ اور ہم نے ہی نیا نظام قائم کرنا تھا۔ ہمیں تشدد ترک کرنا ہی نہ تھا۔ اور سیاسی حکمت کو برتنا تھا۔ اور بہت کسے آثار ایسے بھی تھے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ پُرانا طریقہ حکومت کو بالکل ترک ہی کرنا پڑیگا۔ نیا نظام پُرانے کے ساتھ جوڑنا مشکل تھا۔ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے بھی سلجھے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ میں حکومت کے سر پر تھا۔ اگر اپنی پارٹی کا بھی لیڈر رہتا۔ تو اُس میں کیا ہے۔ دُنیا کے ہر ملک میں لیڈر ہی اپنی پارٹی کی نمائندگی کیا کرتا ہے ۔

امن کے قائم کرنے کے لئے دسمبر ۱۹۲۲ء میں میری حکومت نے پہلی ہدایت فسیٹوں کے نام جاری کی۔ اور وہ ذیل میں درج ہے۔

ہر ایک فسیسٹ کو چاہیئے۔ کہ امن کو قائم کرے۔ جو بد امنی پھیلانا چاہے۔ اُس کے پاس سند بھی موجود ہو۔ ہمارا دشمن ہے۔ ہماری حکومت نے فسیسٹ پارٹی کے ممبروں کے فرض کو مذکورہ بالا ہدایت میں مختصر لفظوں میں بیان کر دیا۔

۱۹۲۲ء میں ہمارے راستے میں بڑی رُکاوٹیں آئیں۔ ہماری پارٹی چونکہ بڑی مشکلات میں سے گذری تھی۔ کچھ نہ دور رنج سی ہو گئی تھی۔ جب ہم پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اُس وقت بھی ہم نے اپنے ملک کے مفاد کو نظر انداز نہ کیا۔ انقلاب سے بھی کچھ زیادہ خون خرابی نہ ہوئی۔ پہلے جب کبھی کوئی انقلاب ہوتا۔ سوائے اِس کے کہ جنگ ہو۔ بہت جانیں نقصان ہوتی تھیں میں نے تشدد کو اپنے مضبوط ارادے سے روکے رکھا۔

ہمارے دشمن اخباروں نے بڑا او دھم مچایا (Corriere) کوریر جو لبرل اور جمہوری حکومت کا حامی تھا۔ اور ادا نتی جو سوشلسٹوں کا طرفدار تھا آپس میں مل گئے

وہ ہماری تحریک پر سخت تنقید کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تشدد پسند ہیں
اور ان کی دلی آرزو تھی کہ ہماری تحریک کا خاتمہ ہو جائے۔ اُن کے خیال
میں یہ تحریک چند روزہ تھی اور وہ کہتے تھے کہ پارلیمنٹ یا جمہوریت کے سامنے
کھڑی نہ ہو سکے گی۔ اور ہماری سیاسی زندگی ایسی پیچیدہ ہے کہ ہماری تحریک
اِس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہے گی۔ جو ایسے نجومیوں کا حشر ہؤا۔ وہ
ظاہر ہی ہے۔ پہلے سال کچھ نتیجہ حاصل کرنے کے لئے مجھے اپنی پارٹی کے کام
کو دیکھنا بھالنا پڑا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ خوب کام کرے۔ دُشمنوں کے
اعتراضوں کا جواب بھی دے۔ اور ٹھوکر بھی نہ کھائے اور میرے حکموں کی
پوری تعمیل کرے۔ ہماری پارٹی کو ایک خطرہ تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ ہمارے
اندر کئی نئے آدمی گھس آئے تھے۔ شروع میں تو ہم تھوڑے سے تھے۔
مگر اب ہماری تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی تھی کہ ہم نے ممبر داخل کرنے
بند کر دیئے۔ اب جب ثابت ہو گیا کہ ہماری تحریک خوب مضبوط ہو گئی
تھی لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اگر ہم ہر ایک کو داخل کر لیتے تو ہم میں
بھی پرانی کمزوریاں آجاتیں اور ہم کو کام کرنے والے آدمی نہ ملتے اور نہ ہی
ہم اپنی تحریک کے اصول اُن کے ذہن نشین کر سکتے۔ ہر قسم کے زمانہ ساز
لوگ بھرتی ہونے سے تحریک کی اصلی روح مرجاتی ہے۔ ہم نے تو پُرانی
دنیا کو نیا بنانا تھا۔ اور اٹلی کے نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونکنی تھی۔
۱۹۲۶ء میں میں نے پارٹی میں اور ممبر داخل کرنے بند کر دیئے
میں نے اپنا سارا زور اور توجہ نوجوانوں کی تربیت میں لگا دیا۔ لڑکے
اور لڑکیوں کے لئے خصوصی تعلیمی ادارے بنائے جن کا نام (Balilla)
بالیلا رکھا۔ یہ ادارے گویا ہماری تحریک کے پھل تھے۔ اُن کی بدولت

ہماری پارٹی بڑی کامیاب ہوئی اور ہمیں کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑی۔ ایک خوبی میرے میں یہ تھی۔ کہ میں ہمیشہ وقت پر اور برمحل کام کیا کرتا ہوں اور موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اور کبھی کمزوری نہیں دکھاتا۔ نہ ہی کسی کے دھوکے میں آتا ہوں۔ اس کام میں میری پارٹی کے سیکریٹری میری بے حد مدد کرتے رہے ہیں (Michael Bianchi) مائیکل بیانکی بڑے ہی لائق سیکریٹری تھے۔ اور جس وقت ہم نے روما پر چڑھائی کی تھی۔ اُسوقت اُنھوں نے بڑا کام کیا۔ وہ سیاسیات کو خوب سمجھتے تھے اور وقت دیکھ کر کام کیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے کبھی ہماری تحریک کو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دیا۔ اور ہمیشہ حکمتِ عملی سے کام لیتے رہے وہ اب تک حکومت میں داخلہ معاملات میں میری مدد کرتے ہیں۔ اور میں اُن کی رائے کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ اُنہیں سیاسی معاملوں میں بڑی دسترس ہے اور ہمیشہ وفاداری سے کام کرتے ہیں۔ حکومت کو اُن پر بڑا اعتماد ہے۔ (Sansanelli) سان سنیلی جنہوں نے جنگِ عظیم میں بھی حصّہ لیا تھا۔ اور ایک بین الاقوامی جنگی ادارے کے صدر بھی ہیں۔ سیکریٹری کا کام کرتے رہے۔ اُنھوں نے ہماری تحریک میں رخنہ ڈالنے والوں کی خوب خبر لی۔ اور یہ فتنہ پرداز لوگ عموماً فری میسن ہوا کرتے تھے۔ جن کا ہماری تحریک شروع ہونے سے پہلے بڑا زور تھا۔ اُس زمانے میں ہمارے دشمن بھی بے حد تھے۔ پُرانی لبرل حکومت ہار گئی تھی۔ مگر ہم اُس کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کر رہے تھے۔ ابھی تک نئے نظام کی حقیقت اُن پر نہ کھلی تھی۔ لبرل حکومت نے اپنے غرور کو نہ چھوڑا تھا اِدھر فری میسن بھی اکڑ رہے تھے اور اُن کی چال وہی پرانی بے ڈھنگی چال تھی۔ روپیہ اُڑانے اور فضول خرچ کرتے تھے۔ اودھر کمیونسٹ اِدھر اُدھر

چھپے بیٹھے تھے اور تاک میں لگے رہتے تھے۔ انتخابات کے بعد ستمبر ۱۹۲۴ء میں ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کے سیکریٹری (Ginnsmis) گینیتو تھے۔ اُن کی خدمات کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی سال کے آخر میں سب طرف سے ہماری مخالفت شروع ہو گئی۔ قومی اور بین الاقوامی طاقتیں ضد پر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ میں نے بھی تیسری جنوری ۱۹۲۵ء والے دن ایک دندان شکن تقریر کی اور اُس کے بعد ہی میں نے پارٹی کو حکم دے دیا کہ سختی سے کام لینا چاہیئے۔ اور میں نے (Farinacci) فاریّنا کی کو اپنی پارٹی کا جنرل سیکریٹری مقرر کر دیا۔ یہ شخص اپنے کام کو خوب سمجھتا تھا۔ اور بڑا ہی لائق تھا۔ اور اس عہدے کا پورا مستحق تھا۔ اور نتیجہ بھی اچھا ہوا۔ مخالفوں کی طاقت کو اس نے بالکل توڑ دیا۔ اور ہماری پارٹی کو سیاسی اور اخلاقی طور پر بڑا مضبوط بنا دیا اور فتنہ پردازوں اور مفسدوں کے برخلاف بڑے سخت قانون جاری کئے دشمنوں نے متواتر چار دفعہ ہماری پارٹی کے آدمیوں کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے بنائے ہوئے قانون ہی دوبارہ جاری کر دیئے۔ میں اُن لوگوں کی حرکات کو برابر دیکھ رہا تھا اور اُن کا علاج بھی میں نے ڈھونڈ رکھا تھا۔ فاریّنا کی درحقیقت ہماری تحریک کا بانی سمجھنا چاہیئے۔ وہ ۱۹۱۴ء سے برابر میرے ساتھ تھا۔

جب فاریّنا کی اپنا کام کر چکے تو (Turati) آگستو توراتی اُن کی جگہ جنرل سیکریٹری مقرر کئے گئے۔ وہ جنگ عظیم میں بڑی بہادری سے لڑ چکے تھے اور بڑے قابل اور شاہانہ مزاج کے تھے۔ اُنہوں نے ہماری پارٹی کو زمانے کی ضروریات کے مطابق نئے طریقے پر چلایا۔ اور عوام کی تعلیم کے سوال میں بڑی دلچسپی لیتے رہے۔ اور نمایاں نتائج دکھلائے۔

اسی سلسلے میں میں (Rossoni) رِکی کا بھی ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں اُنہوں نے Balilla (بلیا ادارے قایم کئے - علی ہذا القیاس ملشی آورہی نے قومی فوج بنائی - مارتی نلی ایک دلیر سیکریٹری ہو گزرے ہیں - اور سٹارس ایک بہادر سپاہی اور (Arpinatti) ارپی ناتی ایک وفادار فیسٹ ہو گزرے ہیں جنہوں نے ۱۹۱۹ء میں بولونا میں ہماری تحریک کی بُنیاد ڈالی ؂

معلوم رہے کہ ہماری پارٹی نے ہمیں بڑے بڑے اعلےٰ افسر اور مزدور دل کے لیڈر اور کانسل دئے ہیں - اور ممبروں میں سے بہت سے وزرا اور سیکریٹری مقرر ہوئے - آہستہ آہستہ میں نے ساری حکومت کو ایک مضبوط اور مستقل پایہ پر کھڑا کر دیا - تقریباً سب بڑے بڑے عہدے ہمارے یعنی (Fascists) فیسٹوں کے ہاتھ میں ہیں - گویا پچھلے چار سال کے عرصے میں سب اقتدار ہمارے ہاتھ میں آگیا ہے - جون ۱۹۲۵ء میں ایک فیسٹ اجلاس میں میں نے اِس طریقہ حکومت کی بُنیاد رکھی تھی - اور یہ جلسہ روما میں ہوا تھا - میں نے کوئی جلد بازی نہیں کی - اور نہ میں اندھیرے میں کودا - اور نہ ہی سوتے سوتے اس نتیجہ پر پہنچا - میں نے ملک کے ماضی پر خوب غور کر کے اُس کا مستقبل بنایا ہے - حکومت کو فیسٹ اصولوں پر قایم کر کے اور اُس میں نئی روح پھونک کر (اور یہ سب کچھ میں نے کالی قمیص والوں کی بدولت کیا) میں نے اپنی پارٹی کو خوب زور دار کر لیا - ہم شروع میں ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت میں نمودار ہوئے - مگر اب تو ہم ایک مستقل حکومت کے قایم کنندہ کی حیثیت رکھتے ہیں - اور ایک زبردست مستقبل ہمارے سامنے ہے - میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ سب اصلاحیں

کیں۔ میرا مدعا تھا کہ کسی طرح سے قوم متحد ہو جائے۔ اسی لئے میں نے نمائندوں
کے انتخاب کا طریقہ بھی بدلا۔ اور ایک بڑی کونسل قائم کی۔ جس سے کہ حکومت
میں استقامت پیدا ہو۔ اگرچہ ہماری تحریک دراصل تو ایک سیاسی
پارٹی تھی۔ مگر اب تو حکومت کا ایک ایک پرزہ اور اُس کا سارا ڈھانچہ
فولاد کی طرح فیسسٹ اصولوں سے بنا ہوا ہے ؛

ایک اور مسئلہ جو نہایت ہی دلچسپ ہے مگر جس کے متعلق بڑی
غلط فہمی ہو رہی تھی اور یہ غلط فہمی اٹلی کے باشندوں تک ہی محدود نہ تھی ۔
بلکہ خارجہ ملکوں میں بھی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ حکومت کے ساتھ کلیسیا کا تعلق تھا
۱۸۷۰ء سے یہ تعلق ویسا کا ویسا چلا آ رہا تھا اور آپس میں کبھی جھگڑا نہ ہوا تھا۔
مگر جب سے ہماری تحریک شروع ہوئی ۔ معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ اب بھی
کبھی کبھی پوپ کی طرف سے شکایت رہتی ہے۔ کہ حکومت اُس کے حقوق پر
بے جا دست اندازی کرتی رہتی ہے۔ مگر کوئی ڈر کی بات نہیں اور نہ ہی اختلاف
کچھ زیادہ ہے ؛

تعلقات اچھے ہونے اِس بات کا ثبوت تھا۔ کہ ہماری حکومت زیادہ
مداخلت نہیں کرتی تھی ۔ پہلے زمانے میں حکومت اور کلیسیا کے تعلقات میں
خرابی آ گئی تھی ۔ اور مختلف شکلوں میں لوگ کلیسیا کی مخالفت کیا کرتے تھے ۔ مثلاً
بہت سی "آزاد خیال" تحریکیں مذہب کے برخلاف آواز اُٹھا رہی تھیں ۔
اور فری میسنوں کا نفوذ بھی سیاسی حلقوں میں بڑھ رہا تھا۔ اور خرابی کا باعث
ہو رہا تھا۔ یہ خیال بھی عموم میں زوروں سے پھیل رہا تھا۔ کہ مذہب ایک
شخصی چیز ہے اور انسان کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس کا سیاسیات
کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اُدھر سے کلیسیا بھی نئے نظام کو سمجھنے کی کوشش نہ

کرتا تھا۔ اور اپنے رویہ کو بدلتا نہ تھا۔ لوگ اِن باتوں سے تنگ آ گئے تھے۔
اور دشمنی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کیتھلک رسم و رواج
ترک کر دیئے۔ اور مدرسوں میں مذہبی تعلیم دینی بند کر دی۔ اُن دنوں سوشلزم
اور فری میسنی کا بہت زور تھا۔ اُس رو کو بھی بند کرنا ضروری تھا۔ کیتھلک مذہب
کے جو اساسی اصول تھے۔ اُنہیں سیاسیات سے جُدا کرنا تھا۔ اور فرق
بھی دکھلانا تھا۔ لوگوں کی عجیب حالت تھی۔ سنہ ۱۸۷۰ء سے لے کر سنہ ۱۹۰۰ء
تک "ہر دل عزیز" پارٹی کلیسیا کے ساتھ تھی۔ اور اس قدر گر گئی تھی۔ کہ ۱۹۲۵ء
میں بالشوکی خیالوں کی اُلجھن میں پڑ گئی تھی۔ اگر میں دبا نہ دیتا تو نہ معلوم کیا نتیجہ
ہوتا۔ اس خراب اور خستہ حالت کو ہماری تحریک نے درست کیا۔

مجھے تو معلوم تھا کہ حکومت اور کلیسیا کا اختلاف بڑا ہی خطرناک ہوا
کرتا ہے۔ اور میں خوب سمجھتا تھا کہ اس اختلاف کا علاج بھی مشکل ہے۔
کیونکہ کلیسیا کا بڑا زور تھا۔ پھر بھی میں نے اِس مسئلے کو خوب غور سے مطالعہ
کیا۔ اور اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ لوگ اپنی پُرانی عادتوں کو کس طرح بدل سکتے
ہیں۔ اِس لیئے میں نے مذہبی رسومات اور طریقہ عبادت کو ویسے کا ویسا
رہنے دیا۔ اور اس میں بالکل کوئی مداخلت نہ کی۔ ہاں مذہب کو سیاسیات
سے بالکل جُدا کر دیا۔ جس ملک کو نیا بنایا جا رہا ہو۔ وہاں سے بھلا مذہب
کو کس طرح خارج کیا جا سکتا ہے۔ آخر مذہب اور اخلاق تمدن کے ضروری
اجزا ہیں۔

البتہ پوپ اور پادریوں نے میری قدر نہ کی اور شاید سیاسی وجوہات
سے مجھے مدد دینے سے انکار کیا۔ میں نے عاقلانہ رویہ اختیار کیا اور یہ
کام آسان یا ہلکا نہ تھا۔ ایک تو فری میسنوں نے اپنا جال پھیلا رکھا تھا۔ وہ

مذہب کے برخلاف تھے ۔ لوگ اُن کے زیر اثر تھے ۔ چھاپے خانوں ۔ مدرسوں اور عدالتوں تک اُن کی سنائی تھی ۔ بلکہ فوجیں بھی اُن سے مرعوب تھیں ۔ اُن کے نفوذ کے متعلق ایک واقعہ بتاتا ہوں ۔ ۱۶ نومبر ۱۹۲۲ء جب ہماری تحریک شروع ہوئی ۔ میں نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی اور آخر میں خدا سے دعا مانگی کہ وہ مجھے کامیابی عطا کرے ۔ ہماری پارلیمنٹ میں اس وقت فری میسنوں کا بڑا زور تھا ۔ اور مدتوں سے خدا کا نام اجلاس میں نہ لیا جاتا تھا ۔ یہاں تک کہ "ہردل عزیز" پارٹی نے بھی جو دراصل کیتھلک پارٹی تھی ۔ کبھی خدا کو یاد نہ کیا تھا ۔ اٹلی میں تو سیاسی آدمی کبھی خدا کا خیال بھی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور کبھی بھول کر خیال آ بھی جاتا تو بھی اِس قدر بزدلی دکھاتے کہ آئین ساز مجمع میں تو ذکر تک کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے ۔ میں نے یہ ہی نرالا طریق اختیار کیا ۔ ایسے انقلاب کے زمانے میں ایمان میں ثابت رہنا بڑی بہادری کا کام تھا ۔

مذہب کی روح دوبارہ زندہ ہو گئی ۔ اب تو لوگ گرجوں میں جاتے ہیں اور پادریوں کی لوگ بات عزت کرنے لگ گئے ہیں ۔ آخر ہماری تحریک نے اس فریضے کو بھی ادا کیا ۔ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔ مذہبی حلقوں میں ابھی تک لوگ اس نئے سیاسی اور اخلاقی نظام کو اچھی طرح سے نہیں سمجھتے تھے ۔ شروع میں ہی جب عنانِ حکومت ہم نے اپنے ہاتھ میں لی ۔ تو کیتھلک پارٹی چاہتی تھی کہ انہیں حکومت میں کچھ حصہ ملے ۔ مگر ایسی شرکت حکومت کے لئے اچھی نہ تھی ۔ غلط فہمی ہونے کا اندیشہ تھا ۔ چنانچہ چھ ماہ کے اندر ہی اندر اُس پارٹی کے وزرا کو مجھے وزارت سے نکالنا پڑا ۔ "ہردل عزیز" پارٹی ہمیشہ فری میسنوں کا ساتھ دیا

کرتی تھی۔ جب کبھی سیاسی پارٹیاں آپس میں نہ لڑتیں تو حکومت اور کلیسا کی خارجہ ملکوں میں لڑائی ہو جاتی تھی۔ کبھی نہ کبھی یہ سوال زیر بحث آ ہی جاتا تھا۔ گویا یہ سوال کچھ ایسا ٹیڑھا تھا کہ حل ہونے نہ پاتا تھا۔ گویا برابر ایک سو سال سے یہ دو گروہ یعنی حکومت اور کلیسا ایک دوسرے سے ضد رکھتے تھے اور صلح ہونی ناممکن معلوم ہوتی تھی ایک طرف تو آبا و اجداد کا پرانا دین اور دوسری طرف یہ خیال کہ ہم سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اس اختلاف کو کون مٹاتا۔

آج ہماری تحریک نے کلیسا کی اصلی حقیقت کو سمجھا ہے۔ اور یہ صاف طور پر جتلا دیا ہے۔ کہ رومن کیتھلک کا کیا فرض ہونا چاہیئے۔ ہماری تحریک ہی کلیسا کے ناتبدیل ہونے والے مقام کو قائم رکھ کر قومی مفاد کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔

جو سیاست قوم پرستی نہیں سکھاتی وہ کس کام کی ہوتی۔ دراصل کلیسا کا مقام اپنا ہے۔ مگر ہر ایک کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اٹلی کے کیتھلکوں کے اندر جو خرابیاں آ گئی ہوں اُن کو واضح کر دے اور وسطی یورپ کی سازشوں سے آگاہ کر دے تاکہ اٹلی کے لوگ محتاط ہو جاویں۔ ہماری تحریک سے اٹلی کا اعتماد بڑھ گیا اور ملک میں مذہب کو تقویت ملی۔ مگر حکومت نے اپنے حقوق کو محفوظ رکھا اور اپنا کام کرتی گئی۔
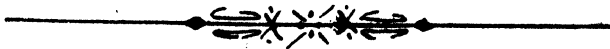
گیارھواں باب

سفرِ زندگی

بعض حضرات اس خود نوشت سرگزشت کو شاید میری پوری سوانح عمری سمجھ بیٹھے ہوں گے۔ اگر وہ ایسا خیال کرتے ہیں۔ تو اُن کی سراسر غلطی ہے۔ یہ خیال تو فضول ہے۔ کہ پینتالیس برس کی عمر میں ہی کوئی شخص جدو جہد کرنا چھوڑ بیٹھے گا۔ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور گھر کی چار دیواری میں ہی رہنے لگ جاتا ہے۔ اُس وقت تو شاید آرام سے بیٹھ کر تفصیل سے اپنی زندگی کے حالات قلم بند کر سکتا ہے۔ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مندرجہ بالا حالات تو میری نامکمل زندگی کا ایک پہلو ہیں۔ جو شخص ابھی زندگی کے راستے پر چل رہا ہو۔ اُس کے لئے یہ مقالات کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتے۔

انتالیس سال کی عمر میں میں اپنی تحریک کا لیڈر بھی اور ملک کا مالک بھی بن گیا تھا۔ ابھی میں نے اپنا کام ختم نہیں کیا۔ بلکہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں نے اسے شروع بھی نہیں کیا۔ دراصل اب کام کرنے کا وقت آیا ہے۔ مجھے اس بات کا فخر ہے۔ کہ میں نے فیسسٹ تحریک کو مضبوط بنیاد پر رکھ دیا ہے۔ بہت لوگ مجھے پوچھتے ہیں۔ کہ آئندہ میری پالیسی

کیسی ہوگی اور میرا اصلی مدعا کیا ہے۔ میں انہیں یہ جواب دیتا ہوں۔ کہ میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ نہ ہی اپنے لواحقین کے لئے کچھ چاہتا ہوں۔ مجھے دولت یا عزت یا لوگوں کی شاباش کی ضرورت نہیں نہ ہی میری یہ خواہش ہے کہ میرا نام دُنیا میں باقی رہ جائے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرا ملک ترقی کرے اور دوسرے ملک ہماری قدر کریں اور ہم سے ڈرتے رہیں۔ میں تو ملک کی شان کو بڑھانا چاہتا ہوں اور اس کے پرانے تمدن کو زندہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہمارا ملک قومیت کی بلندترین چوٹی پر پہنچے۔ اور میرے ہموطن فارغ البال اور خوشحال ہو جاویں۔ میں ایک ایسا سیاسی نظام قایم کرنا چاہتا ہوں جو ہمیں ترقی کے راستے پر لے چلے۔ میں اٹلی کے لوگوں کو ایک نئی زندگی پاتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ساری طاقت اسی بات پر خرچ کرونگا۔ تاکہ ہر ایک باشندے کو ترقی کرنے کا پورا پورا موقعہ ملے۔ میں دوسروں کے تجربوں سے فائیدہ تو اٹھانا چاہتا ہوں۔ مگر میں ملک کے موجودہ اجزار کو ایسی ترتیب دینا چاہتا ہوں کہ ہماری متحدہ کوششیں بارآور ہوں اور ہمارا پرانا تمدن بھی زندہ رہے۔ میں نے عوام کے احساسات اور جذبات کا پورا پورا مطالعہ کر لیا ہے۔ مجھے ان کی بہبودی اور ترقی ملحوظ ہے۔ میں ان کی بڑی قدر کرتا ہوں اور میں ان کی رہنمائی کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری قوم جس وقار کو کھو بیٹھی ہے اور دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ میں اسے پھر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ صرف ہماری پارٹی ہی اس قدر طاقت رکھتی ہے کہ اِس کام کو سرانجام دے سکے۔ مجھے ملک کے نوجوانوں پر پورا بھروسہ ہے۔ ان کے دل اور دماغ ابھی زندہ ہیں۔ اور ان میں جوش بھی ہے

اگر کوئی صاف دل سے مجھے نصیحت دینا چاہے۔ وہ خواہ دشمن ہی کیوں نہ ہو میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ مگر جو لوگ بد دیانت اور جھوٹے ہیں۔ اور مجھے بدنام کرتے رہتے ہیں۔ اور ملک سے غداری کرتے ہیں۔ مجھے اُن سے بڑی نفرت ہے۔ ایسے لوگ ذلیل ہوا کرتے ہیں۔ اور قومی حمیت سے نامحرم ہوتے ہیں۔ اور کمینی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ جب حکومتیں بدلا کرتی ہیں۔ تو بہت سے مایوس اور افسردہ لوگ جو دل شکستہ ہو جاتے ہیں وقت گذارنے کے لئے شورش کیا کرتے ہیں وہ چُپکے نہیں رہتے۔ مجھے اپنے وفادار دوستوں پر بھی بعض دفعہ سختی کرنی پڑتی ہے۔ جہاں انہوں نے زیادتی کی یا بے اعتدالی کی ہیں مداخلت کر دیتا ہوں۔ عوام کے میں بالکل نزدیک ہوں اور اُن کے ساتھ میری پوری ہمدردی ہے۔ میں اُن کے احساسات اور جذبات سے بھی واقف ہوں اور ان کی خوبیوں کی قدر کرتا ہوں۔ وہ لوگ دل کے صاف اور کھرے ہوتے ہیں۔ مجھے تو خرابیاں دُور کرنی ہیں جو ادارے پہلے وقتوں میں قائم کئے گئے اور جو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم غریبوں کی حفاظت کریں گے اور اندر سے کھوکھلے ہو گئے ہیں۔ انہیں بند کر دیا جائیگا اور ان کی جگہ نئے فیسسٹ ادارے بنا دیئے جائیں گے جو درحقیقت مفید ہونگے۔

اٹلی کے آسمان میں آب و ہوا اور روشنی موجزن ہے۔ اور اس کا اقتدار اور طاقت دن دُگنا اور رات چوگنا ہو رہا ہے۔ لوگوں میں قومیت کا خیال لہریں مار رہا ہے۔ گویا نئی بہار آ رہی ہے۔ آخر میری محنت بارآور ہوئی۔ میں اب پنتالیس سال کا ہوں۔ مگر مجھے یہ احساس ہے۔ کہ میرا کام زوروں پر ہے۔ میں خود داری نہیں کرتا۔ میں دیگر وفادار ہموطنوں

کی طرح ہر لحظہ اور ہر دم اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے ہموطن مجھے خوب جانتے ہیں۔ اور مجھے پیار کرتے ہیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ لوگ اس شخص کو محبت کرتے ہیں۔ جو بغیر کسی غرض کے اور پورے دل سے ان کی رہنمائی کرتا ہو۔ میری قوم ہی اس تحریک کی بانی مبانی ہے۔ اور جو خدمات میں نے اب تک کی ہیں۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ اس تحریک کی اشد ضرورت تھی اور فی زمانہ یعنی بیسویں صدی میں صرف یہ تحریک ہی ایک نہ مٹنے والا اثر اس عالم میں باقی چھوڑے گی۔
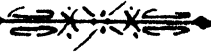
ختم شد

ادبی، سیاسی، فلسفہ کے لٹریچر میں شاندار اضافہ

فطرت نگار سدرشن، لالہ ہردیال ایم۔ اے۔ لالہ دیوان چند فلاسفر، پرنسپل چھبیلداس کی مقبول عام تصانیف

سولہ سنگار۔ یہ کتاب مشہور افسانہ نگار مہاشہ سدرشن کے افسانوں کا ایک مجموعہ ہے۔ مہاشہ سدرشن کا نام ہندوستان کے اعلیٰ پایہ کے افسانہ نگاروں میں شمار ہوتا ہے! درارد وزبان میں تو منشی پریم چند مرحوم کے بعد کسی کو یہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ یہ افسانے بھی نہایت دلکش انداز میں لکھے ہیں زبان بھی نہایت سلیس اور شیریں ہے، اور ہر افسانہ کا پلاٹ بھی نہائیت عمدہ ہے۔ افسانوں میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے افسانہ میں شاعر کی عظمت۔ دوسرے میں فقیر کی زندگی دکھائی گئی ہے۔ تیسرا افسانہ گھریلو معاملات کے متعلق ہے۔ چوتھا افسانہ رومان کے انداز میں ہے۔ پانچویں میں ڈاکٹر، چھٹے میں مزدور کا جیون پیش ہے۔ ساتواں افسانہ میں طالب علموں کی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ گیارھویں اور بارھویں میں محبت اور دوستی کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ چودھویں افسانہ میں نئے اور پرانے خیالات کی مڈبھیڑ ہے۔ جو عام طور پر ہمارے یہاں شادیوں کے موقع پر نظر آتی ہیں پندرھویں افسانہ میں سرمایہ داری اور مزدور کے مفاد کی کشمکش ہے۔ اور سولھواں افسانہ ڈرامہ کی صورت میں ہے۔ تمام افسانے شروع سے اخیر تک دلچسپ ہیں کتاب ۲۶۰ صفحوں پر مشتمل

اور مجلد ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۔

روزانہ تیج ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء

مذاہب اور انسانیت ۔ یہ کتاب مشہور دیش بھگت لالہ ہردیال ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی کی تصانیف ہے۔ اس میں دنیا کے بارہ مشہور مذاہب کے خیالات پیش کر کے بتلایا ہے کہ مذہب کا انسانیت سے کیا تعلق ہے۔ نیز ہر ایک مذہب کی تعلیم کی بنا پر انسانیت کا درجہ بلند بیان کیا ہے۔ مجلد قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ ۔ (ریویو پریت لڑی فروری ۱۹۳۵ء)

جیون رہسیہ پرنسپل لالہ دیوان چند صاحب ایم۔ اے نے جیون رہسیہ (یا اسرار زندگی) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے سقراط سے لے کر گوئٹے تک مغربی ملکوں کے پانچ مشہور فلاسفروں کی تعلیم کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ لالہ جی خود بڑے فلاسفر ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں انہوں نے بڑی لیاقت سے مغرب کے بڑے بڑے فلاسفروں کے جیون وچاروں کا لب لباب درج کر دیا ہے۔ قیمت ۸ر

(ریویو رسالہ زمانہ کانپور)

چنگاریاں مصنفہ پرنسپل چھبیلداس، سیاسی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ راج نیتی پہلوؤں کو دلچسپ افسانوں میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر (پریت لڑی)

سوشلزم مصنفہ پرنسپل چھبیلداس۔ سوشلزم کی اشاعت کو ایک مفید علمی خدمت سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کو سوشلزم کے موضوع پر بعض مستند اور بہترین کتابوں کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی صاف حجم ۱۲۰ صفحات۔ دوسرا ایڈیشن۔ قیمت ۸ر۔ (ریویو ریاست دہلی)

اسی مصنف کی دو نئی کتب "ہم سوراجیہ کیوں چاہتے ہیں" قیمت ۴ر انقلابی شرارے ۱۲ر۔ ہمارے لٹریچر کی مکمل فہرست طلب کیجیے۔ ہمارے مصنفین ہمارے لٹریچر کی عمدگی کی تصدیق کرتے ہیں۔

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری دروازہ۔ لاہور

بیلانی انسٹرکٹ پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو سوم پرکاش پبلشر نے چھپوا کر لوہاری گیٹ لاہور سے شائع ہوئی